www.KitaboSunnat.com

مُحمّـــد شملول*
مُترجِم: ابوبکر☆، صبراللہ☆

معانی واحکام پر ترتیلِ قرآن کریم کے اثرات

رب کائنات سبحانہ وتعالیٰ نے جہاں ہمیں عبادات (نماز وصیام، زکاۃ وحج) وغیرہ کی تعلیم دی وہاں ہمیں ہماری ناقص عقل، حواس یا وجدان کا مکلّف نہیں بنایا بلکہ خود ہی طریقۂ عبادت کی بھی تعیین فرما دی۔ اسی طرح تلاوتِ قرآن، جو کہ افضل ترین عبادت ہے، کا طریقۂ تلاوت بھی شارع نے خود متعین فرمایا ہے، دیگر عبادات کی طرح اس کو بھی اگر نبی کریمﷺ کے بتائے ہوئے طریقے سے ہٹ کر انجام دیا جائے گا تو اجر وثواب میں کمی یا مکمل محرومی بلکہ گناہ بننے کا اندیشہ ہے۔

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، دیگر کلاموں کے اُتار چڑھاؤ اور مدوجزر میں پنہاں معنویت کی طرح اس میں یہ خاصہ بدرجۂ اَتم موجود ہے۔ چنانچہ اس موضوع پر مشہور مصری محقق الاستاذ محمد شملول حفظہ اللہ کی تصنیف 'إعجاز رسم القرآن وإعجاز التلاوة' کی ایک مبحث کو فاضل مترجمین نے اُردو قالب میں ڈھالا ہے جو اپنے موضوع پر ایک اچھوتی تحریر ہے۔

یاد رہے کہ اس قسم کے بعض علمی نکات پر التصویر الفني في محاسن القرآن از سید قطب رحمہ اللہ، اللمعات في تفسیر سورة الکهف از شیخ عدنان عبد القادر حفظہ اللہ اور أثر القراءات القرآنیة فی الفهم اللغوي از ڈاکٹر مسعود علی حسن عیسیٰ حفظہ اللہ اور دیگر بعض کتب میں بھی قلم اٹھایا گیا ہے۔ ان نکات کے بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ ان سے دین متین میں ہدایت کے کسی پہلو کا تو بہرحال اضافہ نہیں ہوتا لیکن تفسیر بالرائے محمود کے ضمن میں اعجازِ قرآنی کے بعض نئے پہلو ضرور اُجاگر ہوتے ہیں جو بہرصورت قابل ستائش کاوش ہے۔ [ادارہ]

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ ہے۔ اس کو اس طرح پڑھنا واجب ہے جس طرح یہ نازل ہوا۔

① اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا قَرَأْنَٰهُ فَٱتَّبِعْ قُرْءَانَهُۥ ﴾ [القیامة:١٨]

''جب ہم اسے پڑھ رہے ہوں اس وقت تم اس کی قراءت کو غور سے سنا کرو۔''

② وقال تعالیٰ: ﴿ وَرَتِّلِ ٱلْقُرْءَانَ تَرْتِيلًا ﴾ [المزمل:٤]

''اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔''

* ممتاز مصری محقق عالم دین

☆ متعلّمین رابعة کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ اِرشادِ نبوی ﷺ

« إِنَّ اللهَ يُحِبُّ أَنْ يُقْرَءَ الْقُرْآنَ كَمَا أُنْزِلَ »

''بیشک اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن کریم اس طرح پڑھا جائے جس طرح نازل کیا گیا تھا۔''

اس لئے ہم پر واجب ہے کہ قرآن کریم کی اس طرح تلاوت کریں جس طرح یہ آپ ﷺ پر نازل ہوا ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اطمینان اور ترتیل کے ساتھ پڑھایا۔ آپ ﷺ حروف کو کما حقہ صفات اور مخارج کی اَدائیگی کے ساتھ اَدا فرماتے اور مد، غنہ، اظہار، ادغام، اخفاء، تفخیم، ترقیق، حروف کی خوبصورتی اور ابتداء وانتہاء کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔

اِس سے یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت قواعد کے مطابق بالکل ایسی ہونی چاہئے جیسے یہ نازل ہوا ہے تاکہ نصوص قرآنی کے حقیقی معانی کھل کر سامنے آجائیں۔

یہ ایک ایسا موضوع ہے جو اسلامی مفکرین کی توجہ کا مستحق ہے اور بھرپور بحث ومطالعہ کا محتاج ہے۔ یقیناً یہ موضوع قرآن کے عجائبات میں سے ہے جس کی گہرائی تک پہنچنا چند اَفراد کے بس میں نہیں ہے۔ البتہ اس میں غوروفکر کرنا ہر صاحب علم پر واجب اور ضروری ہے۔

کیونکہ اِرشاد باری ہے:

﴿ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْءَ انَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ [محمد:۲۴]

''یہ قرآن میں غوروفکر کیوں نہیں کرتے کیا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔''

ہم اس بارے میں مقدمہ کے طور چند مثالوں کا تذکرہ کررہے ہیں۔

مدات کے معانی پر اَثرات کی مثالیں

کلماتِ قرآنیہ پر مد کرنا حروف کی زیادتی پر دلالت کرتا ہے، اور زیادتی ٔ حروف معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔ لہٰذا اَثنائے تلاوت بعض کلمات قرآنی پر مد اصل سے بڑھ کر مد کرنا، اس کلمہ کی عظمت اور اس کے معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے۔

ذیل میں ہم قرآن کے وہ کلمات پیش کرتے ہیں جن پر مد کرنا واجب ہے، اور یہ مد بیکار نہیں ہے، بلکہ کلمہ کی اہمیت پر دلالت کرتی ہے۔ ایسے کلمات قرآن کریم میں بہت زیادہ ہیں مگر ہم صرف چند مثالیں پیش کرتے ہیں، جیسے:

① 'الطآمة' ... ﴿فَإِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرَىٰ﴾ [النازعات:۳۴]

''پس جب وہ بڑی آفت (قیامت) آجائے گی۔''

② 'السمآء' ... ﴿وَالسَّمَآءَ بِنَآءً﴾ [البقرۃ:۲۲]

''اور آسمان کو چھت بنایا''

③ 'جآن' ... ﴿ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِهِ إِنْسٌ وَلَا جَآنٌّ ﴾ [الرحمن:۳۹]

''اس دن کسی انسان اور جن سے اس کا گناہ پوچھنے کی ضرورت نہ ہوگی۔''

④ 'الطآئِفين' ... ﴿ أَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِينَ وَالْعَٰكِفِينَ ﴾ [البقرہ:۱۲۵]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام اور اسماعیل علیہ السلام سے وعدہ لیا کہ تم میرے گھر کو طواف کرنے والوں، اعتکاف اور رکوع سجود کرنے والوں کے لیے پاک صاف رکھو۔''

جب ہم ان کلمات پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ کسی بہت بڑی چیز پر دلالت کررہے ہیں نہ کہ عام چیز پر، لہٰذا ثابت ہوا مدزیادتی معنی کے لیے آتی ہے۔ ہم 'الطآمة' کا مقارنہ اسکے قریب المعنی کلمہ 'القارعة' کے ساتھ کرتے ہیں جس میں مد نہیں پائی جاتی۔ (اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اسمیں مد کیوں نہیں حالانکہ یہ بھی تو بڑی چیز پر دلالت کرتا ہے)

اسکا جواب یہ ہے کہ 'القارعه' کے معنی میں جس شدت کو پیدا کرنا مطلوب ہے وہ یہ ہے تقرع اذان الناس (یعنی لوگوں کے کانوں کو کھٹکھٹانا) اور یہ ایک ایسی شے جو زمانے کو مستلزم نہیں، بلکہ اس کا اَچانک وقوع ہوتا ہے اور یہ کسی مد یا مدت کی محتاج نہیں ہے۔

اسی طرح جب ہم سورۃ کافرون میں غور کرتے ہیں تو ﴿مَا تَعۡبُدُوۡنَ﴾ و﴿مَا عَبَدۡتُّمۡ﴾ میں 'ما' پر مد نہیں پاتے۔ کیونکہ ان کے معبودان باطلہ کی حقارت مقصود ہے جبکہ ﴿مَآ أَعۡبُدُ﴾ پر مد ہے اور یہ رسول اللہ ﷺ کے معبود کی عظمت کو ثابت کررہی ہے۔

﴿إِذۡ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ أَسۡلِمۡ﴾ [البقرہ:۱۳۱]

''جب کبھی انہیں ان کے رب نے کہا فرمانبردار ہوجا انہوں نے کہا میں نے رب العالمین کی فرمانبرداری کی۔''

اور یہ مد رب سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت پر دال ہے۔

﴿وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدۡرِهٖٓ إِذۡ قَالُوۡا ...... الخ﴾ [الانعام:۹۱]

''اور ان لوگوں نے اللہ کی جیسی قدر پہچاننا واجب تھی ویسی قدر نہ پہچانی''

اور یہ لمبی مد رب سبحانہ وتعالیٰ کی قدرت کی عظمت پر دلالت کرنے کے لیے آئی ہے:

مد لازم مثقل کی مثال

③ ﴿صِرٰطَ الَّذِيۡنَ أَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ﴾ [الفاتحة:۷]

''ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا ان کی نہیں جن پر غضب کیا گیا اور نہ گمراہوں کی''

یہاں ﴿وَلَا الضَّآلِّيۡنَ﴾ میں مد لازم کلمی مثقل ہے جو چھ حرکات کبیرا بر کھینچی جاتی ہے، جبکہ ﴿غَيۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ﴾ پر مد نہیں ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ﴿وَلَا الضَّآلِّيۡنَ﴾ کے مصداق ﴿النصٰرىٰ﴾ ہیں یہ مد ان کی کثرت تعداد پر دال ہے۔

اور ﴿الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَيۡهِمۡ﴾ کے مصداق صرف یہود ہیں یہاں عدم مد ان کے قلت پر یہ دلالت کرتا ہے۔

نون ساکنہ وتنوین کے احکام کا معانی پر اثر

الاظہار

اِصطلاح قراء میں اظہار کا معنی

نون ساکنہ یا تنوین کے بعد اگر حروف حلقی ء ھ ع ح غ خ میں سے کوئی حرف آجائے تو وہاں اظہار ہوگا قرآن کریم قرآن کریم میں اس کی بے شمار اَمثلہ موجود ہیں۔ جب ہم اس پر غور وفکر کرتے ہیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اظہار میں چونکہ نون ساکن کے بعد حرف کو بہت جلد اَدا کرنا ہوتا ہے اس لیے یوں محسوس ہوتا ہے کہ ما بعد کلمہ کا اس سے اس قدر شدید الصاق ہوتا ہے کہ وہ کسی فاصل کا متحمل نہیں ہوتا جیسا کہ سورۃ الزلزال میں ہے:

﴿ فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَه ﴾ [الزلزال:۷] ''پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی ہوگی تو وہ اسے دیکھ لے گا۔''

﴿ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَه ﴾ [الزلزال:۸] ''اور جس نے ذرا برابر بدی (بُرائی) کی ہوگی تو اسے دیکھ لے گا۔''

ہم دیکھتے ہیں ﴿ذرۃ خیراً یرہ﴾ اظہار بلاغنہ ہے، کیونکہ اس کے بعد والا کلمہ حرف 'خ' سے شروع ہوتا اور یہ حروف حلقی میں سے ہے۔ 'مثقال ذرۃ کو خیرا یر' کے ساتھ ملانے سے معنی سمجھ آتا ہے۔ کہ ایک ذرا برابر بھی خیر انسان کے ساتھ ملصق رہے گی اور کبھی الگ نہیں ہوگی۔

جبکہ دوسری آیت میں مثقال ذرۃ اور شراً میں غنہ کے ذریعے فاصل لایا گیا ہے جو اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ انسان جب کسی برائی کا اِرتکاب کرتا ہے تو توبہ کے ذریعہ موقع دیا جاتا ہے تاکہ وہ اس برائی کو اپنے سے جدا کرسکے۔

﴿فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُه ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُه ۝ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ﴾ [القارعہ:۶،۹]

''اور پھر جس پلڑے بھاری ہوگی وہ تو دل پسند آرام کی زندگی میں ہوگا، اور جس کے پلڑے ہلکی ہوگی پس اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

﴿مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُه﴾ میں غنۂ نون سے اس اطمینان وراحت کی وضاحت مطلوب ہے جس سے اہل جنت بہرہ مند ہوں گے اور ﴿مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُه﴾ کے نون میں حروف حلقی 'خ' آنے کی وجہ سے غنہ نہیں ہے اور یہ سرعت اللہ رب العزت کے سریع الحساب والعقاب ہونے کی وضاحت کررہی ہے۔

﴿قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ ۝ اللهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُن لَّه كُفُوًا أَحَدٌ﴾ [الإخلاص:۱،۴]

''اور کہہ دیجئے کہ اللہ ایک ہی ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔''

اس پوری سورۃ مبارکہ میں کسی جگہ بھی غنہ کا عدم وجود اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ توحید الٰہی ایسے امور قطعیہ میں سے ہے جو زمانے کی مسافتوں سے ماوراء ہے یعنی ہر زمان ومکان میں یہ ثابت وقائم ہے۔

﴿فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ [البقرہ:۳۸] ''پس ان پر کوئی خوف نہیں۔''

یہاں عدم غنہ اس بات کی وضاحت کررہا ہے کہ ایمان اور عمل صالح کرنے والوں کو ایک لمحہ کے لیے بھی خوف نہیں کرنا چاہیے۔

﴿الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ وَءَامَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ﴾ [قریش:٤] ''جس نے انہیں بھوک میں کھانا دیا اور خوف میں امن وامان دیا۔''

من جوع کے نون کا غنہ اس بات پر دال ہے کہ بھوک تب ہی متحقق ہوگی جب کھانا کھائے ہوئے کچھ وقت لگا ہو اور من خوف میں غنہ اس لیے نہیں ہے کہ خوف اور بدامنی کی حالت میں انسان اس بات کا متمنی ہوتا ہے کہ اگلے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہی لمحے بڑی سرعت کے ساتھ خوف امن میں بدل جائے۔

﴿وَمَا اللّٰهُ بِغٰفِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ﴾ [البقرہ:۷۴] ''اورتم اللہ تعالیٰ کو اپنے اعمال سے غافل نہ جانو۔''

قرآن کریم میں نو مقامات پر وارد ہوا ہے اور اس کے بعد حرف حلقی 'ع' ہونے کی وجہ سے یہاں اظہار ہے جو اس کی اطلاع دے رہا ہے کہ باری تعالیٰ ایک لحظہ بھر اپنے بندوں کے اعمال سے غافل نہیں ہوتے لیکن جب اس لفظ کی نسبت بندوں کی طرف ہو جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: ﴿كُنَّا فِىۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا﴾ [الأنبیاء:۹۷]

''پھر بھی وہ بے خبری میں پھیرے ہوئے ہیں۔''

تو یہاں تنوین کے بعد غنہ ہو رہا ہے جو وضاحت کر رہا ہے کہ انسان بہت دیر تک غفلت میں مبتلا رہتا ہے۔

﴿ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىۡ عَنِّىۡ فَاِنِّىۡ قَرِيۡبٌ اُجِيۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ﴾ [البقرہ:۱۸۶]

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔''

یہاں بھی (قریب اور اجیب) کے درمیان میں غنہ نہیں ہے جو اللہ رب العزت کی سرعت اجابت پر دلالت کرتا ہے۔

﴿ وَ مَا يَسۡتَوِى الۡبَحۡرٰنِ هٰذَا عَذۡبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلۡحٌ اُجَاجٌ ﴾ [الفاطر:۱۲]

''اور برابر نہیں دو دریا یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے پینے میں خوشگوار اور دوسرا کھاری ہے کڑوا۔''

پہلے تینوں الفاظ میں نون تنوین پر غنہ کر کے پڑھیں گے اور اس کی حکمت یہ ہے کہ میٹھی اور ذائقہ دار چیز کو راحت اور سکون سے پیتے ہیں اس میں وقت لگتا ہے، اور کھاری کڑوا ہوتا ہے اس کو جلدی پینے کی کوشش کرتے ہیں، اس میں وقت نہیں لگتا۔

﴿ هُوَ الَّذِىۡۤ اَنۡزَلَ عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ مِنۡهُ اٰيٰتٌ مُّحۡكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الۡكِتٰبِ ﴾ [آل عمران:۷]

''وہی اللہ تعالیٰ ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری جس میں واضح مضبوط آیتیں ہیں جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ ہیں۔''

یہاں 'محکمت' اور ھن' کے درمیان اظہار کی وجہ سے جلدی پڑھیں گے، کیونکہ یہ قطعی امر ہے اور 'آیات محکمٰت' متشابہات کی وضاحت و تفسیر میں ماخذ کی حیثیت رکھتی ہیں۔

﴿ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوۡلٍ حَسَنٍ وَّ اَنۡۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ﴾ [آل عمران:۳۷]

''پس اس سے اس کے پروردگار نے اچھی طرح قبول فرمایا اس سے بہترین پرورش دی۔''

'قبول حسن اور نبات حسن' کے درمیان اس لیے غنہ نہیں ہے کہ دونوں چیزیں حضرت سیدہ مریم کے حق میں قطعی ہیں۔ ﴿ وَ مَا مِنۡ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ﴾ [آل عمران:۶۲] ''اور کوئی معبود برحق نہیں باوجود اللہ تعالیٰ کے۔''

یہ بھی امر قطعی ہے جو بلا فاصلہ واقع ہوا ہے۔

﴿ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ﴾ [النساء:۳]

''اگر تمھیں برابری نہ کرسکنے کا خوف ہو تو ایک ہی کافی ہے یا تمہاری ملکیت کی لونڈی۔''

یہاں بھی امر قطعی ہے جس سے نون تنوین میں غنہ نہیں ہوا۔

﴿ وَ اللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴾ [البقرہ:۲۲۸]

''اللہ غالب حکمت والا ہے۔''

﴿ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴾ [آل عمران:۳۴]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

﴿ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴾ [المائدہ:۵۴]

''اللہ تعالیٰ وسیع علم والا ہے۔''

یہ تمام اَسمائے قطعیہ ہیں۔جن کے درمیان کوئی بھی فاصلہ غنہ کی شکل میں نہیں۔

ایک باریک نکتہ

مذکورہ مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر لفظ کا اپنے مابعد اور ماقبل حرف سے کس قدر گہرا اور معجزاتی تعلق ہے جو یہ یقین مزید پختہ کردیتا ہے کہ یہ واقعی کلام اللہ ہے۔

سورۃ الفلق

﴿وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ إِذَا حَسَدَ ﴾

یہاں حاسدٍ پر اظہار ہے۔یہ اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ 'عین الحاسد' اچانک اور فجاءۃ لگ جاتی ہے۔

سورۃ الناس

جب ہم اس سورۃ پر غور کرتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ اس سورۃ کی ہر آیت میں غنہ موجود ہے تو یہ اللہ رب العزت کی وسعت رحمت کا پتہ دے رہی ہے، کیونکہ جس شر سے پناہ مانگی جارہی ہے وہ اس قدر بڑا اور نفوذ پذیر ہے کہ اللہ رب العزت کے تین ناموں کا واسطہ دیا گیا ہے۔یعنی ﴿ قُلْ أَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ إِلٰهِ النَّاسِ ﴾

لہٰذا یہاں ہر آیت میں غنہ اس اللہ رب العزت کے وسعت حفظ اور شیطانوں کے وسعت شر پر دال ہے۔

اِدغام کے معانی پر اَثرات

نون ساکن وتنوین کے قواعد میں سے ایک ادغام بھی ہے جس کا معنی ہے کہ ایک حرف کو دوسرے حرف میں اس طرح داخل کرنا کہ پڑھتے وقت یوں محسوس ہو کہ ایک ہی حرف ہے۔نون کا ادغام چھ حروف ی، ر، م، ل، و، ن میں ہوتا ہے۔اس کی دو اقسام ہیں۔

① ادغام ناقص ② ادغام کامل

ناقص کا مفہوم یہ ہے کہ دوران ادغام 'ن' کی صفت غنہ باقی رہے یہ 'یومن' کے چار حروف میں ہوتا ہے اور کامل کا مطلب یہ ہے کہ نون کو بدون غنہ اَدا کیا جائے اور یہ مابعد حروف میں تبدیل ہو جائے یہ 'ل' اور 'راء' میں ہوتا ہے۔

ان دو اقسام میں سے ہر ایک کے فوائد ہیں ادغام کامل تبیین اور وضاحت کا فائدہ دیتا ہے جبکہ ادغام ناقص وسعت معنی کے لیے آتا ہے۔۔مثلاً ﴿ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا أَحَدٌ ﴾ میں یکن لہ کا ادغام کامل اس بات میں قطعیت کا فائدہ دے رہا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ کی برابری کی کسی میں قوت نہیں ہے۔ اسی طرح ﴿وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُوْلٰى ﴾ یہاں 'خیر لك' کا ادغام تام اس کا بیان ہے کہ خیر کا آپ کے ذات کے ساتھ الصاق کامل ہے۔کبھی بھی آپ سے منفصل نہیں ہوسکتی۔

نیز ﴿ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ﴾ یہاں ویل لکل اور ھمزۃ لمزۃ کا ادغام تام اس اَمر میں نص ہے کہ چغل

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خور اور غیبت کرنے والے کے ساتھ عذاب اس طرح ملصق ہوگیا ہے کہ گویا اس کی ذات کا جزء بن گیا ہے۔ مَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ اس آیت میں ادغام ناقص کے ذریعے عمل کے بقاء اور استمرار کی طرف اِشارہ کیا گیا ہے۔

صفات حروف کے معانی پر اَثرات

ہر حرف کے لیے ایک متعین مخرج ہے جس سے وہ ایک خاص کیفیت کے ساتھ اَدا ہوتا ہے اس کیفیت کو صفت الحروف کہتے ہیں صفات سے بھی معانی پر کئی اَثرات مرتب ہوتے ہیں جو کہ توضیح وتفسیر میں نفع بخش ثابت ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم اس کا تذکرہ کرتے ہیں۔

حروف استعلاء

’س‘ حروف استعلاء میں سے نہیں جبکہ ’ص‘ حروف استعلاء میں سے ہے جس کا مفہوم اِرتقاء اور بلندی ہے۔ ان دو حروف کو درج ذیل دو آیات میں دیکھنے سے صفات کے اثرات کا اَندازہ ہوگا۔ قرآن کریم میں ہے:

﴿ أَمۡ عِندَهُمۡ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمۡ هُمُ ٱلۡمُصَيۡطِرُونَ ﴾ [الطّور:۳۷]

﴿ لَّسۡتَ عَلَيۡهِم بِمُصَيۡطِرٍ ﴾ [الغاشیۃ:۲۲]

لفظ المصیطرون اور المصیطر قرآن کریم میں بلحاظ اصل ’س‘ کے ساتھ مکتوب ہونا چاہیے لیکن کیونکہ حرف س حروف استعلاء میں سے نہیں ہے اور وہ معنی مقصود صحیح اَنداز میں نہیں اَدا کر پاتا اس لیے کی دوسری قراءت بصاد یعنی المصیطر بھی نازل کردی گئی تاکہ معنی کی تبیین کا حق اَدا ہوسکے۔

حروف قلقلہ وحروف امتداد

قلقلہ سے مراد یہ ہے کہ حروف کو بحالت وقف قدرے جنبش دے کر پڑھنا یہ پانچ حروف ہیں:

ق، ط، ب، ج، د۔ حرف امتداد فقط ضاد ہے۔ یہاں امتداد کا مفہوم یہ ہے کہ زبان کی ابتداء سے انتہاء تک آواز کو اس طرح دراز کرنا کہ تحریک وتقلیل کا شائبہ نہ ہو۔

جب ہم حروف قلقلہ پر غور کرتے ہیں خصوصاً جب قلقلہ کبریٰ ہو تو وہ کلمہ وسعت اور زیادتی کے معنی دے رہا ہوتا ہے یا پھر یہ حروف تاکید کا فائدہ دیتے ہیں، کیونکہ قلقلہ میں قدرے حرف کے تکرار کا احساس ہوتا ہے اور تکرار حرف تاکید کے لیے ہوتا ہے۔ مثلاً ﴿ اقۡرَأۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الَّذِىۡ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ﴾ [العلق:۱،۲]

مذکورہ آیت میں خلق کا ’ق‘ اپنے قلقلہ کی بدولت اللہ رب العزت کی وسعت تخلیق کی غمازی کررہا ہے جبکہ علق میں جنبش حرف سے منی کے قطرات میں موجود Sperms کی کثرت کی طرف اِشارہ کررہا ہے۔ اسی طرح العذاب، الحق، والأسباط، الأحزاب، أزواج، المیعاد۔ یہ بھی اپنے معنی میں وسعت رکھتے ہیں۔

حرف ضاد کی خصوصیت یہ ہے کہ سکون کی حالت میں اس میں کسی چیز کو قوت کے ساتھ روکے رکھنے کے معنی پائے جاتے ہیں اور عدم قلقلہ کی بناء پر کسی طرح کی حرکت اور جنبش کے لیے مانع ہے جیسا کہ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ قَبَضۡنٰهُ اِلَيۡنَا قَبۡضًا يَّسِيۡرًا ﴾ [الفرقان:۴۶]

یہاں حرف ضاد کا سکون اور عدم قلقلہ لفظ ’القبض‘ کے معنی میں تاکید پیدا کررہا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حروف تفخیم وترقیق

بعض حروف کی تفخیم اس کی زیادتی معنی پر دلالت کرتی ہے اسی طرح ترقیق حروف بھی بعض لطیف اشیاء کی گرہ کشائی کرتی ہے۔حروف تفخیم دراصل حروف استعلاء ہی ہیں لیکن بعض حالات میں را بھی مفخم پڑھی جاتی ہے۔ نیز لفظ الجلالہ سے ماقبل فتحہ یا ضمہ ہوتو اسے پر پڑھا جاتا ہے۔ جیسے: ﴿ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ﴾ [الاخلاص:۱] ﴿وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴾ [ابراهیم:۲۷] البتہ ماقبل کسرہ ہوتو باریک ہوتا ہے جیسے بسم اللہ ، الحمد للہ۔

میرا یہ اعتقاد ہے کہ یہ وسیع دراسۃ کا محتاج ہے جس میں حروف کے اصول اور ان سے وجود پانے والے کلمات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

اِدغام مثلین، متجانسین اور متقاربین کے معانی پر اَثرات

اِدغام مثلین: دونوں حروف صفات اور مخرج میں متحد ہوں۔

اِدغام متجانسین: دونوں حروف مخرج میں متحد ہوں اور صفات میں مختلف ہوں۔

اِدغام متقاربین: دونوں حروف مخرج اور صفات میں مختلف ہوں۔

جیسا کہ ہم نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اِدغام کامل معاملے کی قطعیت پر اور کسی زمانی یا مکانی فاصلہ کے عدم وجود پر دلالت کرتا ہے۔لہٰذا ہم چند مزید مثالیں ذکر کر رہے ہیں تاکہ مزید وضاحت ہو جائے۔

اِدغام مثلین

اِرشاد ربانی ہے:﴿ أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِككُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنتُمْ فِي بُرُوجٍ مُّشَيَّدَةٍ ﴾ [النساء:۷۸]

دوران تلاوت یدرککم کے کاف اول کا ثانی میں اس طرح ادغام کریں کہ وہ حرف مشدد ہو جائیں یہ ادغام اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ جب کسی پر موت کا وقت آ پہنچے تو پھر اس کے واقع ہونے میں بے اِنتہا سرعت سے کام لیا جاتا۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اِذْهَب بِّكِتَٰبِي هَٰذَا فَأَلْقِهِ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ ﴾ [النمل:۲۸]

یہاں اذھب بکتٰبی میں باء کا اِدغام یہ اشارہ کر رہا ہے کہ سیدنا سلیمان علیہ السلام نے ہدہد کو بہت سرعت اور تیزی کے ساتھ خط پہنچانے کا حکم دیا تھا۔

اِدغام متجانسین

یہ تاء، دال، طاء، ذال، اور میم میں ہوتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

﴿ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ﴾ [البقرہ:۲۵۶]

'قدتبین' میں تاء کا دال میں اِدغام اس بات کی وضاحت کر رہا ہے کہ قطعی طور پر ہدایت کا بیان ہو چکا ہے اور الغی (گمراہی) کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا ﴾ [یونس:۸۹]

کلمہ مذکورہ میں تاء کا دال میں ادغام سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی فرعون اور اس کے حواریوں کے خلاف بددعا کے جلد قبول ہو جانے کی طرف اِشارہ کر رہا ہے۔

اِدغام متقاربین

یہ چار حروف ل، ر، ق اور ک میں ہوتا ہے جیسے ﴿ وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ﴾ [طٰہٰ:۱۱۴]

قل رب میں لام کا راء میں ادغام تام یہ بیان کر رہا ہے کہ بندۂ مومن کو اللہ رب العزت سے اِضافۂ علم کی دعا میں جلدی کرنی چاہیے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَل رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ [النساء:۱۵۸]

بل رفع الله إليه کا اِدغام رفع عیسیٰ علیہ السلام کے سرعت کا متقاضی ہے۔

اِشمام

اِشمام یہ ہے کہ ہونٹوں کو اس طرح ملانا گویا کہ قاری ضمہ کے پڑھنے کا ارادہ رکھتا ہے لیکن حقیقت میں وہ فتحہ پڑھے یہ قرآن کریم میں سورۃ یوسف میں آیا ہے۔ اِرشاد ربانی ہے: ﴿ قَالُوا يَآبَانَا مَالَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلٰى يُوسُفَ ﴾ [یوسف:۱۱]

لا تأمنا میں اِشمام ہے جو اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ جس طرح سامع کو تردد ہوتا ہے کہ آیا قاری فتحہ پڑھ رہا ہے یا ضمہ اسی طرح جب اخوان یوسف علیہ السلام اِجازت طلب کر رہے تھے تو ان کے قول میں تردد جھلک رہا تھا، کیونکہ وہ بظاہر تو یوسف علیہ السلام کے ناصح ہونے کا اعلان کر رہے تھے لیکن حقیقت میں وہ خائن تھے اسی طرح عملی تردد کی طرف اشمام اشارہ کر رہا ہے۔

سکتات کے معانی پر اثرات

مصحف مدینہ میں موجود ہے کہ امام حفص سے بطریق شاطبی متفق علیہا سکتات کی تعداد پانچ ہے جو درج ذیل ہیں:

① عوجا سکتۃ [سورۃ کہف:۱]
② مرقدنا سکتۃ [یٰسین:۵۲]
③ من سکتۃ راق [سورۃ قیامۃ:۲۷]
④ بل سکتۃ ران [المطففین:۱۴]
⑤ مالیہ سکتۃ [الحاقۃ:۲۸]

جب ہم آیات پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مقامات پر اگرچہ ایک لمحہ کے لیے ہی ٹھہرا جائے، ٹھہرنا ضرور چاہیے، کیونکہ یہ امور ہیں ہی کچھ ایسے کہ تدبر، تفحص اور تحقیق کا تقاضا کرتے ہیں۔

مثلاً: ﴿ وَلَمْ يَجْعَل لَّهُ عِوَجًا ۜ قَيِّمًا ... ﴾ [کہف:۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ آیت میں عوجاً کا سکتہ اس لیے ہے کہ کچھ لحظہ ٹھہر کر غور وفکر کرلو کہ اس کتاب کی کیا قدر ومنزلت ہے اور وہ یہ ہے کہ اس میں کسی قسم کی کجی اور ٹیڑھ پن نہیں ہے بلکہ یہ ایک مستقیم کتاب ہے۔

اِرشادِ ایزدی ہے:﴿ مَنۢ بَعَثَنَا مِن مَّرۡقَدِنَا ۜ هَٰذَا مَا ....﴾ [یٰسٓ:۵۲]

یہاں مرقدنا سے یہ اِشارہ مقصود ہے کہ یہاں ٹھہر کر غور کرو کہ آئندہ جو کلام تم پڑھنے لگے ہو یہ ملائکہ اور اہل ایمان کا کلام ہے نہ کہ کافروں کا۔ کیونکہ اس سے ماقبل کلام میں کافروں نے مسلمانوں سے سوال کیا تھا اس کا جواب دیا جارہا ہے۔

﴿ إِذَا تُتۡلَىٰ عَلَيۡهِ ءَايَٰتُنَا قَالَ أَسَٰطِيرُ ٱلۡأَوَّلِينَ ۝ كَلَّاۖ بَلۡۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُواْ يَكۡسِبُونَ ﴾

[المطففین:۱۳،۱۴]

یہاں لفظ بل میں سکتہ یہ دعوت دے رہا ہے کہ غور تو کرو کہ لوگوں نے کس وجہ سے قرآن کریم کو جھٹلایا وہ صرف یہ تھا کہ ان کے دلوں میں قبولیت حق کی صلاحیت نہیں تھی وہ کفر وشرک اور عدوان بغی سے زنگ آلود تھے۔

صلہ ھا کی ضمیر کے معانی پر اثرات

اِمام حفص ہر اس ہاءِ ضمیر پر صلہ کرتے ہیں جس سے ماقبل اور مابعد متحرک ہو لیکن چند کلمات اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں جو خاص معانی پر دلالت کرتے ہیں۔ جیسے

① يَرۡضَهُ

یہ لفظ سورۃ زمر کی اس آیت میں وارد ہوا ہے:

﴿ وَإِن تَشۡكُرُواْ يَرۡضَهُ لَكُمۡ ﴾ [الزمر:۷]

یہاں عدم صلہ اس بات پر دال ہے کہ جوں ہی بندہ اللہ رب العزت کا شکر بجالاتا ہے تو اللہ رب العزت فی الفور اس پر راضی ہوجاتے ہیں۔

② أَرۡجِهۡ

یہ لفظ یوں استعمال ہوا ہے:

﴿ قَالُوٓاْ أَرۡجِهۡ وَأَخَاهُ ﴾ [الاعراف:۱۱۱]

یہ صلہ اس بات کی طرف اِشارہ کررہا ہے کہ فرعون کے حواری سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کے معاملہ کو بہت ہلکا سمجھ رہے تھے کیونکہ ان کا گمان تھا کہ یہ جادوگر ہیں (نعوذ باللہ)

③ فَأَلۡقِهۡ

یہ سورۃ نمل کی آیت

﴿ ٱذۡهَب بِّكِتَٰبِي هَٰذَا فَأَلۡقِهۡ إِلَيۡهِمۡ ثُمَّ تَوَلَّ ﴾ [سورۃ النمل:۲۸]

میں آیا ہے جو اس بات پر دال ہے کہ سیدنا سلیمان کے ہاں قوم سبا کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔

قواعد تجوید کے ذریعہ بعض احکام کا بھی استنباط ممکن ہے

اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

﴿ فَمَن تَمَتَّعَ بِٱلۡعُمۡرَةِ إِلَى ٱلۡحَجِّ فَمَا ٱسۡتَيۡسَرَ مِنَ ٱلۡهَدۡيِۚ فَمَن لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ ثَلَٰثَةِ أَيَّامٖ فِي

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ ﴾ [البقرہ:۱۹۶]

مذکورہ آیت میں ایام فی پر غنہ ہے جو اس بات کی طرف اِشارہ کررہا ہے کہ ایام حج میں فوراً روزے رکھنا ضروری نہیں بلکہ دوران ایام معاملہ میں وسعت ہے جبکہ وسبعة إذا رجعتم کا عدم غنہ اس بات پر دال ہے کہ حاجی کو گھر پہنچتے ہی فوراً روزے رکھنے چاہئیں کسی قسم کی تاخیر نہیں کرسکتا۔

سورۃ الکہف میں اَحکام تلاوت کا معانی پر اَثرات

﴿زِدْنٰهُمْ هُدًى﴾ کی دال پر قلقلہ ہے جو اللہ رب العزت کی طرف اعطائے کثرت ہدایت پر دال ہے اسی طرح ﴿وَرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ﴾ [الکہف:۱۴] میں رَبَطْنَا کا قلقلہ ان کے تعلق کی گہرائی کی طرف اِشارہ کررہا ہے۔

﴿إِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ﴾ [الکہف:۱۷] میں طَلَعَتْ تَزٰوَرُ کا ادغام اس طرف اشارہ کررہا ہے کہ سورج طلوع ہی ان کے کہف کے دائیں طرف ہوتا تھا یہ نہیں کہ پہلے طلوع کا مقام کچھ اور ہوتا بعد ازاں کہف سے دائیں طرف پھرتا۔

◉ سورۃ کہف میں اصحاف کہف کی تعداد بذریعہ قواعد تجوید بھی معین کرنا ممکن ہے۔﴿ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ﴾ [الکہف:۲۲] یہاں ثلثة اور رابعهم کے درمیان عدم غنہ ہے جو اس بات پر دال ہے کہ اس پر تفکیر کی ضرورت نہیں ہے یہاں جلدی سے گزر جاؤ اس کے بعد ﴿ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ ﴾ [الکہف:۲۲] میں غنہ اس پر قدرے غور کی دعوت دے رہا ہے اور ﴿ سَبْعَةٌ وَّ ثَامِنُهُمْ ﴾ [الکہف:۲۲] میں ادغام بھی ہے غنہ جو اس کی طرف اِشارہ کررہا ہے کہ تعداد اس قابل ہے کہ اس پر اس مسئلہ میں بنیاد رکھی جائے۔

﴿ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْئَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴾ [الکہف:۷۰]

یہاں کا اِظہار اس بات پر دال ہے کہ جس طرح یہاں عدم غنہ ہے اس طرح موسیٰ کو عدم سوال کی نصیحت ہے اور حَتّٰى أُحْدِثَ لَكَ کی مد میں اس بات کی طرف اِشارہ ہے کہ یہاں سے اگر علم کی دولت حاصل کرنی ہے تو ایک لمبا عرصہ ساتھ گزارنا پڑے گا۔

ہم نے اس سلسلہ میں ایک ادنیٰ سی کاوش کی ہے اللہ رب العزت قبول فرمائے اور اہل علم کو قرآن کے اس پہلو پر بھی سوچنے کی توفیق دے۔ آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ثناء اللہ زاھدی*
مُترجِم: قاری مصطفیٰ راسخ☆

علم روایت میں تقسیم آحاد وتواتر

گذشتہ شمارہ میں محمد آصف ہارون کے قلم سے 'تواتر کا مفہوم اور ثبوتِ قراء ات کا ضابطہ' کے زیرعنوان ایک تحقیقی مقالہ شائع کیا گیا تھا۔ زیر نظر مضمون کو اسی اُصولی موضوع کا تسلسل شمار کرنا چاہئے، جس میں فاضل شخصیت، معروف عالم دین مولانا حافظ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ نے فن خبر میں 'تقسیم آحاد وتواتر' کا ایک تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے۔ انہوں نے دلائل کے ساتھ بالتفصیل اس بات کو واضح کیا ہے کہ علم روایت میں کسی خبر کی تقویت کا اساسی معیار عددی اکثریت یا اقلیت نہیں، بلکہ راوی کا کردار (عدالت)، صلاحیت (ضبط) اور اتصالِ سند وغیرہ ہے۔ ہمیں ان کے مؤقف سے اس حد تک کامل اتفاق ہے کہ معتزلہ اور بعض متاخر اُصولیین کا، ان بنیادی شرعی معیارات سے قطع نظر، روایت کو افراد کی کثرت وقلت (تواتر وآحاد) کے معیارات پر پرکھنا سلف صالحین کے متفقہ تعامل سے انحراف کی بنا پر ایک واقعی بدعت ہے۔ لیکن علم وتحقیق کے میدان میں جس طرح ہر مؤقف سے کلی اتفاق ضروری نہیں، ہم بھی عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت العلام کی یہ رائے کہ محدثین کے ہاں 'تقسیم آحاد وتواتر' خبر کی کوئی مسلمہ تقسیم نہیں، مناسب نہیں۔ اگر بعض لوگ روایات کی قبولیت ورد کا معیار عددی اکثریت یا اقلیت کو تسلیم کرتے ہیں تو ان کے ردّعمل میں سرے سے تقسیم آحاد وتواتر کا انکار کردینا گویا علمائے حدیث کی ایک ہزار سالہ متفقہ رائے سے چشم پوشی ہے، جس کے حوالے سے رُشد قراءات نمبر اوّل ودوم میں 'تعارف علم قراء ات' نامی مضمون میں سوال نمبر ۱۸ تا ۲۲ میں اور جناب آصف ہارون کے محولہ بالا مضمون میں تفصیلاً بحث پیش کردی گئی ہے۔

اس اختلاف سے قطع نظر عمومی پہلو سے حضرت حافظ صاحب حفظہ اللہ کا یہ مؤقف کہ قبولِ روایت میں اساسی شے عددی قلت وکثرت نہیں بہرحال ایک مفید بحث ہے جس کی 'ضابطہ ثبوت قراء ات' سے یک گونہ مناسبت کی وجہ سے رُشد قراء ات نمبر سوم میں اسے ہدیہ قارئین کیا جارہا ہے۔ [ادارہ]

خبر متواتر اور خبر واحد کی تقسیم سے متعلق یہاں چند انتہائی اہم امور پر متنبہ ہونا ضروری ہے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

① متواتر اپنی متعدد تعاریف، اَحکام، مختلف شرائط اور کتب اُصول وغیرہ میں مذکور وسیع اختلاف کے باوجود ایسی شئ ہے کہ اسے اصلاً اور ابتداءً مسلمانوں نے ایجاد اور وضع نہیں کیا اور نہ ہی یہ لفظ کلی یا جزئی طور پر اپنے اصطلاحی متعلقات کے ساتھ عہد نبوی ﷺ، عہد صحابہ رضی اللہ عنہم اور عہد تابعین رحمہم اللہ میں متعارف تھا۔ بلکہ اس فکر (یعنی خبر متواتر اور خبر

* مدیر مرکز الإمام البخاري للتراث والتحقیق بالجامعة الإسلامیة ، صادق آباد
☆ فاضل کلیة القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ ورُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واحد کی فکر) کی بنیاد کتبِ فلاسفہ ہیں۔ عباسی خلیفہ عبداللہ بن ہارون الرشید المأمون (المتوفی:۲۱۸ھ) نے بڑے اہتمام سے ان کتب کے ترجمے کروائے جس کے نتیجے میں یہ فکر، اِسلامی اَبحاث اور دینی مقامات میں داخل ہوگئی۔ نیز اس کے حلقہ اَحباب میں شامل عیسائی اطباء اور فرقہ جھمیہ کے علماء وغیرہ نے اس میں اَہم کردار اَدا کیا۔

یہ کتب ،فلسفہ کی چار اَنواع پر مشتمل تھیں:

① ریاضیات: یعنی انجینئر نگ، جغرافیہ، علم الأعداد اور علم موسیقی وغیرہ۔

② طبیعیات: یعنی نباتات، معدنیات، حیوانات، کائنات، جسم، صورت، زمان ومکان اور حرکت وغیرہ کا علم۔

③ الٰہیات: یعنی واجب الوجود، فرشتوں اور نفسیات وغیرہ کی بحث۔

④ منطقیات: اور یہ پانچ ہیں۔ شعر، خطب، جدل، برھان اور مغالطہ کی صنعت، فلاسفہ کے ہاں اس کو ضاعات خمسہ کہا جاتا ہے۔

اِن ضاعات خمسہ میں سے برہان (جس کو فلاسفہ قیاس برھانی کہتے ہیں) تیرہ (۱۳) مادوں پر قائم ہے۔ ان میں سے ایک متواترات کا مادہ ہے۔ جیسا کہ ابن سیناء کی شفاء المنطق [قسم البرھان:۶۷] میں ، الشمسیة فی المنطق مع شروحھا [ص:۳۰۷،۳۰۸] میں، ایسا غوجی [ص:۷۴] میں، المنطق للشیعي محمد رضا المظفر [ص:۲۶۴] میں،محك النظر لابن حزم [ص:۲۳۴] میں، مقاصد الفلاسفة للغزالي [ص:۳۹] میں اور لقطة العجلان للزرکشی [ص:۱۱۳] وغیرہ جیسی کتبِ فلسفہ ومنطق میں تفصیلاً موجود ہے۔

② جب مسلمان اہل علم نے ان کتب سے یہ فکر لے لی اور اس کے ظاہری حسن و جمال سے متاثر ہوگئے تو بعض اہل علم نے اس کو، اخبار اور مرویات کو پرکھنے کے محدثین کے نظام تحقیق پر تطبیق دینے کی کوشش کی۔ اور اپنے گمان کے مطابق وہ محدثین کے نظام کو مضبوط اور اس کی بنیادوں کو پختہ کررہے تھے۔ جیسا کہ عام اَہل الرائے اور متکلمین اصولیوں نے کیا۔ جبکہ بعض بدعتی فرقوں نے اپنی بدعات وخرافات کو رواج دینے کے لیے متون اور اَسانید کی تحقیق و تدقیق پر مبنی محدثین کے منہج سے جان چھڑا کر اَخبار کو متواتر اور آحاد میں تقسیم کردیا اور کہا کہ جو کچھ محدثین روایت کرتے ہیں اس میں سے کچھ بھی متواتر نہیں ہے اور اخبار آحاد اس اَمر میں حجت نہیں ہیں۔

پھر مذکورہ دونوں مکاتب فکر، اپنی نیتوں کے اختلاف اور عقائد کے فرق کے باوجود، ان اُمور کی شرح اور تفاصیل بیان کرتے وقت علمی فتنے میں مبتلا ہوگئے جس میں قدیم فلاسفہ ہوئے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے اَخبار کو ابتدائی طور پر متواتر اور آحاد میں تقسیم کردیا پھر ان دونوں کے درمیان ایک اَساسی فارق کے ساتھ تمیز کردی اور کہا:

پہلی قسم: (متواتر) میں تو کمیت وکیفیت کے اِعتبار سے مجہول عوامی کثرت سے قطعیت حاصل ہوجاتی ہے۔

دوسری قسم: (آحاد) میں ظن معلق رہتا ہے۔ لہٰذا انہوں نے متواتر کی صحیح تعبیر اور یقین تک پہنچانے والی حقیقی شرائط اور اس اصطلاح اور اس کے تابع اَحکام کی معنویت کی تحقیق میں محکم ضوابط کی توضیح میں شدید اختلاف کیا ہے۔

اَکثر لوگوں نے اس مقصد کے لیے متواتر کی تعریف اُسی اَساس اور بنیاد پر کی ہے جو بنیاد اور اَساس کتب فلاسفہ نے مہیا کی تھی یعنی حصول قطعیت کے لیے صرف عوامی کثرت پر اعتماد کرنا۔ چنانچہ انہوں نے متواتر کی تعریف کچھ یوں کی ہے:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"ما رواه قوم لا يحصىٰ عددهم ولا يتوهم تواطؤهم على الكذب."

''جس کو ایک لاتعداد قوم نے روایت کیا ہو اور ان کے جھوٹ پر اکٹھا ہونے کا گمان نہ ہو۔''

اِبتداءً اس اَساس پر یہ تعریف بڑی خوبصورت اور شاندار نظر آتی ہے اور عقل وفکر کو خوش کردیتی ہے لیکن اگر تحقیق وتدقیق اور گہری نظر سے دیکھا جائے تو یہ اَساس فاسد اور انتہائی لغو محسوس ہوتی ہے، کیونکہ مکارم اخلاق، محاسن اَقدار اور اعلیٰ خصائل سے عاری فقط عددی اکثریت اغلب معاشروں میں، جہالت، گمراہی، رذالت و دناءت کا خلاصہ ہے۔ چنانچہ فقط عددی اکثریت کو احکام شرعی سے متعلق رِوایات واَخبار کے باب میں قطعیت و یقین کی علت بنانا درست اور مناسب نہیں ہے۔ نہ تو اللہ تعالیٰ اس فکر کو پسند کرتا ہے اور نہ ہی علماء میں سے صاحب عقل وبصیرت اس کی تائید کرتے ہیں۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [یوسف:۲۱] ''مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

﴿وَلٰكِنَّ أَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ﴾ [زخرف:۷۸] ''لیکن تم میں اکثر کو حق ناگوار گزرتا ہے۔''

﴿وَأَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [آل عمران:۱۱۰] ''ان کے اکثر افراد نافرمان ہیں۔''

﴿وَأَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ﴾ [المائدہ:۱۰۳] ''اور ان میں سے اکثر بے عقل ہیں''

﴿وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ﴾ [الانعام:۱۱۱] ''لیکن ان میں سے اکثر جاہل ہیں۔''

﴿وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا﴾ [یونس:۳۶]

''حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ، محض قیاس اور گمان کے پیچھے چلے جارہے ہیں۔''

﴿أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ أَوْ يَعْقِلُوْنَ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعٰمِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيْلًا﴾ [الفرقان:۴۴]

''کیا تم سمجھتے ہو کہ ان میں سے اکثر لوگ سنتے اور سمجھتے ہیں؟ یہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔''

﴿وَأَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ﴾ [الشعراء:۲۲۳] ''اور ان میں سے اکثر جھوٹے ہیں۔''

﴿وَإِنْ تُطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [الأنعام:۱۱۶]

''اے نبیﷺ! اور اگر تم ان لوگوں کی اکثریت کے کہنے پر چلو جو زمین میں بستے ہیں تو وہ تمہیں اللہ کے راستہ سے بھٹکا دیں گے۔''

قرآن مجید میں اس معنی کی متعدد آیات مبارکہ موجود ہیں جو اس اَمر پر دلالت کرتی ہیں کہ محض عوامی کثرت جھوٹ، جہالت، فسق اور گمراہی کا مجموعہ ہے، ان سے یقینی حکایات اور قطعی اَخبار کا حصول مناسب نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ نے اُمور شریعت یا کسی اَمر کے ثبوت اور صدق کے لیے ایسے لوگوں کی روایت پر اعتماد کرنے کا اِنکار کیا ہے۔

- اہل علم میں سے اِمام الحرمین الجوینی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'البرھان' [۵۷۲،۵۷۸/۱] میں لکھتے ہیں:

"ما من عدد تمسك به طائفة إلا ويمكن فرض تواطئهم على الكذب."

''کوئی بھی اَیسا عدد نہیں ہے جس پر ایک جماعت نے اعتماد کیا ہو، مگر اس کا جھوٹ پر اکٹھا ہونے کا اِمکان موجود رہتا ہے۔''

- امام رازی رحمہ اللہ اپنی کتاب 'المحصول' [۳۷۷/۴] میں فرماتے ہیں:

"الحق أن العدد الذي يفيد قولهم العلم غير معلوم، فإنه لا عدد يفرض إلا وهو غير

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مستبعد في العقل صدور الكذب عنهم."

''حق بات یہی ہے کہ علم کا فائدہ دینے والا عدد غیر معلوم ہے، کیونکہ کوئی بھی فرضی عدد ایسا نہیں ہے، مگر عقلاً ان سے جھوٹ کا صدور بعید نہیں ہے۔''

◉ امام سرخسی رحمہ اللہ 'الاصول' [۲۹۴/۱] میں فرماتے ہیں:

"لا يوجد حد من حيث العلم يثبت به علم اليقين."

''عدد کی کوئی ایسی متعین حد نہیں پائی جاتی جس سے علم یقینی حاصل ہوتا ہو۔''

◉ امام سبکی رحمہ اللہ 'رفع الحاجب' [۳۰۴/۲] میں فرماتے ہیں:

"ويختلف عدد التواتر باختلاف قرائن التعريف، وأحوال المخبرين، والاطلاع عليهما، وإدراك المستمعين، والوقائع."

''تفصیلات، مستمعین کے ادراک، اطلاع خبر، مخبرین کے احوال اور تعریف کے قرائن مختلف ہونے کے سبب تواتر کا عدد بھی مختلف ہوتا ہے۔''

اَحناف میں سے امام بزدوی رحمہ اللہ، امام سرخسی رحمہ اللہ، امام حسامی رحمہ اللہ، امام اتقانی رحمہ اللہ اور امام خبازی رحمہ اللہ وغیرہ نے تواتر میں معتبر عددی کثرت کو عدالت، اسلام، تباین اماکن، آراء کے اختلاف اور اختلاف طبائع وغیرہ میں مقید کیا ہے۔ اگر ان کے نزدیک محض عوامی اکثریت متواتر میں قطعیت کی علت ہوتی تو وہ محض عددی اکثریت کو ان شروط واوصاف میں مقید نہ کرتے۔

③ حصول یقین کے لیے مذکورہ عوامی کثرت کو معتبر کہنے والوں نے اس پر اعتماد کرنے میں شدید اختلاف کیا ہے۔ان کا یہ اختلاف دو اعتبار سے ہے۔

❶ مقدار کے اِعتبار سے

حصول یقین کے لیے بعض نے کہا ہے کہ راویوں کی تعداد پانچ ہو، بعض نے سات، بعض نے دس، اسی طرح بعض نے بارہ، بیس، چالیس، ستر، تین سو، چودہ سو، پندرہ سو، سترہ سو، اور بعض نے کہا کہ اتنی تعداد ہو کہ پورا شہر ان سے بھر جائے یا بعض نے کہا اسے لاتعداد لوگوں نے نقل کیا ہو یا بعض نے کہا کہ پوری اُمت نے اسے روایت کیا ہو وغیرہ وغیرہ۔

مذکورہ اقوال ،كشف الأسرار لعلاء الدين البخاري [۲۵۷/۲]، البحر المحيط للزركشي [۲۳۲/۴]، الإيضاح للمازري [ص۴۲۶]، التمهيد لأبي الخطاب [۲۸/۳]، تحفة المسئول لابن موسیٰ [۳۲۴/۲] اور دیگر اُصول مصادر میں موجود ہیں۔

انہوں نے پانچ کے عدد سے لے کر پوری اُمت کو اس میں شامل کر دیا ہے اور یہ اجماع کا مسئلہ ہے تواتر کا نہیں۔ اِجماع سے کم شئ پر ان کا دل مطمئن نہیں ہوا۔

اس اِختلاف، اضطراب اور تشویش کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ایک ایسی چیز (محض عوامی کثرت) کو قطعیت کی علت قرار دے دیا ہے جو درحقیقت قطعیت کی حقیقی علت نہیں ہے۔اس کے ظاہری جمال کو دیکھ کر ہر شخص یہی گمان کرتا ہے کہ یہ حقیقی فکر اور علت ہے حالانکہ یہ صرف وہم اور خیال ہے۔ ﴿كَسَرَابٍۭ بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْـَٔانُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جَآءَہٗ لَمۡ یَجِدۡہُ شَیۡئًا﴾ [النور:۳۹]

۲ اَوصاف کے اعتبار سے

بعض کہتے ہیں کہ یہ کثرت لاتعداد ہو اور ذاتی طور پر اس کا جھوٹ پر متفق ہونا ناممکن ہو۔ جبکہ بعض کہتے ہیں کہ ذاتی طور پر کی بجائے اسلام، تقویٰ، عدالت، تباین اماکن، تفرق ھمم اور مختلف طبائع و آراء کی بناء پر جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، اسی طرح دیگر قرائن موجبہ کی وجہ سے جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو، جن سے قطعیت اور یقین حاصل ہوتا ہے۔
جیسا کہ امام اتقانی رحمہ اللہ نے 'التبیین' [۵۸۲/۱] میں، بزدوی نے 'الاصول' [۶۵۸/۲] میں، خبازی نے 'المغني' [ص:۱۹۱] میں، سرخسی نے 'الأصول' [۲۸۲/۱] میں، حسامی نے 'المنتخب' [۴۱۷/۱] اور ابویعلی نے 'العدۃ' [۸۵۶/۳] میں نقل کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ محض عوامی کثرت جس پر فلاسفہ کے ہاں تواتر کا مدار ہے وہ اپنی اصلی طبیعت میں کسی قطعی یا یقینی شیٔ کی تحقیق کے لیے مناسب نہیں ہے، ورنہ یہ لوگ اس کی مقدار اور اَوصاف میں اتنا شدید اِختلاف نہ کرتے کہ اختلافی مسائل میں جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔

④ فلاسفہ کے تواتر کی معمولی فکر اور قطعی اُمور کی تحقیق میں اس کے غیر صالح ہونے کی وجہ سے متعدد متقدمین ومتاخرین نے عددی کثرت کا اعتبار کرنا ترک کر دیا۔ کیونکہ تنہا عددی کثرت سے قطعیت حاصل نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اِمام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”غير مستبعد فی العقل صدور الكذب عنهم“، ”ان سے جھوٹ کا صدور عقلاً بعید نہیں ہے۔“

چنانچہ انہوں نے اس کی تعریف میں فقط حصول قطعیت پر اعتماد کیا ہے کہ ”ما أفاد القطع“ جو قطعیت کا فائدہ دے' یا ”ماحصل العلم عنده“ ”جس سے علم حاصل ہو' یا ”کل خبر أوجب العلم ضرورۃ“ ”ہر وہ خبر جو علم ضروری کو واجب کردے، وہ متواتر ہے۔“

ان تعریفات میں کلمہ 'ما' اور 'کل' عموم کے صیغے ہیں جو ہر اس عددی کثرت یا قلت کو شامل ہیں جو عدالت، ضبط، اِتقان، قرائن موجبہ یا سامع کے مزاج، صلاحیت اور اَحوال کے ساتھ قطعیت کا فائدہ دے۔ ان کے عموم کا تقاضا ہے کہ ہر وہ شیٔ جو کسی بھی وجہ سے یقین کا فائدہ دے وہ متواتر اصطلاحی ہے۔

لیکن عام اہل رائے، متکلمین اُصولیین اور اکثر مبتدعہ جیسے اَشاعرہ اور ماتریدیہ وغیرہ نے اپنی کتب اصول میں اس کی مذکورہ تعاریف کی ہیں جو اس کے اِمکان کی تحقیق اور اس کے فہم کو اذہان کے قریب کرنے پر دلالت کرتی ہیں۔ لیکن وہ اپنی فقہی اور عقائدی اَبحاث میں اس کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ محض عدد کے سقیم نظریے کو ہی ملحوظ رکھتے ہیں۔ چنانچہ وہ اَحادیث پر تواتر اور آحاد کا حکم لگاتے وقت کثرت اور عدم کثرت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ مگر ان اَحادیث میں ایسا حکم نہیں لگاتے جو ان کی خواہش، رائے اور بدعت کے موافق ہو۔ چنانچہ اس میں وہ کہتے ہیں کہ یہ متواتر ہے یا پھر متواتر کے حکم میں ہے۔ اَہل رائے اور مبتدعہ میں یہ معروف شیٔ ہے۔ ونعوذ باللہ من ذلك.

مگر جس شخص کی رگوں میں ارسطو کا فلسفہ خون کی طرح گردش کر رہا ہو اس کا معاملہ ان سے مختلف ہے وہ اس شکل میں ﴿یَتَجَرَّعُہٗ وَلَا یَکَادُ یُسِیۡغُہٗ﴾ [ابراھیم:۱۷] کا مصداق بن جاتا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ جب اَخبار میں قطعیت کے حصول کے لیے عددی کثرت کے علاوہ دیگر اَسباب بھی موجود ہیں تو پھر محض عددی کثرت کے جنون میں مبتلا ہونے کی معقولیت سمجھ میں نہیں آتی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ قطعیت کے دیگر کئی موجبات موجود ہیں۔

اگر تواتر سے صرف قطعیت مقصود ہے تو پھر تنہا عددی کثرت کے ساتھ اس کی تعریف کرنا درست نہیں ہے اور اگر اس کا مقصود اَخبار کی عددی تقسیم ہے تو پھر تواتر کی تحقیق کے لیے جمیع اَحوال میں، عدد کو قطعیت کے ساتھ معلق کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ کیونکہ بسا اَوقات مشہور، عزیز اور غریب سے بھی قطعیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اس کی عددی تقسیم کے اعتبار سے اس کی ماہیت میں کوئی اضطراب اور محدثین کی اصطلاح میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ اور اگر تواتر کا مقصود کما و کیفا مجہول عددی کثرت اور قطعیت کو جمع کرنا ہے جو ان کا مقصود ہے تو اس جمع میں سب فساد ہی فساد ہے۔ کیونکہ مجہول کثرت جمیع اَحوال میں قطعیت کا فائدہ نہیں دیتی اور اگر اس سے قطعیت پیدا ہو بھی جائے تو اس کا کوئی ضابطہ نہیں بنایا جاسکتا۔

علمی مصطلحات کا تقاضا ہے کہ اس کی ماہیت، شروط اور نتائج معلوم و منضبط ہوں۔ ورنہ یہ مہملات ہوں گی جن سے نفیس حقائق اور شرعی مفاہیم اَخذ کرنا تو درکنار، ان سے علمی مصالح بھی اخذ نہیں کیے جاسکتے۔ مجہول عددی کثرت اور قطعیت کے درمیان فساد کی یہی وجہ ہے۔ متواتر کی تعبیر اور تعریف میں اختلاف اور اہل علم کی عبارات میں تنوع بھی اسی فساد اور مشکل سے نکلنے کی وجہ سے ہے جس کی طرف ہم نے اِشارہ کیا ہے اور یہ مسلسل قائم ہے۔ جن سے صرف دو وجوہ سے نکلا جاسکتا ہے۔

❶ یا تو یہ کہا جائے کہ جو بھی قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے۔ خواہ کسی اعتبار سے بھی فائدہ دے، وہ اصطلاحاً متواتر ہے۔ اور عددی کثرت کے جنون سے نکلا جائے۔ جیسا کہ اِمام رازی رحمہ اللہ 'المعالم' [ص:۳۵] میں فرماتے ہیں:

''تواتر کی تین شروط ہیں:

① مخبر عنہ محسوس ہو ② مخبرین نے ایسی حالت پر خبر دی ہو جس حالت پر ان کا جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو اور جھوٹ کے اِمکان سے مانع یہ حالت کبھی تو مخبرین کی کثرت سے حاصل ہوتی ہے اور کبھی سارے قرائن کے حصول سے حاصل ہوتی ہے۔

یعنی اِمام رازی رحمہ اللہ نے (صرف کثرت رواۃ کی بجائے) تمام قرائن کے سبب، جھوٹ کے اِمکان سے مانع حالت کا اِعتبار کیا ہے اور اسے اِصطلاحاً تواتر کہا ہے۔ لیکن اس صورت میں یہ (متواتر) حجت لازمہ کی حیثیت سے خارج ہوجائے گا اور دیگر عوارض شخصیہ کی مانند ایک عارضہ باقی رہ جائے گا جو بعض معیّن اشخاص کو معین موجبات کے سبب پیش آتے ہیں جیسے خوشی، غمی، غصہ، کھانسی اور بخار وغیرہ۔ جس طرح ان عوارض کو دوسروں تک متعدی کرنے کا مکلّف نہیں بنایا جاسکتا، اسی طرح بعض اشخاص کو حاصل ہونے والی قطعیت کو دیگر پر لازم نہیں کیا جاسکتا۔

❷ یا یہ کہا جائے کہ متواتر وہ ہے جس کے رواۃ کی تعداد فلاں عدد سے کم نہ ہو، جیسا کہ محدثین کے ہاں مشہور، عزیز اور غریب کی تعریف میں کہا گیا ہے اور جمیع اَحوال میں اس (متواتر) کے ساتھ قطعیت کی تحقیق کے جنون سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھٹکارا پالیا جائے۔ اور یہی کہنا واجب ہے۔خصوصاً ان لوگوں کے ہاں جو متواتر کے رواۃ میں اسلام اور عدالت وغیرہ جیسی شروط لگاتے ہیں۔ ورنہ یا تو عدد غیر منضبط ہوگا جس سے تقسیم باطل ہوجائے گی یا قطعیت ثابت نہیں ہوگی جس سے تواتر، مشہور، عزیز اور غریب کی تفریق باطل ہوجائے گی اور تواتر شیطانی کھلونا بن جائے گا جسے بیمار دلوں والے اپنی بدعات وخرافات کی ترویج کے لیے استعمال کریں گے۔ اُنہوں نے اسے استعمال کیا، بلکہ مستقبل میں بھی کرتے رہیں گے۔

⑥ مصطلحات کو اِیجاد کرنے کا علمی طریقہ یہ ہے کہ اَسباب، شروط اور موجبات کے ذریعے، جن پر اصطلاح کی معنویت قائم ہوتی ہے، نتائج تک پہنچنے کی کوشش کرنا۔ جیسا کہ عدالت، ضبط، اِتصال سند اور عدم علّت وشذوذ کے ذریعے صحت حدیث تک پہنچا جاتا ہے اور اَرکان، اصل، فرع اور علت کے ذریعے وجود قیاس تک پہنچا جاتا ہے۔ نہ کہ نتائج کے تحقق کے ذریعے اَسباب تک پہنچا جائے۔ کیونکہ شرائط اور موجبات، جن پر نتائج متحقق ہوتے ہیں، یہی اعتبار اور قیاس کے وقوع کے لیے مصطلحات کی تنسیق کرتے ہیں اور مصطلحات کو اَحکام و اِنضباط کی صنعت سے منضبط کرتے ہیں نہ کہ اثبات، تعریف اور تحقیق میں نتائج کے بعد شرائط وعلل بیان کی جائیں۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ میں صحت خبر کی وجہ سے عدالت، ضبط اور اتصال سند پر استدلال کرتا ہوں یا کہے کہ میں قیاس کے وجود کی وجہ سے اس کے ارکان پر استدلال کرتا ہوں تو ایسے آدمی کو اپنے دماغ میں موفّق علماء کی فکر کا حامل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اسی طرح اس آدمی کی رائے میں بھی کوئی معقولیت نہیں ہے، جو کہتا ہے کہ متواتر، عدد کثیر اور قطعیت سے عبارت ہے۔ پھر کہتا ہے:

”بأننا بحصول العلم الضروري نستدل على كمال العدد، لا إنا نستدل بكمال العدد على حصول العلم.“

’’ہم علم ضروری کے حصول کے ساتھ، کمال عدد پر استدلال کرتے ہیں، نہ کہ کمال عدد کے ساتھ حصول علم پر اِستدلال کرتے ہیں۔‘‘

جیسا کہ اِمام علاء الدین البخاری رحمہ اللہ نے کشف الأسرار [۲/۶۵۸] میں، امام جزری رحمہ اللہ نے 'جامع الأصول' [۱/۱۲۲] میں، امام سبکی رحمہ اللہ نے 'جمع الجوامع مع الغيث الهامع' [۲/۴۸۳] میں، امام الکاکی رحمہ اللہ نے 'جامع الأسرار' [۳/۶۳۷] میں، امام فناری رحمہ اللہ نے 'الفصول' [۲/۲۱۵] میں، امام الهمام رحمہ اللہ نے 'التحرير' [ص:۳۱۰] میں اور امام قاآنی رحمہ اللہ نے 'شرح المغني' [۲۷] میں نقل کیا ہے۔

کیونکہ اس سے عدم اِنضباط لازم آتا ہے اور جو شیٔ محکم اور عامۃ الناس کے ہاں معتبر اصولوں سے منضبط نہ ہو اسے شخصی فائدہ گردانا جاتا ہے، جو مختلف اَسباب اور مختلف اَوقات میں مختلف لوگوں کو پیش آتا ہے اور وہ حجیت تامہ کی صلاحیت سے محروم ہوجاتا ہے۔ لہٰذا وہ قاعدہ احتجاج اور اِستدلال میں لاکر شیٔ کی نفی یا اثبات کے وقت مدمقابل پر پیش کرنا مناسب نہیں ہوتا۔

⑦ خبر شرعی ہو یا غیر شرعی، اِنسان لامحالہ زیادہ سے زیادہ اسے سنتا اور سنانا چاہتا ہے۔ فکر صحیح، عقل سلیم اور منہج مستقیم کا تقاضا ہے کہ اللہ کی شریعت میں سے سچ اور جھوٹ کے موجبات اور اَسالیب کو تلاش کیا جائے۔ پھر تحقیق روایات اور تدقیق اَخبار کے لیے ان اصولوں پر اعتماد کیا جائے جن پر شریعت نے اعتماد کیا ہے۔ یہ غیر معقول اَمر ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ ایسے اصولوں پر اعتماد کیا جائے جن پر شریعت نے اعتماد نہ کیا ہو اور اجتماعی یا شخصی اُمور زندگی میں ان کو ان اُمور کا پابند نہ کیا گیا ہو۔ جن اُمور کا شریعت نے اِعتبار کیا ہے وہ صداقت، عدالت، امانت اور ہر وہ شئ جو جھوٹ کی ضد ہو جیسی صفات کا راوی میں پایا جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ [الطلاق:۲] ''اور تم اپنے میں سے دو عادل لوگوں کو گواہ بنا لو''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ﴾ [المائدہ:۹۵] ''اور تم میں سے دو عادل آدمی اس کا فیصلہ کریں۔''

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا﴾ [الحجرات:۶] ''اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔''

اور اس معنی کی متعدد نصوص موجود ہیں۔ اسی طرح شریعت نے ضبط، اتقاق اور سنی ہوئی شئ کو یاد رکھنے جیسی صفات کا اعتبار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ أَن تَضِلَّ إِحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَىٰ﴾ [البقرہ:۲۸۲]

''اگر ان میں سے ایک بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلائے۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

« نَضَّرَ اللهُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا وَأَدَّاهَا كَمَا سَمِعَهَا » . [المستخرج على المستدرك:۱۳]

''اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے میری بات کو سنا، اپنے پاس محفوظ کرلیا اور جیسا سنا تھا اسے آگے پہنچا دیا۔''

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

«كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ» . [مسلم:۵]

''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر سنی سنائی بات کو آگے بیان کردے۔''

اسی طرح شریعت نے فہم صحیح (غیر فاطیٔ) کے ساتھ سماع متصل کا اعتبار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ﴾ [الانفال:۲۱]

''اور تم ان لوگوں کے مانند نہ ہو جاؤ جنھوں نے کہا کہ ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے ہیں۔''

اسی طرح شریعت نے عدم شذوذ، عدم انحراف، عدم تفرد اور عدم تطرف کا بھی اعتبار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ [النساء:۱۱۵]

''اور جو شخص ہدایت واضح ہو جانے کے بعد رسول ﷺ کی مخالفت کرتا ہے اور غیر سبیل المؤمنین کی پیروی کرتا ہے، ہم اُسے اسی طرف ہی پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ پھر جاتا ہے اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے۔''

اِتنی احتیاط کے باوجود اَخبار کو لاحق خفیہ علتوں کی تحقیق و تدقیق کا حکم دیا گیا ہے، جن کو صرف خواص ہی جانتے ہیں، عامۃ الناس نہیں جانتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ﴾ [الاسراء:۳۶] ''اور اس چیز کے پیچھے مت چل جس کا تجھے علم نہیں ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿إِن جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوٓا﴾ [الحجرات:٦١] ’’اگر تمہارے پاس فاسق کوئی خبر لائے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو۔‘‘
یعنی فاسق آدمی کی خبر کی تحقیق وتدقیق کا حکم دیا گیا ہے جو اس کی ظاہری صحت سے مانع نہیں ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

«مَنْ أُفْتِيَ بِفُتْيَا مِنْ غَيْرِ ثَبْتٍ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلٰى مَنْ أَفْتَاهُ» [دارمی:١٦١]
’’جس شخص نے بغیر ثبوت کے فتویٰ دیا اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔‘‘

یہ ہے اَخبار و رِوایات کی تحقیق وتدقیق کا ربانی منہج، جس پر محدثین کرام چلتے رہے اور اُمت نے اس روشن منہج پر اعتماد کیا۔ یہی وہ کامل منہج ہے جو حق کی باطل سے، مقبول کی مردود سے اور صحیح کی ضعیف سے تمیز کردیتا ہے۔

لیکن فلاسفہ کا تواتر جو مجہول عوامی کثرت پر قائم ہے وہ متضاد افکار اور تشویشناک تصورات کا مجموعہ ہے۔ اخبار و روایات اور شہادات کی تحقیق و تدقیق میں شریعت نے اس پر اعتماد نہیں کیا۔ عبادات و معاملات جیسی بندوں کی ضروریات کو اس پر معلق نہیں کیا۔ اللہ کی شریعت کے اصول میں یہ مہجورہ، مرفوضہ اور ملغی (تواتر) ہے۔

⑧ متواتر کی ماہیت کو بیان کرنے کے لیے اصولیوں کی ذکر کردہ تعاریف کا خلاصہ یہ ہے کہ متواتر صدق محض ہے یا متواتر صدق ہی ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ عقیدہ رکھنا انتہائی فاسد ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک متواتر وہ ہے جس کو کثیر اَفراد نقل کریں اگر تو ان کثیر اَفراد کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا محال ہو تو وہ متواتر صدق ہے اور اگر ان کا جھوٹ پر اکٹھا ہونا ممکن ہو تو وہ متواتر نوعیت اور اِمکان کی کمیت کے اعتبار سے خطا اور غلط ہے اور اگر اس کے ساتھ جھوٹ کے قرائن بھی شامل ہو جائیں تو وہ تواتر کذب ہے۔

جیسا کہ مشہور میں صدق و کذب دونوں کا احتمال ہوتا ہے اور خبر واحد کبھی صادق اور کبھی کاذب ہوتی ہے۔ اسی طرح متواتر بھی صادق و کاذب ہوتا ہے، کیونکہ تواتر، شہرت اور احادیث سب کے سب خبر کے انتشار اور پھیلاؤ کے ذرائع ہیں۔ جس طرح سچ ان ذرائع سے پھیلتا ہے اسی طرح وہم، خطا اور جھوٹ بھی ان ذرائع سے پھیلتا ہے۔

جس طرح تواتر صدق (اپنی کثیر تعداد کے باوجود) جھوٹ پر اکٹھا ہونے کے عدم امکان کا محتاج ہے۔ اِسی طرح تواتر کذب و خطا، جھوٹ اور خطاء پر اکٹھا ہونے کے اِمکان کا محتاج ہے۔

◉ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ ’شرح نخبة الفكر‘ [ص:١٠] میں متواتر کی ماہیت کے تحقق کے لئے چار شرائط نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”وقد يقال: إن الشروط الأربعة إذا حصلت استلزمت حصول العلم، وهو كذلك في الغالب، وقد يتخلف عن البعض لمانع“
’’بسا اَوقات کہا جاتا ہے کہ جب مذکورہ چاروں شروط پائی جائیں تو علم حاصل ہوجاتا ہے۔ غالباً ایسا ہی ہوتا ہے لیکن بسا اَوقات کسی مانع کی وجہ سے حصول علم پیچھے رہ جاتا ہے۔‘‘

◉ امام ابن حجر رحمہ اللہ کے قول: ’’وهو كذلك في الغالب‘‘ ’’غالباً ایسا ہی ہوتا ہے۔‘‘ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جمیع شروط پائے جانے کے باوجود ضروری نہیں ہے کہ متواتر جمیع احوال میں جمیع لوگوں کے لیے علم قطعی کا فائدہ دے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◉ امام أجهوری 'شرح نخبة' [ورقہ:۱۵] میں الکمال سے نقلاً فرماتے ہیں:

"المتواتر قد لا يفيد العلم، لكون العلم الذي يحصل به حاصل عند السامع، أو لكونه عالما بنقيضه لامتناع اجتماع النقيضين"

''متواتر بسا اَوقات علم کا فائدہ نہیں دیتا، کیونکہ کبھی کبھار متواتر سے حاصل ہونے والا علم سامع کو پہلے سے ہی معلوم ہوتا ہے یا سامع اس علم کی نقیض کو جانتا ہوتا ہے۔''

یہ قول اِس اَمر پر دلالت کرتا ہے کہ متواتر کبھی کبھی اپنی نقیض سے متصادم ہوتا ہے اور جو چیز اپنی نقیض سے مناقض ہو وہ صدق وکذب کے باب میں داخل ہوتی ہے اور صدق محض کے دائرہ سے خارج ہوجاتی ہے۔

◉ أبويعلى الحنبلي 'العدة' [۸۴۵/۳] میں فرماتے ہیں:

"والعلم الواقع بالأخبار المتواترة ليس من شرطه أن يجمع الناس كلهم على التصديق به."

''اَخبارِ متواترہ کے ساتھ واقع ہونے والے علم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس کی تصدیق پر تمام لوگ جمع ہوجائیں۔''

آل ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے 'المسودة' [۴۶۸/۱] میں بھی ایسا ہی کہا ہے۔

امام قرافی رحمہ اللہ نے 'التنقيح' [ص:۳۵] میں، اور ابوعلی الشوشاوی نے 'رفع النقاب' [۳۲/۵] میں ذکر کیا ہے:

"ونحن لا ندعي حصول العلم أي بالمتواتر في جميع الصور، بل ادعينا أنه قد يحصل، وذلك لا ينافي عدم حصوله في كثير من الصور."

''ہم جمیع صورتوں میں (متواتر سے) حصول علم کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ بسا اوقات متواتر سے علم حاصل ہوجاتا ہے اور یہ قول کثیر صورتوں میں علم کے عدم حصول کے منافی نہیں ہے۔''

اسی طرح اِمام عینی رحمہ اللہ نے 'العمدة' [۳۰۷/۲۰] میں فاطمہ بنت قیس کی حدیث کا حکم لگاتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ حدیث متعدد صحیح متواتر وجوہ سے مروی ہے، لیکن اس کے باوجود اکثر حنفی اُصولیوں نے اس کو منکر کہا ہے اور کتب فقہ میں ایسی متعدد اَمثلہ موجود ہیں۔

کائنات میں سینکڑوں ایسے جھوٹ اور شیطانی عقائد ہیں جو تواتر کے ساتھ پھیل رہے ہیں، جنہیں کروڑوں لوگوں نے اپنایا ہوا ہے اور وہ ان کے صدق اور صحت پر یقین راسخ رکھتے ہیں جیسے یہود ونصاریٰ اور ہندوؤں کے عقائد وغیرہ۔

لہٰذا اصولیوں کا اس اَمر پر اِصرار کرنا کہ جھوٹ، وہم اور خطا متواتر نہیں ہوتے یا یہ کہنا کہ متواتر صدقِ محض ہوتا ہے غلط اور فاسد ہے۔

حق بات یہی ہے کہ اَخبار میں صدق وکذب ایسی چیز ہے جو کثرت محضہ کے علاوہ کسی دوسری چیز پر موقوف ہے۔ کثرت تو ایک اَمر اضافی ہے وہ جس طرح سچ کے ساتھ جمع ہوجاتا ہے اسی طرح جھوٹ کے ساتھ بھی جمع ہوجاتا ہے۔ لہٰذا محقق پر واجب ہے کہ وہ موجبات صدق وکذب کو دقت نظر سے دیکھے اور احتیاط سے حکم لگائے۔ شرع نے اس کے لیے اسلام، عدالت، اَمانت اور تقویٰ وغیرہ جیسی صفات کا اعتبار کیا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ مذکورہ صفات کے بغیر انسان کی کوئی قیمت نہیں ہے، جیسا کہ محدثین کا مذہب ہے۔ جنہوں نے احادیث رسول کی حفاظت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔

⑨ متعدد اُصولیوں نے متواتر کی تعریف "أن المتواتر ما أفاد العلم" کی ہے۔ یعنی متواتر وہ ہے جو علم کا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فائدہ دے۔ پھر وہ اس کی تقسیم کرنے بیٹھ گئے کہ اخبارِ متواترہ میں سے بعض بنفسہٖ قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں اور بعض دیگر قرائن کے ساتھ مل کر قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں۔

اور یہ جملہ بھی...... اللہ اعلم...... جلد بازی، تغافل اور سوءِ تفکیر کا نتیجہ ہے، کیونکہ ان کے نزدیک محض عدد بنفسہٖ یا دیگر قرائن کے ساتھ مل کر قطعیت کو لازم نہیں ہے، جیسا کہ ہم نے تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، بلکہ قطعیت کے حصول کے لیے عدد، موجبات قطعیت کا محتاج ہے اور وہ موجبات یا تو مخبرین (رواۃ) ہیں جن میں اسلام، عدالت، تقوی، اختلاف اماکن، اَھواء اور اَقوال وغیرہ جیسی صفات پائی جاتی ہوں یا وہ اخبار کے مواد کی طبیعت ہے یعنی وہ چیز مشاہدہ، محسوسہ یا اعیان کی جنس سے تعلق رکھتی ہو۔ جیسے مکہ، بغداد، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ یا وہ ایسے حوادثات سے متعلقہ ہو جن کا حِس یا مشاہدہ سے کوئی تعلق نہ ہو۔

یا وہ موجبات خبر کا مزاج ہے کہ اُسے قبول کرنا آسان ہے یا مشکل ہے۔

یا وہ سامع کا فہم ہے کہ وہ ذہین وفطین ہے یا غبی اور کند ذہن ہے۔

عدد قلیل ہو یا کثیر، سامع کو قطعیت کا فائدہ دینے کے لیے مذکورہ موجبات کا محتاج ہے۔ اس اِعتبار سے عدد کی چار معروف متداول صورتیں ہیں۔

① عدد کثیر ہو لیکن مجہول القدر ہو اور اس کے ساتھ موجباتِ قطعیت بھی موجود ہوں، اس کو وہ متواتر کہتے ہیں۔

② عدد قلیل ہو لیکن مجہول القدر ہو اور اس کے ساتھ موجبات قطعیت بھی موجود ہوں، اس کو وہ خبر واحد المحتف بالقرائن کہتے ہیں۔

③ عدد قلیل ہو لیکن مجہول القدر ہو اور اس کے ساتھ موجبات قطعیت نہ ہوں۔

④ عدد کثیر ہو لیکن مجہول القدر ہو اور اس کے ساتھ موجبات قطعیت نہ ہوں۔ آخری دونوں صورتوں کو وہ مطلقاً خبر واحد کہتے ہیں۔

یہ ہے اس قضیہ کی حقیقت، اگر تقسیم میں اَساسی اعتبار موجبات قطعیت کا ہے تو پھر اَخبار میں تفریق کے تکلفات کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ ایک خبر بنفسہٖ قطعیت کا فائدہ دیتی ہے اور ایک خبر بغیرہٖ قطعیت کا فائدہ دیتی ہے یا یہ تقسیم کرنا کہ ایک خبر علم ضروری جبکہ دوسری خبر علم نظری کا فائدہ دیتی ہے۔ کیونکہ قطعیت کے موجبات و قرائن، جو متواتر میں پائے جاتے ہیں بعینہٖ وہی خبر واحد المحتف بالقرائن میں پائے جاتے ہیں۔ اس حیثیت سے ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

ان دونوں کے درمیان تفریق...... واللہ أعلم...... یا تو خیال صفراوی ہے یا وہم سوداوی ہے یا پھر یونانی مسیحی فلسفہ کے سامنے عقلی وفکری مرعوبیت کا نتیجہ ہے۔ 'العیاذ باللہ' کہ انہوں نے بھی انہی کی تقسیم کو اپنے اُوپر واجب کرلیا ہے اور اس سے نجات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور اگر اَساسی اعتبار قلت وکثرت عدد کا ہو تو پھر عدد کی کثرت وقلت کو مخصوص عدد کے ساتھ منضبط ہونا چاہیے، جو اس تقسیم کے لیے مناسب ہو ورنہ تقسیم ٹوٹ جائے گی، اَقسام فاسد ہو جائیں گی اور عدد کا اعتبار باطل ہو جائے گا اور معاملہ توضیح وتفصیل سے ہٹ کر تعمیم اور تجہیل کی طرف لوٹ جائے گا۔

⑩ اس اصطلاح میں پایا جانا والا اِضطراب، تناقص اِبہام اور عدم اِنضباط ایک خطرناک معاملہ ہے۔ جس نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمی اَقدار کو بنیادوں سے لے کر چوٹی تک فاسد کر دیا ہے۔ لہٰذا فلاسفہ کی اس اصطلاح تواتر کی دو وجوہ سے اصلاح کرنا ضروری ہے:

❶ اَخبار کو قطعیت و یقین کا لحاظ کیے بغیر فقط عددی اعتبار سے تقسیم کیا جائے۔ جیسا کہ محدثین کرام رحمہم اللہ نے مشہور، عزیز اور غریب کی تقسیم کی ہے یعنی اگر عدد تین سے کم نہ ہو تو مشہور، اگر دو سے کم نہ ہو تو عزیز اور اگر دو سے کم ہو تو غریب۔ ان تینوں اَقسام پر چوتھی قسم (متواتر) زیادہ کر لی جائے کہ اگر عدد چار سے کم نہ ہو تو وہ متواتر ہے۔ اس سے اخبار کی تقسیم منضبط ہو جائے گی اور اَقسام ایک دوسرے سے ممتاز ہو جائیں گی۔

باقی رہا قطعیت و یقین کا معاملہ تو وہ مذکورہ تقسیم کے اعتبار سے ایک اَمر اضافی ہے، کیونکہ اس کے متعدد دیگر موجبات ہیں۔ جن کے تحقق سے یقین متحقق ہوتا ہے اور ان کے عدم سے یقین منعدم ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے مجرد عدد اور قطعیت کے درمیان لازم وملزوم کا کوئی رابطہ نہیں ہے۔

❷ اَخبار کو عدد کا لحاظ کیے بغیر فقط قطعیت وظنیت کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے۔ جیسا کہ معظم اَہل علم کا مذہب ہے۔ ان کے نزدیک ہر وہ چیز جو کسی بھی اِعتبار سے قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے اور جو قطعیت کا فائدہ نہ دے وہ متواتر نہیں ہے۔

عدد مجہول اور قطعیت کو جمع کرنا یا مجہول عددی کثرت سے یقین وقطعیت کو پیدا کرنے کی کوشش کرنا، پھر مولود (پیدا کردہ قطعیت) اور والدہ (مجہول عددی کثرت) دونوں کو متواتر یا تواتر کا نام دینا ایک فعل عبث ہے۔ اس طریقہ سے کوئی عدد منضبط نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے قطعیت حاصل ہوتی ہے بلکہ یہ حقیقت کی بجائے فتنہ کے زیادہ قریب ہے۔

نوٹ

یہ تحریر نور الانوار فی شرح المنار از ملا جیون پر محترم حافظ ثناء اللہ زاہدی حفظہ اللہ کی تحقیق انیق 'تحقیق وتعلیق علی نور الانوار' جلد ۳ صفحہ ۲۰۱-۲۱۵ کا ترجمہ ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ فہد اللہ مراد☆

قراء میں تحقیق کا فقدان ...... لمحہ فکریہ

اِنسان جمیع مخلوقات سے افضل و اعلیٰ ہے اور اس کی اَفضلیت کا سبب دو اشیاء ہیں۔عقل و شعور اور علم۔ حیوانوں سے امتیاز کی وجہ عقل و شعور ہے اور ملائکہ سے علم قرآن مجید میں ہے:

﴿ وَعَلَّمَ ءَادَمَ الاَسۡمَآءَ كُلَّهَا ﴾ [البقرۃ:۳۱]

''اس نے آدم علیہ السلام کو تمام اَشیاء کے ناموں کا علم دیا۔اور اسی علم کی بدولت وہ مسجود ملائکہ قرار پائے۔''

اِنسان اگر اپنی انہی دو صلاحیتوں سے فائدہ نہیں اٹھاتا تو یہ انعام الٰہی کی ناقدری ہے کہ اُس کی پیدا کی گئی صلاحیتوں سے بہرہ مند نہ ہوا جائے۔ انسان اس حالت سے اس وقت دوچار ہوتا ہے، جب اجتہادی اور تخلیقی عمل چھوڑ کر تقلیدی طرزِ فکر اپنا لے اور باری تعالیٰ کی طرف سے ہدیہ کی گئی نعمت کو بروئے نہ کار لائے، بلکہ چوپائے کی مانند کسی کے ہنکانے پر ہانکتا چلا جائے، یہ رویہ بہرحال محمود اِنسانی اَقدار کے خلاف ہے۔ایک باشعور انسان بغیر کسی دلیل و برہان کے کسی کی پیروی نہیں کرتا، بلکہ اپنی ہتک محسوس کرتا ہے اور اسے باعث عار سمجھتا ہے بخلاف اس کے کہ وہ اس پر فخر کا اظہار کرے۔اس اندازِ فکر کو اہل علم نے تقلید سے تعبیر کیا ہے۔

تقلید کا لغوی معنی ہے:

''کسی چیز کو گلے میں لٹکانا۔'' [أساس البلاغۃ:۳۷۵]

اور جب یہ لفظ شرعی اِصطلاح کے طور پر بولا جائے تو اس کا مفہوم ہے کسی کی بات کو بغیر دلیل اور بغیر غوروفکر کے قبول کرنا۔ [لسان العرب:۳/۳۶۷]

علماء اُصول نے تقلید کی تعریف یوں کی ہے:

"التقلید: العمل بقول الغیر من غیر حجة ." [مسلّم الثبوت:۲/۳۵۰]

''کسی کی بات پر بغیر دلیل عمل کرنے کا نام تقلید ہے۔''

امام غزالی رحمہ اللہ تقلید کی تعریف کرتے ہیں:

"التقلید هو قبول قول بلا حجة ولیس ذلك طریقاً إلی العلم لا فی الأصول ولا فی الفروع ." [المستصفی:۲/۴۶۲]

''کسی کی بات کو بلا دلیل قبول کرنا تقلید ہے یہ علم تک رسائی کا طریقہ، نہ اصول میں ہے اور نہ فروع میں۔''

مذکورہ بیانات سے پتہ چلا کہ تقلید نہ تو علم کا نام ہے اور نہ ہی علم تک رسائی کا کوئی ذریعہ ہے۔اگر کوئی بھی فرد کسی انسان کی بات صرف اس لئے بغیر دلیل تسلیم کرتا ہے کہ وہ بہت بڑا عالم، قاری، محدث یا شیخ ہے،اور اُس سے تقاضائے دلیل، جناب کے حضور میں گستاخی یا بے اَدبی ہے اور اُن کے مرتبہ کے منافی ہے، تو یہ انسان اعلیٰ حضرت کو

☆ فاضل کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ و رُکن مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسی مرتبہ پر فائز نہیں کر رہا بلکہ اس کے حق میں ظلم اور زیادتی کی راہ پر چل رہا کہ وہ مقام جو حق تعالیٰ شانہ کے لائق ہے کہ اُس کی بات بغیر کسی دلیل کے قبول کی جاتی ہے۔ وہ کسی انسان کو عطا کر رہا ہے ایسا کرنے والوں کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِتَّخَذُوٓا أَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ أَرۡبَابٗا مِّن دُونِ ٱللَّهِ﴾ [التوبۃ:۳۱]

''انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوارب بنالیا ہے۔''

اہل کتاب کا اپنے علماء کو رب بنانا قطعاً اس طرح نہیں تھا کہ انہوں نے اللہ رب العزت کو چھوڑ کر اپنے علماء کی عبادت شروع کردی تھی بلکہ وہ علماء کی باتوں کو بغیر کسی دلیل کے قبول کرتے تھے۔ ان کے علماء اگر اللہ کی حلال کردہ اشیاء کو حرام کردیتے تو وہ اُسے حرام سمجھتے تھے اور کسی حرام کردہ شے کو حلال کردیتے تو وہ اُسے حلال کہتے تھے ان کے اس عمل کو ان کی عبادت قرار دیا گیا ہے تو کیا ہمارا ایسا کرنا اللہ کی عبادت اور قربت الٰہی کا سبب ہوسکتا ہے؟

جس طرح اَحکام میں کسی کی بات کو بغیر دلیل تسلیم کرنا اس کو رب کا درجہ دینا ہے، اسی طرح باقی جمیع علوم شرعیہ جن کو متقدمین علماء نے دلائل کی روشنی میں مرتب کردیا ہے، ان میں بلا دلیل بات کرنا بھی ناجائز ہے۔ اگر کوئی آدمی کسی کے خلاف بات کہے اور جب اس سے دلیل طلب کی جائے تو کہے: ''میرے شیخ نے یوں کہا ہے یا میرے فرقہ کا یہ مذہب اور طریقہ کار ہے''۔ تو یہ بھی تقلید ہی کے زمرہ میں داخل ہے اور اس پر ہٹ دھرمی کرنے والے شخص کا علم و معرفت سے دور کا تعلق بھی نہیں ہے جہاں یہ رویہ بہت سے لوگوں کا باقی علوم میں ہے اسی طرح علم تجوید وقراءات بھی اس سے محفوظ نہیں رہا۔

قرآن کریم کی نقل کا مدار تلقّی (یعنی شاگرد کا اپنے استاد سے بالمشافہ اَخذ کرنا) پر ہے کہ تلمیذ مُقری سے ہر ہر لفظ کا تلفظ صحیح طور پر سنے، اس کو محفوظ کرے اور ریاضت کرکے اَدا میں پختگی پیدا کرے تاکہ آئندہ آنے والے لوگوں تک قرآن کریم کا تلفظ درست انداز میں منتقل ہوسکے۔ سلف نے جہاں قرآن پاک کی اس طرح تعلیم دی وہاں حروف کا تلفظ صفاتِ حروف کے ساتھ محفوظ کردیا تاکہ کسی کو اُستاد سے سننے میں سہو ہوگیا ہو تو وہ کتب کی طرف رجوع کرکے اس کی تصحیح کرلے، نیز حروف کی اَدائیگی میں طلباء بالعموم جو غلطیاں کرتے ہیں ان کی نشاندہی بھی فرما دی، تاکہ قرآن کریم کی ہر دور میں اپنے اصل اور درست تلفظ کے مطابق تلاوت ہوتی رہے۔ اگر کوئی شخص کسی حرف کو اُس کے اصل تلفظ، جس کے مطابق جمہور قراء تلاوت کرتے ہیں اور متقدمین اور متاخرین کی جمیع کتب میں جو تلفظ مذکور ہے، کے خلاف پڑھے اور کسی طرح چھوڑنے کے لئے بھی تیار نہ ہو تو ایسے شخص کے بارے میں ہم کیا کہہ سکتے ہیں؟

ذیل میں ہم اس کی چند مثالیں ذکر کرتے ہیں:

مثال اَوّل

ضاد معجمۃ کو دال مہملہ کے مشابہ پڑھنا۔

ضاد معجمہ ایک مستقل حرف ہے، اس کا ایک مستقل مخرج ہے اس میں صفات لازمہ میں سے جہر رخوت، استعلاء، اطباق، اصمات اور صفت استطالت پائی جاتی ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ حرف ضاد کو اس کے مخرج سے مع صفات لازمہ درست اَدا کیا جائے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بحث میں اہم بات یہ ہے کہ اس کو کس لفظ کے مشابہ اَدا کیا جائے؟اس حوالہ سے دوطرزِ تلاوت پائے جاتے ہیں:

❶ جمہور قراء ضاد کو مشابہ بالظاء پڑھتے ہیں

❷ بعض دوسرے قراء اسے مشابہ بالدال پڑھتے ہیں۔

جمہور کا مؤقف یہ ہے کہ ضاد کا مخرج،صفات لازمہ ہے اور متقدمین قراء کی تصریحات اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ اسے مشابہ بالظاء اَدا کیا جائے ،کیونکہ ضاد اور ظاء کی جمیع صفات لازمہ سوائے صفت استطالت کے متفق ہیں تو اس حوالے سے فن تجوید کی سب سے قدیم کتاب الرعایۃ میں مکی بن اَبی طالب القیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”والضاد يشبه لفظها بلفظ الظاء . “

’’لفظ ضاد ظاء کے مشابہ ہے۔‘‘

اَور مزید فرماتے ہیں:

’’ولولا اختلاف المخرجين وما فى الضاد استطالة لكان لفظهما واحد . “ [الرعاية:۷۹]

’’اگر ضاد اور ظاء کے مخارج کا اختلاف نہ ہوتا اور ضاد میں صفت استطالت نہ ہوتی تو یہ دونوں لفظ ایک ہی ہوجاتے۔‘‘

◉ علامہ دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ومن أكد على القراء أن يخلصوه من حرف الظاء باخراجه من موضعه وايفائه حقه من الاستطالة . “ [التحديد، ص۱۶۲]

’’قراء کو سب سے زیادہ جس بات کی تاکید ہے وہ یہ کہ ضاد کو ظاء سے خالص کرکے اَدا کریں اور مخرج اور صفت اِستطالت کا حق اَدا کریں۔

علامہ دانی رحمہ اللہ کا یہ قول ذکر کرنے کے بعد شیخ محمد عبدالرحمٰن الیحیی رحمہ اللہ الحجۃ میں لکھتے ہیں:

’’علامہ دانی رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ ضاد کو ظاء سے خالص کرتے ہوئے اَدا کرو اس بات کی دلیل ہے کہ ضاد مشابہ بالظاء ہے۔‘‘

◉ اِمام عبدالوہاب القرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وأكثر القراء اليوم على إخراج الضاد من مخرج الظاء ويحب أن تكون العناية بتحققها تامة . “ [الموضح فى التجويد:۱۴۴]

’’آج کل اکثر قراء ضاد کو ظاء کے مخرج سے ادا کرتے ہیں حالانکہ ان دونوں کے مابین تحقیق تام لازم ہے۔‘‘

◉ امام جزری رحمہ اللہ مقدمہ میں فرماتے ہیں:

”والضاد باستطالة ومخرج، ميز من الظاء و كلها تجى . “

’’ضاد جہاں بھی آئے اس کو مخرج اور صفت استطالت کے سبب ظاء سے ممتاز کرو۔‘‘

◉ علامہ محمد مرعشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”إن جعل الضاد طاء مهملة مطلقا أعنى فى المخرج والصفات لحن جلى وخطا محض وكذا جعلها ظاء معجمة مطلقا لكن بعض الفقهاء قال بعدم فساد الصلاة من جعلها ظاء معجمة مطلقا لتعسر التمير بينهما فهو أهون الخطائين . “ [كيفية أداء الضاد:۲۳]

’’اگر ضاد کو مطلقاً طاء مہملہ سے تبدیل کردیں تو لحن جلی ہے اور غلط محض ہے اور اسی طرح ظاء کا مسئلہ ہے لیکن بعض فقہاء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا مذہب ہے کہ جو آدمی نماز میں ضاد کی جگہ مشکل کے سبب ظاء اَدا کر لے تو یہ ہلکی غلطی ہے۔‘‘

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:

”وليس الفارق بين الضاد والظاء المعجمتين إلا الاستطالة والمخرج . “ [جهد المقل:١٦٩]

’’ضاد اور ظاء معجمہ کے مابین مخرج اور صفت اِستطالت کے علاوہ فرق کرنے والی کوئی بھی شے نہیں ہے۔‘‘

◉ علامہ حسن بن قاسم المرادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أما يشبه لفظه بلفظ الضاد من حرفان وهو الظاء واللام و ذلك لأن الظاء يشارك الضاد في أوصافه المذكوره غير الاستطالة فلذلك اشتد شبهه وعسر التميز بينهما واحتاج القارى في ذلك إلى الرياضة التامة ولولا اختلاف المخرجين وما في الضاد من الاستطالة لاتحدا في السمع . “ [المفيد:١٠٨]

’’ضاد کی مشابہت دو حروف ظاء اور لام سے ہے اور ظاء اس کی جمیع صفات میں سوائے استطالت کے شریک ہے اسی وجہ سے ان کے مابین مشابہت شدید ہے اور ایک دوسرے سے امتیاز مشکل ہے لہٰذا قاری ریاضت تامہ کا محتاج ہے اگر (ضاد) کا مخرج اور صفت استطالت نہ ہوتی تو دونوں کی آواز بالکل ایک جیسی ہوتی۔‘‘

متقدمین قراء کی یہ تمام تصریحات اس بات پر دال ہیں کہ ضاد کی مشابہت ظاء کے ساتھ ہے اور علامہ جزری رحمہ اللہ نے مقدمہ میں ایک باب قائم کیا جس کا نام، باب فرق بين الضاد والظاء رکھا ہے اور پھر اس کے ذیل میں تمام وہ کلمات جمع کئے ہیں جہاں ضاد اور ظاء جمع ہو رہے ہیں تاکہ قاری ان کو یاد کر کے ان کے مابین خوب فرق کر لے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ ہمارے مطالعہ میں متقدمین قراء میں سے کوئی ایک صاحب بھی ایسے نہیں ہیں جنہوں نے بھی ضاد کو مشابہ بالدال لکھا ہو جو کہ آج ایک مستقل اَدا کا طریقہ بن چکا ہے اور بے شمار کتب صرف ضاد اور ظاء میں فرق پر لکھیں گئیں ہیں ہم ان میں چند کتب کا ذکر کرتے ہیں۔

ضاد اور ظاء کے فرق پر لکھی گئیں کتب

① کتاب الضاد والظاء والذال والسین والصاد لابی الفہد النحوی البصری رحمہ اللہ (ت۳۲۰ھ)

② کتاب الفرق بين الضاد والظاء لصاحب بن عباد رحمہ اللہ (ت۳۸۵ھ)

③ کتاب الفرق بين الضاد والظاء للامام ابی عمرو المعروف بغلام ثعلب رحمہ اللہ (ت۳۴۵ھ)

④ رسالة أصول الظاء فی القرآن والكلام وذكر مواضعها فی القرآن لمکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ (ت۴۳۷ھ)

⑤ رسالة فی الظاء ات القرانية لابی عمرو الدانی رحمہ اللہ (ت۴۴۴ھ)

⑥ کتاب الاقتضاء للفرق بين الذال والضاد والظاء لمحمد بن سعود والانصاری رحمہ اللہ (ت۴۷۰ھ)

⑦ کتاب الضاد والظاء لابی بکر القیروانی رحمہ اللہ (ت۴۷۱ھ)

⑧ کتاب المعرفة مايكتب بالضاد والظاء لسعد بن علی الزنجانی رحمہ اللہ (ت۴۷۰ھ)

⑧ منظومة الظاء ات القرآنية للامام الشاطبی رحمہ اللہ (ت۵۹۰ھ)

⑨ کتاب الفرق بين الضاد والظاء لقاسم بن علی الحریری (ت۵۱۶ھ)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑩ کتاب الارتضاء فی الفرق بین الضاد والظاء لابي حیان النحوي الاندلسی رحمہ اللہ (ت ۷۴۵ھ)
اس کے علاوہ بھی ہماری فہرست میں کافی کتب موجود ہیں، لیکن طوالت کا اندیشہ سد قلم ہے۔
متقدمین علماء کی یہ جمیع کتب بھی اس بات پر دال ہیں کہ 'ضاد' مشابہ 'بالظاء' ہے۔

متقدمین اور متاخرین قراء اور علماء جو تشابہ بالظاء کے قائل ہیں

ضاد کا مسئلہ ایسا ہے کہ قرون اُولی سے علماء اور قراء اس کی وضاحت فرماتے رہے ہیں کہ اس حرف کا صحیح تلفظ کیا ہے اور اس کو کس کے مشابہ اَدا کرنا چاہئے؟ ہم نے ستر کے قریب متقدمین اور متاخرین قراء کے اَقوال جمع کئے ہیں جو ضاد کے مشابہ بالظاء ہونے کے قائل ہیں۔ جو طوالت کے خوف سے ترک کر رہے ہیں۔ہم ان میں سے معروف اہل علم کے نام ذکر دیتے ہیں۔

* ابن الاعرابي رحمہ اللہ (ت ۲۳۱ھ)
* مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ (ت ۴۳۷ھ)
* امام دانی رحمہ اللہ (ت ۴۴۴ھ)
* امام رازی رحمہ اللہ (ت ۶۰۶ھ)
* امام سخاوی رحمہ اللہ (ت ۶۴۳ھ)
* امام بیضاوی رحمہ اللہ (ت ۶۸۵ھ)
* شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (ت ۷۲۸ھ)
* حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (ت ۷۷۴ھ)
* اِمام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ (ت ۹۱۱ھ)
* علامہ محمد مرعشی رحمہ اللہ (ت ۱۱۵۰ھ)
* علامہ متولی رحمہ اللہ (ت ۱۳۱۳ھ)
* العلامۃ محمد مکی نصر رحمہ اللہ (ت ۱۳۰۵ھ)
* شمس الدین عظیم آبادی رحمہ اللہ (ت ۱۳۱۹ھ)
* مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ
* مولانا عبدالحئ لکھنوی رحمہ اللہ
* شیخ عبید اللہ افغانی رحمہ اللہ
* الشیخ مصطفی المراغی شیخ الازھر سابقا رحمہ اللہ
* علامہ علی محمد الضباع رحمہ اللہ
* شیخ عامر السید عثمان رحمہ اللہ
* الشیخ ابراھیم علی شحاتہ السمنودی رحمہ اللہ
* شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ
* العلامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ
* شیخ عطیۃ قابل نا صر رحمہ اللہ
* الشیخ عبدالفتاح القاضی رحمہ اللہ
* الشیخ عبدالفتاح العجمی المرصفی رحمہ اللہ
* الشیخ عبداللہ الجوھری رحمہ اللہ
* الشیخ عبدالحلیم عطاء بدر رحمہ اللہ

مذکورہ بالا جمیع دلائل دیکھ کر بھی اگر کوئی صاحب ضاد کو مشابہ بالدال پڑھے اور دلیل یہ دے کہ میرے استاد یا فرقہ کا یہ مذہب ہے تو اس کی کج فہمی اور ہٹ دھرمی پر ماتم ہی کیا جاسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ہر شے کو بالدلیل سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔آمین

مثال ثانی: تفخیم غنّہ

حرف نون مجہورہ متوسطہ مستفلہ منفتحہ اور مذلقہ ہے صفات غیر متضادہ میں سے صفت غنہ بھی اس میں پائی جاتی ہے۔نون بذاتہ ایک مرقق حرف ہے، کیونکہ اس میں صفت استفال موجود ہے جو ترقیقِ نون کی اِجماعی دلیل ہے۔نون

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں پائی جانے والی جملہ صفاتِ لازمہ میں سے ایک صفت غنہ بھی ہے جس کا مفہوم ہے ”صوت أغن مرکب في جسم النون“ [هداية القاری:۱/۱۷۷]

”نون میں موجود ایک گنگاہٹ والی آواز۔“

اس بارے میں علماء کا اجماع ہے کہ غنہ نون اور میم کی صفت لازمہ ہے۔

◉ اِمام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حرفا الغنة وهما النون والميم“ [التمهيد:۱۰۶]

”حروف غنہ نون اور میم ہیں۔“

◉ امام دانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حرفا الغنه الميم والنون لأنهما غنة من الخيشوم“

”حروف غنہ نون اور میم ہیں اور غنہ خیشوم سے اَدا ہوتا ہے۔“

◉ امام مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”النون مواخية اللام لقرب المخرجين ولانحراف اللام إلى مخرج النون ولأنهما مجهورتان رخوتان ولكن في النون غنة ليست في اللام . [الرعاية:۸۴]

”نون اور لام کے مابین اخوت کا تعلق ہے، کیونکہ ان کے مخرج قریب ہیں اور ویسے بھی لام نون کے مخرج کی طرف مائل ہوجاتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ دونوں مجھورہ اور رخوۃ ہیں فرق یہ ہے کہ نون میں غنہ ہے جبکہ لام میں نہیں ہے۔“

◉ شیخ عبدالفتاح المرصفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”أن صوت الغنة صفت لازمة للنون والميم كانتا متحركتين أو ساكنتين أو مظهرتين أو مدغمتين أو مخفاتين . “ [هداية القاری:۱/۱۷۷]

”بلا شبہ غنہ نون اور میم کی صفت لازمہ ہے۔ برابر ہے کہ یہ متحرک، ساکن، مظہر مدغم یا مخفی ہوں۔“

مذکورہ دلائل سے یہ بات واضح ہوگئی کہ غنہ نون اور میم کی صفت لازمہ ہے اور یہ دونوں حروف مستفلہ ہونے کے سبب باریک بھی ہیں۔اب بعض قراء کا یہ کہنا ہے کہ حالت اخفاء میں نون ساکن کے بعد جب حروف مستعلیہ آئیں تو غنہ موٹا ہوگا ان کا یہ کہنا دلائل کی رو سے درست نہیں ہے، کیونکہ غنہ نون کی صفت ہے اور نون اِجماعی طور پر مرقق لفظ ہے جب غنہ موٹا کیا جائے گا تو ضروری ہے کہ نون بھی مفخم پڑھا جائے، جو اِجماع اہل لغت اور قراء کے مخالف ہے۔شیخ عبدالفتاح مرصفی رحمہ اللہ جو تفخیم غنہ کے مؤید ہیں، نے غنہ نون کو الف کے ساتھ تشبیہ دی ہے کہ جس طرح الف اپنی تفخیم وترقیق میں ماقبل کا تابع ہے اسی طرح غنہ نون بھی تفخیم وترقیق میں مابعد کا تابع ہے یعنی جس طرح حروف مستعلیہ کے بعد الف مفخم پڑھا جاتا ہے اسی طرح حرف مستعلیہ سے پہلے غنہ بھی مفخم پڑھا جائے گا۔ حالانکہ یہ بات درست نہیں ہے، کیونکہ قراء نے الف کو ان حروف میں شامل کیا ہے کبھی مفخم اور کبھی مرقق پڑھے جاتے ہیں اور نون کو متقدمین اور متاخرین میں سے کسی نے بھی ان حروف میں شامل نہیں کیا بلکہ خود شیخ مرصفی رحمہ اللہ نے هداية القاری میں جب یہ بحث کی ہے تو فرماتے ہیں:

”الفصل الثالث في الكلام على الحروف المرققه تارة والمفخمة أخرى وهذه الأحرف الثلاثة الالف، واللام من لفظ الجلالة خاصة، والراء . “ [هداية القاري:۱/۱۰۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’تیسری فصل میں ان حروف پر کلام ہوگی جو کبھی مرقق ہوتے ہیں اور کبھی مفخم اور وہ تین حروف الف، لام اسم جلالہ اور راء ہیں۔‘‘

◉ امام جزری رحمہ اللہ نشر میں نون مخفی کی تعریف یوں کرتے ہیں:

”حرف خفي يخرج من الخيشوم ولاعمل للسان فيه ولاشائبة حرف آخر فيه .“

’’وہ ایک حرف خفی ہے جو خیشوم سے نکلتا ہے اور اس میں زبان کا کوئی دخل نہیں ور مابعد کے حرف کا اس میں شائبہ تک نہیں ہے۔‘‘ [بحوالہ تعلیقات مالکیہ:۱۲]

لہٰذا غنہ نون کو الف سے تشبیہ دینا اور مابعد حروف کا اس میں دخل ثابت کرنا کسی طرح بھی درست نہیں ہے اور ویسے بھی کسی حرف کو اس کی صفات لازمہ کے خلاف پڑھنا لحن جلی ہے اور لحن جلی حرام ہے اس کے علاوہ مرجع کی تمام کتب الرعاية، تمهيد، النشر، التحديد، جهد المقل وغیرہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ لہٰذا تمسك بالدلائل لائق افتخار اور راہِ صواب ہے۔

مثال ثالث: تاء اور کاف کی غلط اَدائیگی

تاء اور کاف یہ مهموسة، شديدة مستفلة منفتحة اور مصمتة حروف ہیں لہٰذا ضروری ہے کہ ان کی اَدائیگی صفات کی صحیح تعریف کو سامنے رکھتے ہوئے کی جائے۔ اور ادائیگی صفات کا نام لے کر ایک غلط تلفظ کو رواج دینا کسی طرح بھی درست نہیں ہے تاء اور کاف میں بعض قراء صفت همس کی اَدائیگی کے نام پر ’کھ‘، ’تھ‘ کی آواز پیدا کردیتے ہیں، مثلاً ’تا‘ کو ’اَت‘ کی بجائے ’اتھ‘ اور کاف کو ’اَک‘ کی بجائے ’اَکھ‘ پڑھتے ہیں اور جواباً کہتے ہیں کہ یہ آواز صفت همس کی ادائیگی سے پیدا ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ اس کی تعریف ہی کے خلاف ہے علامہ محمد نصر مکی صفت همس کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

”جريان النفس عند النطق بالحرف لضعفه وذلك من ضعف الاعتماد على مخرجه .“ [نهاية القول المفيد: ٥٦]

’’اَدائیگی حرف کے وقت سانس کا جاری ہوجانا یہ حرف کے مخرج پر اعتماد ضعیف ہونے کے سبب ہوتا ہے۔‘‘

مذکورہ تعریف سے یہ معلوم ہوا کہ حروفِ مهموسة کو ادا کرتے وقت سانس جاری ہوجاتا ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ سانس کی کوئی آواز نہیں ہوتی لہٰذا تاء اور کاف میں آواز کے ساتھ پڑھنا درست نہیں ہے اگر کوئی اس کی یہ دلیل پیش کرے کہ فلاں قاری صاحب یوں پڑھتے ہیں لہٰذا مجھے انہوں نے یہ سکھایا ہے اور قرآن کو تلقی کے خلاف پڑھنا درست نہیں ہے تو عرض ہے کہ تلقی جو خلاف قواعد ہو اس پر عمل کرنا درست نہیں ہے یہ تو ایک غلطی ہے جسے درست کرنا چاہیے۔

مثال رابع: حرکات ثلاثہ کو غلط اَدا کرنا

ہر حرف کا ایک مستقل مخرج ہے اگر اس کو مخرج سے اَدا نہ کیا جائے تو یہ حرف کسی طرح بھی درست اور صحیح اَدا نہیں ہوسکتا۔ بعینہٖ حرکات ثلاثہ فتحہ، ضمہ اور کسرہ کے بھی مخارج ہیں اگر ان کو کسی دوسرے مخرج سے اَدا کیا جائے تو یقیناً یہ حرکات بھی درست اَدا نہیں ہوں گی۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- فتحہ کا مخرج انفتاح فم وصوت ہے یعنی فتحہ کو ادا کرتے وقت منہ کھولنا پڑتا ہے جس کی وجہ سے حرف کی آواز بہت کھل کر اور واضح نکلتی ہے۔
- کسرہ کا مخرج انخفاض فم وصوت ہے یعنی کسرہ کی ادائیگی میں ہونٹوں کو نیچے کی طرف مائل کر کے یائے معروف کی سی بو دے کر ادا کرنا۔
- انضمام شفتین یعنی کسرہ کی ادائیگی میں ہونٹوں کو گول کر کے واؤ معروف کی سی آواز نکالنا۔[المرشد:۳۱۵]

قراء کے لئے جہاں یہ ضروری ہے کہ حروف کو مخارج سے اَدا کریں اسی قدر یہ بھی ضروری ہے کہ حرکات کو ان مخارج سے اَدا کیا جائے، لیکن آج کل ایک گروہ پاکستان میں ایسا پایا جاتا ہے کہ وہ فتحہ اور ضمہ کو بھی انخفاص فم سے ادا کرتے ہیں اور پھر اس کو ایک لہجہ قرار دے کر باقاعدہ طلباء کو اس کے اختیار کرنے کا التزام کرتا ہے۔ ایسا کرنا فن تجوید کے خلاف ہے اور اساتذہ کو ایسی غلطی کی اِصلاح کروانی چاہیے۔

اس کے علاوہ اَدائیگی حرکات میں جو بہت بڑی غلطی رواج پا رہی ہے وہ حرکات کو مجہول پڑھنا ہے۔ پاکستانی جامعات میں یہ غلطی خصوصاً موجودہ مصری قراء اور بعض حجازی قراء کے لہجوں کو اختیار کرنے سے عام ہو رہی ہے۔ ایسی غلطیاں مجودین کے شایانِ شان نہیں ہیں، لہٰذا اس طرف خصوصی توجہ ضروری ہے۔

چند عمومی غلطیاں اور قراء کے بے جا تکلّفات

قرآن کریم کو خوبصورت پڑھنا شرعاً مطلوب ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشادگرامی ہے:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآن» . [صحيح البخاري:۷۵۲۷]

’’وہ شخص ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوبصورت کر کے نہ پڑھے۔‘‘

اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ خوبصورت پڑھنے کی صلاحیت کے باوجود اگر خوبصورت نہ پڑھے تو اُمت سے خروج کی وعید کا مستحق ٹھہرے گا، لیکن یہ بھی قطعاً لائق ستائش نہیں کہ قرآن کو خوبصورت پڑھنے کے شوق میں فن تجوید اور شریعت کی مقرر کردہ حدود کو پامال کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں قراء نے کتب تجوید وقراءات میں ایسی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے جو قراء حضرات خوبصورت پڑھنے کے شوق میں کرتے ہیں۔ تکمیل فائدہ کی خاطر ہم ان کو ذکر کرتے ہیں۔

تمطیط: ترتیل میں مدات، حرکات وسکنات میں حد سے زیادہ دیر کرنا یہ عند القراء مکروہ ہے۔

تخلیط: حدر کو اس قدر تیزی سے پڑھنا کہ حروف آپس میں گڈمڈ ہونا شروع ہو جائیں اور سامع کے لئے حروف کے مابین فرق کرنا دشوار ہو جائے تو ایسا کرنا حرام ہے۔

تمضیع: تلاوت کرتے ہوئے حروف کو چبانا، پورا ادا نہ کرنا بھی حرام ہے۔

تطنین: ہر حرف کی آواز ناک میں لے جانا اگر طبعی طور پر ایسی کیفیت ہے تو یہ مکروہ ہے اور خود تکلف سے لے کر جانا حرام ہے۔

زمزمہ: گانے اور نغمہ کی طرح گھما گھما کر پڑھنا اگر یہ لوٹانا حدود تجوید میں ہو تو مکروہ ہے ورنہ حرام ہے۔

ترقیص: آواز کو نچانا یہ حرام ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترعید: آواز کا کپکپانا جیسے قاری سردی سے ٹھٹھر رہا ہو، یہ حرام ہے۔

تقطیع: حرفوں کو کاٹ کاٹ پڑھنا یہ حرام ہے۔ [کمال الفرقان:۹]

◉ یہ غلطی بھی عام ہے کہ عین کو ادا کرتے وقت انتہائی تکلف اور سختی سے کام لیا جاتا ہے جیسے پڑھنے والے کی جان نکل رہی ہو، ایسا کرنا قواعد ترتیل کے خلاف ہے اور بے جا تکلف ہے بلکہ عین کی صفت متوسطہ کا تقاضا ہے کہ اس کو آرام سے ادا کیا جائے۔ زیادہ گلے کو کھول کر بھی ادا نہیں کرنا چاہئے کہ الف بن جائے اور زیادہ سختی بھی نہ کی جائے کہ حرف اپنا حسن کھو بیٹھے۔

◉ بعض قراء کرام خصوصاً مصری حضرات قلقلہ بہت کثرت سے کرتے ہیں، تقریباً ہر ساکن حرف کو قلقلہ سے پڑھتے ہیں اور بعض کبار قراء نے مصری قراء سے کہا بھی کہ

''حروف القلقلة عندنا خمسة وعندكم عشرين .''

''ہمارے نزدیک حروف قلقلہ پانچ ہیں جب کہ آپ کے نزدیک بیس۔''

لہٰذا امام جزری رحمہ اللہ کے قول واحرص علی السکون کے موافق سکون کا خصوصی خیال رکھا جائے اور بے جا قلقلہ سے اِحتراز کیا جائے۔

◉ عموماً مبتدی قاریوں سے یہ بھی سننے میں آیا ہے کہ وہ ایسے بعض حروف کو کلمات کے ساتھ مل کر آتے ہیں اور ان کا نفس کلمہ سے تعلق نہیں ہوتا جیسے حروف عاطفہ اور حروف تاکید وغیرہ تو ان کو اس طرح ادا کیا جاتا ہے، جیسے کلمہ میں شامل ہوتے ہیں یہ غلطی ایسے قراء میں زیادہ ہے جو ترجمہ قرآن اور عربی گرامر سے واقف نہیں ہیں۔ ایسے حروف کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے تاکہ سامع پر التباس نہ ہو اور فساد معنی نہ لازم آئے ایسے کلمات کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

① فَسَقٰـى: یہ سقی پلانے کے معنی میں ہے اگر ما کو جدا نہ کیا جائے فسق گناہ کرنے کے معنی میں ہو جائے گا۔

② فَجَعَلَهُمْ: یہ جعل بنانے کے معنی میں ہے اگر فاء کو جدا کرکے نہ پڑھا جائے تو یہ فجع مصیبت آنا کے معنی میں ہو جائے گا۔

③ فَتَرَىٰ: یہ رؤیت دیکھنے کے معنی میں ہے اگر ما کو جدا نہ کیا جائے تو فتر جھوٹ گھڑنے کے معنی میں ہو جائے گا۔

④ وَكَفٰى: کفایہ کافی ہونا سے ہے اگر واؤ کو ملا کر نہ پڑھیں تو وکف ٹپکنے کے معنی میں ہو جائے گا۔

⑤ لَمَعَ: یہ مع ساتھ کے معنی میں ہے اور لام تاکید ہے اس کو خیال کرکے نہ پڑھا جائے تو یہ لمع روشن ہونے کے معنی میں ہو جائے گا۔

ہم نے اپنی اِستطاعت کے موافق چند غلطیوں کی طرف نشان دہی کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر قراء ان کی طرف توجہ فرمائیں تو تلاوت قرآن کے مسئلہ میں اعتدال آ سکتا ہے۔ باقی یہاں کسی پر تنقید مقصود نہیں صرف قراء میں پائے جانے والے ایک نقطۂ نظر کی وضاحت مطلوب تھی کہ تلاوتِ قرآن کے مسئلہ میں تلقّی اگرچہ معیارِ اوّل ہے، لیکن اس کے نام پر تلاوتِ قرآن میں نئی بدعتوں کو رواج دینا حملة القرآن کی شان کے منافی ہے۔ اللہ ہمیں اقرءوا القرآن کما أنزل کے موافق قرآن پڑھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

جیسا کہ تجوید کے مسئلہ میں قراء کا ایک طبقہ تحقیقی انداز کو ترک کیے ہوئے ہے بعینہٖ ایسے ہی قراءات کے عمومی فکری مسائل بھی قراء کے اسی طرز فکر کا شکار ہیں اور بات اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ کسی شخص کی ایک تحقیقی رائے کو اہمیت دینے کے بجائے اپنے سنے سنائے پرانے نظریات پر ہی یقین کامل رکھے ہوئے اُسے ردّ کر دیا جاتا ہے اور ان

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسائل کو سمجھنے اور ان کے بارے میں شرح صدر کے ساتھ کسی کے نقطۂ نظر کو تسلیم کرنے یا پھر اپنی حد تک ایک تحقیقی نقد کرنے کے بجائے صرف یہ کہہ کر ردّ کر دینا کہ یہ صحیح نہیں ہے اسی رویہ نے قراء میں تقلیدی روش کی جڑوں کو مضبوط کیا ہے اور عام طور پر قراء الا ماشاء اللہ اپنے ان مسائل کے بارے میں کسی بھی سمجھدار سائل کو مطمئن کرنے سے قاصر نظر آتے ہیں۔ ذیل میں ہم ان مسائل کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

① اختیارات قراء کا مسئلہ

اختیارات سے مراد یہ ہے کہ کوئی بھی اِمام روایات مرویہ میں سے اپنی شرائط کے موافق قراءت کے کسی انداز کو اختیار کرلے اور اسی کے موافق تلاوت کرے اور وہ قراءات (یعنی اختیار) اُسی امام کی نسبت سے معروف ہوجائے۔ اختیارات کے بارے میں امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”الاختيار ما اختاره القاري من مروياته وروى قراءة تنسب إليه . “ [النشر:۱/۵۲]

”اختیار یہ ہے کہ قاری مختلف روایات میں سے بعض اَشیاء کو اپنے لیے خاص کرلے اسی کے موافق تلاوت کرے اور اسی کو اپنی قراءت کے طور پر روایت کرے۔“

اَب قراء کے ہاں عمومی طور پر یہ نقطۂ نظر پایا جاتا ہے کہ سرے سے اختیار کا مسئلہ ہی غلط ہے اور اس پر ہمیں بعض مؤقر قراءِ کرام کے خطوط بھی موصول ہوئے ہیں کہ اس مسئلہ کو یا اس نظریہ کو پیش نہیں کرنا چاہیے ہماری اس بارے میں رائے یہ ہے کہ ان مسائل میں معذرت خواہانہ رویہ اپنانے کے بجائے ایک تحقیقی نقطہ نظر اختیار کرنا چاہیے اور نوخیز قراء و علماء کو اس مسئلہ کو صحیح طور سمجھانا چاہیے تاکہ ایک علمی اور تحقیقی طرز فکر پروان چڑھے اور ہر ایک چیز کو اس کا صحیح مقام حاصل ہو۔

② خلط قراءات کا مسئلہ

خلط قراءات کا مفہوم یہ ہے کہ مختلف روایات اور قراءات کو آپس میں ایک دوسرے سے ملا کر پڑھنا مثلاً قراءات کرتے ہوئے کسی ایک روایت کا التزام نہ کیا جائے بلکہ کئی روایات کو آپس میں ملا دیا جائے اس کی شرعی حیثیت کیا ہے اس بارے میں عمومی طور پر قراء کا نظریہ یہ ہے کہ خلط قراءات غلط ہے اور یہ قرآن کریم میں تغیرّ وتبدل کے مترادف ہے جبکہ یہ نظریہ تحقیقی نقطۂ نگاہ سے درست نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے جیسا کہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ کہنا کہ مطلق طور پر خلط قراءات درست نہیں ہے صحیح نہیں ہے لہٰذا قراءِ عظام سے گزارش ہے کہ اس میدان میں بھی قدم رنجا فرمائیں۔ بعض قراء کو یہ شکوہ کرتے بھی سنا ہے کہ لوگ عمومی طور پر جمیع مسائل میں تو مفتیان کرام سے مسائل پوچھتے ہیں لیکن قراءات کے نظری مسائل میں بجائے مفتیان وشیوخ الحدیث کے رجوع قراء کی طرف ہوتا ہے حتیٰ کہ عوام کے بجائے مفتیان کرام اور شیوخ الحدیث عظام بھی قراء کی طرف رجوع کرتے ہیں حالانکہ چاہیے تو یہ کہ جہاں دیگر سینکڑوں مسائل میں ہر شیخ الحدیث کوئی نہ کوئی نقطۂ نظر رکھتا ہے تو قراءات کے مسائل کے بارے میں بھی ان کی کوئی رائے ہونی چاہیے۔

اس سلسلہ میں قراء کی خدمت میں عرض ہے کہ یقیناً ان کا یہ احساس بجا ہے کہ مفتیان وشیوخ قراءات کے مسائل کے بارے میں کوئی نظریہ نہیں رکھتے، لیکن اس بارے میں ہماری رائے یہ ہے کہ سب سے پہلے تو وہ شخص جو خود قراءات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا عالم نہیں ہے اس کا علم قراءات کے بارے میں صحیح رائے دینا ایک بہت ہی مشکل مسئلہ ہے اگر کسی شیخ الحدیث کی علم قراءات پر بھی گہری نظر ہے تو وہ یقیناً اس کا بہت بڑا امتیاز ہے لیکن جہاں یہ شکوہ قراء کا دیگر علماء عظام سے ہے ایسے یہ ہمارا شکوہ قراء سے بھی ہے کہ عام طور پر قراء کا بھی اس بارے میں کوئی نظریہ نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو وہ بھی کوئی تحقیقی نقطۂ نظر نہیں ہوتا بلکہ جو اساتذہ سے سنا تھا اُسے ہی حق سمجھتے ہوئے اس پر پکا ایمان ہے اور اس سے کسی بھی طرح ٹس سے مَس ہونے کو تیار نہیں ہیں۔

مذکورہ دونوں مسائل پر تفصیلی بحث دیکھنے کے لیے قراءات نمبر حصہ اوّل میں ہمارے مضمون مسئلہ خلط قراءات کا مطالعہ فرمائیں۔

حدیث سبعہ اَحرف کے مفہوم کا مسئلہ

قراءات کی بحث میں حدیث سبعہ اَحرف کا کیا مفہوم ہے ایک بنیادی ترین مسئلہ کی شکل اختیار کر گیا ہے اگرچہ حجیت قراءات اور ثبوت قراءات کی بحث سے اس کا تعلق بالکل اضافی ہے اس علمی مسئلہ کے بارے میں قراء عموماً تو کسی رائے کے حامل ہوتے ہی نہیں ہیں لیکن اگر ہیں بھی تو بعض دفعہ ایسی رائے ہوتی ہے جو ویسے ہی قراءات کے عدم حجیت پر دلالت کر رہی ہوتی ہے مثلاً یہ کہنا کہ سبعہ اَحرف سے مراد قراءِ سبعہ کی قراءات ہیں یہ ایک انتہائی سطح رائے ہے اور اس سے دیگر قراءاتِ ثلاثہ متواترہ کی عدم حجیت کا خود بخود اعلان ہو رہا ہے اس لیے ہمیں اس بات سے شکوہ نہیں ہے کہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہونی چاہیے ہمارا شکوہ یہ ہے کہ رائے جو بھی اختیار کریں وہ دلائل و براہین کی قوت لیے ہوئے ہو اور دیگر آراء کا بھی ایک تجزیہ کیا ہونا چاہیے بعض دفعہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ قراءات کے ان فکری مباحث میں عموماً قراء امام جزری رحمہ اللہ کی رائے کو حتمی سمجھتے ہوئے پورے زور دار انداز سے پیش کر دیتے ہیں۔ تو یہ انداز بھی ہماری نظر میں درست نہیں ہے کیونکہ شرعی علوم میں ہمیشہ یہی مسلک ہونا چاہیے کہ کسی مسئلہ کو دلائل کی بنیاد پر پرکھا جائے اور جس کی بھی رائے اَقرب الی الصواب ہو اُسے اختیار کر لیا جائے اس سے یہ قطعاً مراد نہیں ہے کہ امام جزری رحمہ اللہ کی آراء ضعیف ہوتی ہیں یا پھر معاذ اللہ ان کی تنقیص مقصود ہے بلکہ مقصد بحث یہ ہے کہ اگرچہ امام جزری رحمہ اللہ ہی کی رائے کو اختیار کیا جائے لیکن دلائل کی بنیاد پر مکمل شرح صدر ہونے کے بعد ویسے بھی تحقیق کی دنیا میں شخصیات کے بجائے دلائل و براہین سے ہی تمسک قابل ستائش امر ہے۔

رسم عثمانی کا مسئلہ

رسم عثمانی کے مسئلہ پر بھی ہماری معلومات نہ ہونے کے برابر ہوتی ہیں کہ آیا رسم توقیفی یا توفیقی یعنی اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے عطا کردہ یا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خود اختیار فرمایا تھا یا یہ کہ اُسے رسم عثمانی کیوں کہا جاتا ہے۔ رسم نبوی کیوں نہیں کہا جاتا یہ ایسے سوالات ہیں کہ قراءات کے متعلق سوچنے والے ہر ذہن میں موجود ہیں اس لیے ہمیں بھی ان موضوعات پر نہ کہ خود تیاری کرنی چاہیے بلکہ وہ قراءِ کرام جو ماشاء اللہ ہر سال قراءاتِ عشرہ سے سند فضیلت حاصل کر رہے ہوتے ہیں انہیں بھی باقاعدہ طور پر ان موضوعات پر تیاری کروائی جائے اور اگر ہو سکے تو ان سے مقالات تحریر کروائے جائیں تاکہ وہ جب میدان عمل میں جائیں تو دلائل کے اسلحہ سے لیس ہوں، باطل نظریات کے حاملین کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور انہیں منہ توڑ جواب دیں۔ اس مسئلہ پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءات نمبر حصہ اوّل میں مجلس تحقیق اسلامی کے فاضل رکن قاری محمد مصطفیٰ راسخ کا مضمون رسم عثمانی کی شرعی حثیت کا مطالعہ مفید رہے گا۔

اس مسئلہ سے جڑا ہوا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ جمع عثمانی کی نوعیت کیا تھیں روایات میں مذکور جمع عثمانی کے بارے میں بعص بظاہر متعارض الفاظ کی حقیقت کیا ہے کیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے سبعہ اَحرف کو ترک کر دیا تھا اور سبعہ اَحرف کے بغیر قرآن کو صرف حرف قریش پر جمع کیا تھا یا یہ ایک مرجوح رائے ہے اور اس مسئلہ کی حقیقت کیا ہے ان تمام موضوعات پر بھی قراء کرام کی خصوصی نظر ہونی چاہیے تاکہ حفاظت قرآنی اور خدمت قرآن کے عظیم مقصد میں ہم کامیاب و کامران قرار پائیں، اس سلسلہ میں جاننے کے لیے قراءت نمبر حصہ سوم میں موجود مضمون (رسم عثمانی روایات کے آئینہ میں) کا مطالعہ فرمائیں۔

علم تحریرات کا مسئلہ

اسی طرح قراءِ کرام نے قرآن کریم کے فکری مسائل کے علاوہ اپنے اصلی اور حقیقی موضوع حروف قرآن پر بھی گراں قدر خدمات سرانجام دیں ہیں یعنی یہ بتایا ہے کہ کون سے اختلافات کو بطور قرآن تسلیم کیا جاسکتا ہے اور کون سی چیزیں قرآن نہیں ہیں یا پھر روایت قرآن کے وقت کسی راوی سے کسی جگہ تسامح تو نہیں ہوا یا روایت کسی دوسری روایت سے خلط تو نہیں ہوگی اس پر بہت کام ہوا قراءِ کرام کی ان تحقیقات عالیہ کو اصطلاحاً تحریرات کہا جاتا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ ہمارے قراءات کے طلباء الا ماشاء اللہ تحریرات کے بھی ماہر ہونے کے بجائے عرصہ دراز تک تحریرات کا موضوع ہی نہیں سمجھ پاتے کہ تحریرات کہا کس کو جاتا ہے؟ اور جہاں کچھ تھوڑا بہت اہتمام موجود ہے وہ بھی ہماری نظر میں بہت ناکافی ہے کیونکہ جس طرح سلف نے اپنی تحقیقات پیش فرمائیں اور الحمد للہ ہمارے کبار اَساتذہ نے محنت فرما کر انہیں ضبط کیا ہے بلکہ ان کی ہر مسئلہ میں ایک تحقیقی رائے بھی موجود ہے اس طرح ہمیں بھی چاہئے کہ اس امانت کو سو فیصد صحیح طریقے سے منتقل کرنے کے لیے علم تحریرات سے گہری آگاہی حاصل کریں۔ اللہ ہمیں عمل کی توفیق دے اور قرآن کریم کے خدام میں ہمارا نام درج فرمالے۔ (آمین یارب العالمین)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبدالباسط منشاوی ☆

ائمہ قراءات کے لیل ونہار

ائمہ عشرہ اور ان کے رواۃ کی طرف منسوب قراءات اگرچہ ان کی نسبت سے خبر واحد ہیں لیکن دیگر بے شمار روایات سے تائید کی بناء پر اور علمائے قرآن میں ان کو تلقّی بالقبول حاصل ہو جانے سے ان کا رسول اللہ ﷺ سے ثبوت بہر حال قطعی اور متواتر ہے۔

زیر نظر مضمون میں فاضل مؤلف نے دس مشہور آئمہ اور ان کے رواۃ میں سے ان بعض شخصیات کو موضوعِ بحث بنایا ہے جن پر بعض ائمہ جرح وتعدیل کی طرف سے طعن کیا گیا ہے۔ ان آئمہ کی قراءات چونکہ 'تواتر طبقہ' سے ثابت ہیں چنانچہ انفرادی سطح پر اگر کسی شخصیت پر کوئی جرح ثابت ہو بھی جائے تو بھی اس امام کی طرف منسوب قراءت پر اس کا کوئی اَثر مرتب نہیں ہوتا۔

فاضل مضمون نگار نے اگرچہ ان آئمہ قراءات پر جرح کا بخوبی جائزہ قارئین کے سامنے رکھ دیا ہے لیکن اگر چند لمحات کیلئے اس جرح کو تسلیم کر بھی لیا جائے تو بھی عرض ہے کہ وہ ذات کے بجائے ان کے حافظے پر طعن سے تعلق رکھتی ہے اور ضروری نہیں کہ ایک شخص جو ایک فن میں ضعیف الحفظ ہو تو دوسرے فن میں بھی وہ لازماً ضعیف الضبط ہوگا۔ اس نکتہ کی وضاحت قراءات نمبر دوم کے صفحہ ۳۵۶ تا ۳۵۸ اور صفحہ ۵۳۱ پر تفصیلاً دیکھی جاسکتی ہے۔

یہاں ایک نکتہ مزید پیش خدمت ہے کہ اہل فن کے ہاں 'حافظے کی قوت' کے دو معیارات ضبط الصدر اور ضبط الکتاب ہیں۔ حدیث شریف کی تدوین چونکہ کافی بعد میں جا کر مکمل ہوئی ہے اس لیے وہاں راوی کے قوت حافظہ کے لیے ضبط الکتاب کی بحث عام ہے لیکن قرآنِ مجید روزِ اوّل سے مکتوب حالت میں نبی کریم ﷺ دنیا میں چھوڑ کر گئے۔ اس لیے یہاں صدری حافظہ کی کمزوری کے بالمقابل کتابی حافظہ تو ہر صورت میں پہلے سے ہی موجود ہے۔ اس لیے یہاں صدری حافظہ کی کمزوری ضرر رساں نہیں جبکہ قرآن مجید کتابی صورت میں اُمت کے پاس ہمیشہ سے موجود رہا ہے۔ اس مرکزی نکتہ کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بعض لوگ آئمہ قراءات پر تنقید کا غلط شوق پورا کر رہے ہیں، حالانکہ ائمہ جرح وتعدیل نے بھی اگر ان آئمہ قراءات پر حافظہ کے اعتبار سے کوئی طعن پیش کیا ہے تو وہ علم الحدیث کی نسبت سے پیش کیا ہے، ورنہ تمام ائمہ جرح وتعدیل روایتِ قرآن کے ضمن میں ان ائمہ قراءات کو ثقاہت کے اعلیٰ معیار پر تسلیم کرتے تھے، جیسا کہ فاضل مضمون نگار نے اسے وضاحت سے بیان کیا ہے۔ [ادارہ]

الحمد لله على نعمه الظاهرة والباطنة قديما وحديثا، والصلوٰة والسلام على محمد وآله وصحبه الذين ساروا فى نصرة دينه سيرا حثيثا وعلى أتباعهم الذين ورثوا العلم، والعلماء

☆ سابق متعلّم کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ، مدرّس کلیۃ القرآن جامعہ محمدیہ لوکو ورکشاپ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ورثة الأنبياء أكرم بهم وارثا و موروثا . أما بعد!

① قال الله سبحانه و تعالیٰ:

﴿ وَأَن لَّيْسَ لِلْاِنسٰنِ اِلَّا مَا سَعٰى، وَأَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى، ثُمَّ يُجْزٰهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ﴾ [النجم: ۳۹، ۴۰، ۴۱]

② وقال تعالیٰ:

﴿ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾ [المجادله:۱۱]

''اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے درجے بلند کرتا ہے جو تم میں سے ایمان والے ہیں اور اُنہیں علم دیا گیا ہے۔''

③ وقال سبحانه و تعالیٰ فی مقام اٰخر:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾ [الزمر:۹]

''کہہ دیجئے کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں، بے شک نصیحت تو وہی حاصل کرتے ہیں جو اہل عقل ہیں۔''

حدیثِ مصطفیٰ ﷺ

«إِنَّ اللهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ آخَرِيْنَ» [سنن ابن ماجه: ۲۱۸]

''بے شک اللہ تعالیٰ اس قرآن کے ذریعہ بہت سی قوموں کو بلند کرے گا۔''

«خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» . [صحيح البخاري:۵۰۲۷]

''تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔''

یہ منشائے قدرت ہے کہ اسلام کو دنیا میں غالب کرتا ہے اور اُسے قائم ودائم رکھتا ہے، اسی طرح اُمت کے وہ اَشراف جنہوں نے شب وروز قرآن وحدیث کی خدمت کی ہوتی ہے، اللہ رب العزت ان کے ناموں کو بھی زندہ اور ہمیشہ بلند رکھتا ہے۔

وہ اَصحاب جنہوں نے قرآن وحدیث کو پڑھنے پڑھانے میں عمر کھپا دی ان کی مکمل تعداد کیا تھا اور اب کتنی ہے؟ صرف اللہ عالم الغیب و الشھادۃ ہی بہتر جانتے ہیں۔ اِتنی زیادہ تعداد کی مثال دنیا کے کسی طبقے یا کسی اُمت میں نہیں مل سکتی۔

اُمت کی اِن بزرگ ہستیوں میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک علمائے اَلفاظ اور دوسرے علمائے معانی۔

علمائے اَلفاظ سے وہ لوگ مراد ہوتے ہیں، جنہوں نے قرآن مجید کے متن، آیات، اَلفاظ، حروف وحرکات، حتیٰ کہ نقطے اور شد و مد کی خوب حفاظت کی۔ اُنہوں نے قرآن حکیم کے فصیح طرز اَدا کو نہ صرف خود محفوظ رکھا بلکہ آنے والی نسلوں تک باحفاظت یہ علم منتقل کر کے دنیا سے چلے گئے۔ ظاہر ہے اتنی ہمت والا کام اللہ کی توفیق اور مدد کے بغیر ممکن نہیں کہ جس قرآن کو اُٹھانے کا اِنکار آسمان و زمین اور پہاڑوں نے کر دیا تھا اُسے اگر انسان نے اٹھایا تو صرف اللہ کی منشاء ومرضی اور توفیق کے سہارے پر۔

چونکہ تمام تفاسیر و اَحادیث قرآنی متن کی محتاج ہیں۔ یہ قرآنی متن کی تشریحات ہیں جو قرآن کے تابع ہوتی ہیں۔ قرآن کا متن باقی رہے گا تو حدیث وتفسیر بھی قائم و دائم رہیں گی۔ لہٰذا قرآن مجید کے متن، اَلفاظ وکلمات جہاں تک کہ ہر ہر حرف، اِعراب اور نقطے کی حفاظت ضروری ہوگئی اس کی حفاظت کا کام کرنے کے لیے اَیسے اَفراد کی ضرورت تھی جو اپنی زبانوں اور سینوں کو قرآن کے لیے پیش کریں، جو اپنی زبانوں کو خوب مشق ومحنت کے ذریعہ صحیح طرز اَدا کا عادی بنائیں۔ صرف قرآن مجید ہی ایسی کتاب ہے جو اَفضل الذکر ہے جس کی تلاوت عبادت سمجھ کر کی جاتی ہے اور قرآن پاک کے متن کو تلاوت کرنا اور لوگوں کو سنانا، سکھانا اس کام کے لیے افراد تیار کرنا، سب کچھ فریضۂ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت میں شامل تھا۔

جیسا کہ قرآن مجید نے بڑی وضاحت کے ساتھ نبیﷺ کے فرائض کی وضاحت کی ہے:

اِرشاد باری تعالیٰ ہے۔(دعائے ابراہیم علیہ السلام)

① ﴿ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولاً مِنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ اِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [البقرۃ:۱۲۹]

’’اے ہمارے رب! ان میں ایک رسول بھیج جو اِنھی میں سے ہو، وہ ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے، انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دے اوران کو پاکیزہ بنائے، بلاشبہ تو غالب اور حکمت والا ہے۔‘‘

② ﴿كَمَا أَرْسَلْنَا فِيكُمْ رَسُولاً مِنكُمْ يَتْلُوا عَلَيْكُمْ ءَايٰتِنَا وَيُزَكِّيكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّالَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ﴾ [البقرۃ:۱۵۱]

’’جیسا کہ ہم نے تمہارے اَندر تمہی سے ایک رسول بھیجا جو تم پر ہماری تلاوت کرتا ہے اور تمہیں پاکیزہ بناتا ہے اور کتاب وحکمت سکھلاتا ہے اور وہ کچھ سکھلاتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے۔‘‘

③ ﴿لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ اِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنْفُسِهِمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِهِ وَ يُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ﴾ [آل عمران:۱۶۴]

’’بلاشبہ اللہ نے مؤمنوں پر بہت اِحسان کیا ہے کہ ان کے درمیان اُنہی میں سے ایک رسول مبعوث فرمایا جوان پر اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اوران کو سنوارتا ہے اور کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے لوگ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔‘‘

④ ﴿هُوَالَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّنَ رَسُولاً مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ﴾ [الجمعۃ:۲]

’’وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی سے ایک رسول بھیجا جوانہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اُن کو پاک کرتا ہے اورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے اِن آیات میں متن قرآنی کی تلاوت کومقدم رکھا اور کتاب وسنت کی تفہیم کو مؤخر کیا اور نبیﷺ نے جبرائیل علیہ السلام سے اَولاً ہر آیت کی تلاوت سیکھی اُسے یاد کیا بعد میں اس کا مفہوم بھی سمجھا اور آپﷺ نے اَپنے اَصحاب کو بھی اسی ترتیب سے ساتھ تعلیم دی۔حتیٰ کہ اَسلاف نے بھی یہی اَنداز اَپنایا۔لوگ تمام علوم سیکھنے سے پہلے قرآن مجید صحیح پڑھنا سیکھتے تھے۔

چنانچہ اِمام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ایک دفعہ میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو امام ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کو باب الصفا کے قریب ستون کے پاس بیٹھے ہوئے پایا، تو آپ کے پاس چلا گیا۔پوچھنے لگے لڑکے! تم نے قرآن مجید پڑھ لیا ہے۔میں نے کہا جی ہاں، پڑھ چکا ہوں۔بولے علم میراث سیکھا ہے؟ میں نے اِثبات میں جواب دیا۔پھر پوچھا حدیث بھی لکھی ہے میں نے کہا جی لکھی ہے۔‘‘[تذکرۃ الحفاظ اُردو،۱/۱۰۸]

اِمام زہری رحمہ اللہ نے سب سے پہلا سوال قرآن پڑھنے کے متعلق پوچھا: جو اِس بات پر دلالت کررہا ہے کہ تمام علوم سیکھنے سکھانے سے پہلے قرآن مجید کوصحیح پڑھنا آنا چاہئے اور متقدمین ایسا ہی کرتے تھے۔لہٰذا بعض اَحناف کا یہ کہنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ اَکثر محدثین قراءات و تجوید سے ناواقف تھے یا قرآن درست نہ پڑھ سکتے تھے، بالکل فضول بات ہے۔حتیٰ کہ کچھ نے تو ہمارے جلیل القدر امام، امام بخاری رحمہ اللہ پر بھی اسی طرح کا اِعتراض وارد کیا، جس کا جواب الحمدللہ انہیں اسی موقع پر دے دیا گیا کہ کاش مولانا صاحب نے صحیح بخاری پڑھی ہوتی تو معلوم ہوتا کہ اِمام بخاری رحمہ اللہ قراءات کے ماہر اور عالم تھے۔ ہاں اُنہیں یہ فن پڑھنے پڑھانے کا موقع میسر نہ آیا یا اِتنا وقت اور فرصت ہی نہ ملی۔ کیونکہ صحیح بخاری میں اِمام صاحب نے دوسو کے لگ بھگ اَیسے کلمات ذکر کیے ہیں کہ جن کا تلفظ عام روایتِ حفص (موجودہ مصحف) کے تلفظ کے خلاف ہے اور علماء نے اِمام ہشام بن عمار دمشقی جو ابن عامر شامی رحمہ اللہ کے جلیل القدر راوی ہیں کا شاگرد بھی بتایا ہے اور اسی طرح امام خلف کوفی رحمہ اللہ، خلاد کوفی رحمہ اللہ، ہشام بن عمار دمشقی رحمہ اللہ اور شعبہ بن عیاش کوفی رحمہ اللہ سے اَحادیث بھی اپنی صحیح میں نقل کی ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید کے متن کی اَدا و تلاوت کو اللہ تعالیٰ نے اور بھی ایک جگہ پر مقدم رکھا ہے اور بیان کو مؤخر کیا ہے۔

اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

① ﴿وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا﴾ [الفرقان:۳۲]

''اور ہم نے اس قرآن کو ترتیل کے ساتھ نازل کیا ہے۔''

﴿وَلَا يَأْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا﴾ [الفرقان:۳۳]

''یہ آپ کے پاس جو کوئی مثال لائیں گے ہم اس کا سچا جواب اور عمدہ تفسیر بتا دیں گے۔''

ان بالترتیب دو آیتوں میں ترتیل (تجوید سے ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا) کو مقدم اور اس کی وضاحت یعنی تفسیر کو مؤخر کیا گیا ہے۔

② ﴿اَلرَّحْمٰنُ، عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ، خَلَقَ الْاِنْسَانَ، عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ [الرحمٰن:۱،۴]

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان ہے اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ رحمٰن نے قرآن سکھایا۔ اسی نے انسان کو پیدا کیا اور اسے بیان سکھایا۔''

یہاں پر بھی بیان کو مؤخر کیا گیا ہے۔

③ ﴿لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ، اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ، فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ، ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ﴾ [المزمل:۱۶،۱۹]

''اے نبی ﷺ! آپ قرآن کو جلدی یاد کرنے کے لیے اَپنی زبان کو حرکت نہ دیں اس کا جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ ہم جب اُسے پڑھ لیں تو آپ اس کے پڑھنے کی پیروی کریں۔ پھر بے شک اس کا بیان بھی ہمارے ذِمہ ہے۔''

بعض اَہل علم کو غلط فہمی ہوگئی کہ فقط سمجھ بوجھ ہونا کافی ہے اور پڑھنے کی بجائے تفقہ زیادہ ہونا چاہیے۔ چاہے کوئی غلط پڑھے یا صحیح۔ حالانکہ یہ بات یاد رکھنی چاہیے۔ قرآنی متن محفوظ نہ رہا تو تفقہ کیسے حاصل ہوگی؟ دوسرا یہ کہ تفقہ قرآن صحیح پڑھنے سے مانع نہیں اور قرآن مجید کثرت سے تلاوت کرنا تجوید کے مطابق اَدا کرنا تفقہ کے خلاف نہیں، ورنہ جلیل القدر قراء اور محدثین جنہوں نے اپنی زندگی میں کثرت کے ساتھ شب و روز قرآن کی تلاوت کی۔ اتنے قرآن مکمل، ختم کیے کہ جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچ جاتی ہے، جیسا کہ آگے چل ہم اِمام شعبہ بن عیاش رحمہ اللہ کے حالات میں اِنشاء اللہ ذکر کریں گے۔ اسی طرح امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے جیل میں ۸۱ بار قرآن مکمل کیا۔ آپ ایک نابینے قاری جو خوبصورت آواز میں پڑھتا تھا سے سنتے بھی تھے۔ اِمام صاحب جب سورۃ القمر کی آخری آیات پر پہنچے تو اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ [طبقات حنابلہ، تذکرۃ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر جیل میں ۸۱ بار قرآن اُنہوں نے مکمل پڑھ لیا تھا تو باقی زندگی میں کتنا زیادہ پڑھا ہوگا؟
قرآن مجید کے متن کو صحت وصفائی سے پڑھنا ان لوگوں کے پاس کتنا عظیم اَمر تھا ان کو قرآن مجید سے کس قدر لگاؤ تھا؟ اُنہیں سننا اور پڑھنا دونوں کام کتنے اچھے محسوس ہوتے تھے۔
چنانچہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں لکھا ہے:

''قرظہ بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں لوگوں کی تعلیم وتربیت کے لیے عراق روانہ کیا تو دور تک ہمارے ساتھ چلے رہے، پھر فرمانے لگے، جانتے ہو، میں تمہیں یہاں تک وِداع کرنے کیوں آیا ہوں؟ ہم نے عرض کیا جی ہاں ہمارے عزت اَفزائی کے لئے، فرمایا ہاں یہ درست ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ میں تمہیں یہ بھی ہدایت کرنے آیا ہوں کہ تم ایک اَیسے شہر جارہے ہو جہاں کے لوگ قرآن حکیم کو اس سوز وگداز سے پڑھتے ہیں کہ اس کے سینوں سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح رونے کی آواز سنائی دیتی ہے۔ خبردار! بکثرت اَحادیث بیان کرکے ان کی توجہ قرآن سے نہ ہٹا دینا، زیادہ تر قرآن حکیم کی تعلیم پر زور دینا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کم اَز کم اَحادیث بیان کرنا، اَب جاؤ تمہارے اس مشن میں، میں بھی تمہارے ساتھ شریک ہوں۔ قرظہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب ہم وہاں پہنچے اور لوگوں نے ہم سے حدیث بیان کرنے کی فرمائش کی تو ہم نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں اَیسا کرنے سے منع کردیا ہے۔'' [تذکرہ الحفاظ، ۱/۱ طبقہ۱]

نوٹ: یہاں ہم یہ وضاحت کرتے چلیں کہ کوئی منکرِ حدیث یہ خیال نہ کرے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے بارے میں کمزور یا غلط عقیدہ رکھتے تھے بلکہ وہ اِحتیاط کرتے تھے تاکہ کوئی شخص اپنی طرف سے غلط بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب نہ کردے۔ ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موتیوں کی مانند فرامین انسان کی رہنمائی کے لیے مشعلِ راہ ہیں، بات واضح ہے۔

اِس واقعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تلاوت قرآن سے محبت کا اَندازبھی لگایا جاسکتا ہے۔
قرآنی متن کو درست شکل کے ساتھ زبان پر لانا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ فصیح تھے جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم فصیح طرز اَدا کے ساتھ ساتھ خوبصورت آواز میں تلاوت فرماتے تھے اسی طرح آپ کے اَصحاب بھی خوبصورت تلاوت فرماتے تھے۔
یاد رہے کہ خوبصورتی میں صرف خوش آوازی ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ کلمات وحروف کی فصیح اَدا سب سے مقدم عمل ہوتی ہے۔ اس ساری بحث سے ہم یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ متن کلام اللہ تمام دینی علوم کی بنیاد اور اَساس ہے۔ دین کی ساری عمارت اسی بنیاد پر کھڑی ہے۔ جن نفوس قدسیہ نے اَساس اور بنیاد کو قائم رکھا ان کی عظمت وشان اور بزرگی کسی سے کم نہیں۔ اِسلام میں ان کے نام خدمتِ قرآن کی وجہ سے اِس طرح چمکتے رہیں گے جس طرح آسمان پر سورج، چاند اور تارے چمکتے ہیں۔
یہ لوگ تمام علوم میں مہارت تامہ رکھنے والے تھے۔ ہر فن مولا ہوتے تھے۔ لیکن ہر کسی نے اپنے طبعی ذوق کے لحاظ سے یا قلت وقت کی وجہ سے ایک فن میں مہارت پیدا کی، وہ اسی علم وفن کا اِمام کہلانے لگا۔
اِسی طرح قراءات وتجوید کے ائمہ نے باوجود صاحب علم وفضل ہونے کے خود اپنے طور قرآن مجید کو پڑھنے پڑھانے کا رستہ اِختیار کیا۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی کو اِتنا مصروف کردیا کہ انہیں اَحادیث نقل کرنے کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرصت ہی نہ ملی۔جس طرح محدثین نے اَحادیث کی جانچ و پرکھ اَحادیث کے لکھنے، یاد کرنے میں عمریں صرف کردیں،اس زمانے کے علماء وقراء آج کی نسبت کہیں زیادہ تفقہ اورعلوم میں مہارت رکھنے والے تھے۔

کچھ محدثین وقراء ایسے بھی ہیں جن سے اللہ نے قراءات اور اَحادیث دونوں کی خدمت لی۔انہوں نے اپنے وقت کو دوحصوں میں تقسیم کررکھا تھا۔دن کا ایک حصہ قرآن پڑھانے میں اور دوسرا اَحادیث کی نقل و روایت میں گزارتے۔ کچھ ایسے قراء ہیں جوقراءات میں بالاتفاق ثقہ وضابط مانے جاتے ہیں۔حدیث کی نقل و روایت کی طرف وقت نہ دینے کی صورت میں وہ مقام تو نہ پاسکے جو کئی لاکھ حدیثوں کے حافظوں کوملتا ہے۔جب ان پر اَحادیث میں جرح کی گئی تو بعض لوگوں نے اس کا مطلب یہ اَخذ کیا کہ اگر یہ حضرات حدیث میں ضعیف ہیں تو قراءات میں ثقہ کیسے بن گئے؟

ان عظیم المرتبت قراء کی ثقاہت کو چیلنج کرنا یا ان کی اِمامت فی القراءات کا اِنکار کرنا ویسے ہی جیسے کوئی شخص کسی ڈاکٹر سے کپڑے سلوانے چلا جائے یا کسی درزی کی دکان پر دوائی لینے چلا جائے تو اس پر جرح کردے، اگرچہ وہ اپنے فن کا ماہر ہی کیوں نہ ہو۔

کتنے ہی ایسے نحوی ہیں جو حدیث میں بالکل صفر ہیں۔مثلاً سیبویہ نحو کے اِمام ہیں مگر حدیث میں بالکل فارغ ہیں۔اسی طرح کئی ایسے مؤرخ جو تاریخ میں تو مہارت رکھتے ہیں لیکن ان کو نہ قرآن میں مہارت ہوتی ہے نہ حدیث میں۔مگر اَفسوس کہ اگر کسی محافظ قرآن پر حدیث کے سلسلہ میں کوئی جرح مل جائے ، جو بعض اَوقات جرح ثابت بھی نہیں ہورہی ہوتی تو اَیسے اشراف کوضعیف فی الحدیث کے ساتھ ساتھ ضعیف فی القراءات کہہ کر اسلام دشمنی کی مذموم کوشش کی جاتی ہے۔حدیث کے منکروں کی ہمیشہ یہ چال رہی ہے کہ اَحادیث کے اِنکار کے ساتھ قراءات جوقرآن مجید کا اعجاز ہے، کے ناقلین کو بدنام شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے۔

یادرہے کہ ناقلین قراءات میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان پر کی ہوئی جرح پر خود کئی محدثین متفق نہیں ہیں۔ بالفرض اگر حدیث میں ضعف ثابت بھی ہوجائے تو نقل قراءات میں ان کا مقام مسلم مانا جاتا ہے۔اس طرح وہ قراء جن کی زبانوں اورسینوں سے اللہ نے حفاظت قرآن جیسا عظیم اور مقدس کام لیا، ان کی شخصیت کومجروح کرنے کی فضول اور ناکام کوشش ہوتی ہے۔سچ ہے کہ قراءات کے ناقلین نے حفاظت کلام اللہ کا حق اَدا کردیا۔

چنانچہ اِمام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے پاس ایک معتزلی آیا۔اس نے کہا: اے ابوعمرو! آپ کو میں ایک مشورہ دینا چاہتا ہوں۔آپ میرے سامنے ﴿ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا﴾[النساء:۱۶۴] میں لفظ 'اللّٰه' کومفعول اور لفظ 'موسیٰ' کو فاعل بنا کر تلاوت کردو چونکہ وہ اللہ کی صفت کلام کے اِنکاری ہیں۔اس کا خیال تھا کہ میں اس طریقے سے ابوعمرو کے منہ سے نکلوا لوں گا اور بعد میں اس کو ابوعمرو کی قراءت کا نام دے کر ان کی طرف منسوب کردوں گا۔ امام اَبوعمرو بصری رحمہ اللہ نے فوری اس کا ردّ کیا اورکہا کہ بالفرض یہاں تو فاعل ومفعول کومقدم موخر کرلے گا تو قرآن مجید میں ایک جگہ سورۃ الاعراف میں آرہا ہے﴿ وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰى لِمِيْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ﴾ [الأعراف:۱۴۳] یہاں پر'ربه' کو منصوب پڑھنے کا کون سا قاعدہ لاؤ گے۔[فبھت المعتزلی۔شرح عقیدۂ طحاویہ]

یادرکھیں دین میں جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ شہرت وعزت نصیب فرماتا ہے۔ان کے پیچھے بہت سے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔مثلاً اَخلاص کی دولت، تقویٰ، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، رِزق حلال، زبان کی حفاظت، اَساتذہ کی فرماں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

برداری اور عزت کرنا، خوب محنت سے علم پر توجہ دینا۔ اسی طرح جھوٹ، غیبت، گالی گلوش اور دیگر مکروہات ومنکرات سے بچنا اور حدود اللہ کی حفاظت کرنا وغیرہ شامل ہیں۔

ائمہ قراءات میں بعض کا قرآن مجید کی خدمت میں مصروف ہونا اور حدیث کو روایت نہ کرنا۔

چند وُجوہات حسب ذیل ہیں:

① قرآن مجید کی خدمت کا ذوق

الف مشہور مقولہ ''لکل فن رجال'' کے تحت ہر شخص کسی نہ کسی علم وفن میں لگاؤ رکھتا ہے، اسی طرح اُمت محمدیہ میں فی زمانہ سینکڑوں اَفراد ایسے ہوئے کہ باوجود جامع العلوم ہونے کے صرف قرآن کے ساتھ اپنے ذوق کی وجہ سے مشغول رہے۔ یہ ہر شخص کے اپنے ذوق کی بات ہے یا پھر اُسے تقسیم خداوندی کا نام دے دیں کہ جس نے اپنے کلام کے متن کو محفوظ و مامون رکھنے کے لیے اَن گنت افراد کو یہ توفیق بخشی۔

چنانچہ امام ابوعبدالرحمن سلمی رحمہ اللہ تابعی کو سامنے رکھ لیں۔ جن کے بارہ میں امام جزری رحمہ اللہ 'نشر' میں یہ فرما رہے ہیں کہ وہ بڑے علم وفضل کے مالک تھے لیکن قصداً قرآن پڑھنے پڑھانے کو اختیار کیا۔ اس کا سبب نبی ﷺ کا وہ فرمان ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ» . [صحيح البخاري:٥٠٢٧]

قال أبوعبدالرحمن السلمي: ''فذلك الذي أقعدني هذا المقعد.''

''اسی بات نے مجھے اس مسند پر بٹھا دیا ہے۔'' [النشر في القراءات:١١، معرفة القراء الكبار للذهبي: ٥٥/١]

وقال أبوإسحاق السبيعي: إن أبا عبدالرحمن كان يقرئ الناس في المسجد الأعظم أربعين سنة

''ابواسحق سبیعی نے کہا ہے کہ ابوعبدالرحمن سلمی نے مسجد اعظم میں ۴۰ سال تک لوگوں کو قراءات پڑھائیں۔

ابوعبدالرحمن سلمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے شاگرد خاص تھے۔ [معرفة القراء الكبار:٥٥/١]

سلمی تابعی کا یہ قول وفعل، خدمت قرآن اور ذوق قراءات کی بہت بڑی اور واضح دلیل ہے۔

ب اِمام ابوالقاسم الشاطبی رحمہ اللہ کی شخصیت سے کون ناواقف ہوگا؟ جن کے بارہ میں نواب صدیق الحسن خان رحمہ اللہ نے اپنی کتاب 'التاج المکلل:۸۸' میں تذکرہ الشاطبی میں یہ بات ذکر کی ہے کہ امام شاطبی رحمہ اللہ کو بخاری ومسلم اور مؤطا اِمام مالک ازبر تھیں۔ علوم اِسلامیہ کے طلبہ دور دراز سے سفر کرکے اَحادیث کے مذکورہ مجموعہ جات کی تصحیح کرواتے تھے۔ مگر امام شاطبی رحمہ اللہ کو قرآن مجید کے ساتھ خاص شغف اور لگاؤ تھا۔ دن رات اس کی خدمت میں کوشاں رہے۔ حتیٰ کہ قیامت تک آنے والوں کے لیے سند بن گئے۔ امام شاطب رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی کتاب القصيدة الشاطبيه 'حرز الأماني ووجه التهاني' سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں نے فیض پایا۔

② قلت وقت بھی ایک وجہ ہے

ائمہ قراءات میں سے اکثر کو اَحادیث پڑھانے کا وقت نہ ملا۔ قرآن سیکھنے والوں نے اُن پر اتنا ہجوم کردیا کہ صبح و شام اسی کام میں لگے رہے حتیٰ کہ عمریں بیت گئیں۔

الف اِمام نافع رحمہ اللہ ہی کو دیکھئے کہ دن رات پڑھا رہے ہیں مگر پھر بھی قرآن کے پڑھنے والے طالب علم باقی رہتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے معروف شاگرد اِمام عثمان بن سعید رحمہ اللہ جن کا لقب 'ورش' ہے، کہتے ہیں کہ میں مصر سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھنے کے لیے مدینہ منورہ پہنچا، دیکھتا ہوں کہ کثرت طلباء کی وجہ سے باہر سے آنے والا شخص اِمام نافع مدنی رحمہ اللہ تابعی سے علم حاصل نہیں کرسکتا تھا، آپ طلباء کو بڑی شفقت، لگن اور محنت سے پڑھا رہے تھے۔ میں حلقہ طلباء کے پیچھے بیٹھ گیا۔امام نافع رحمہ اللہ کسی کو تیس سے زیادہ آیات نہیں پڑھاتے تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ یہاں داخلہ بہت مشکل ہے۔

میں امام نافع رحمہ اللہ کے قریبی مخلص دوست کبیر، ابوجعفر کو لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔انہوں نے عرض کیا حضرت! یہ مصر سے آیا ہے کوئی حاجی یا تاجر نہیں صرف پڑھنے کے لیے اِتنا لمبا فاصلہ طے کرکے آیا۔ امام نافع رحمہ اللہ نے جواب دیا: ”ترىٰ ما ألقي من أبناء المھٰجرين والأنصار“، ”آپ دیکھ رہے ہیں کہ مہاجرین وانصار کی اَولاد کو تعلیم دینے کی وجہ سے کتنا عدیم الفرصت ہوں۔حتی کہ جب اِصرار کیا گیا تو رات مسجد نبوی میں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ آپ تہجد کے وقت تشریف لائے اور پوچھا کہ وہ مصری مسافر کہاں ہے؟ میں حاضر ہی تھا۔ آپ نے مجھے پڑھنے کا اِشارہ فرمایا۔ اللہ نے مجھے خوبصورت آواز عطا کی تھی میں پڑھ رہا تھا اور پوری مسجد میں آواز پھیل رہی تھی۔

جب میں نے تیس آیات پڑھ لیں تو خاموش ہونے کا حکم فرمایا۔ اتنے میں جو طلبا جمع ہو چکے تھے ایک نے اُٹھ کر کہا اے شیخ! ہم یہاں کے باشندے ہیں یہ بھائی اتنی دور سے آیا ہے لہٰذا میں اپنی دس آیات پڑھنے کا وقت اسے ہبہ کرتا ہوں۔ پھر ایک اور طالب علم نے بھی مجھے دس آیتوں کا وقت ہبہ کیا۔ جس پر امام نافع رحمہ اللہ نے مجھے بیس آیات مزید پڑھنے کی اِجازت دی۔ اب میں روزانہ پچاس آیات پڑھتا تھا۔ اس طرح مکمل قرآن کئی بار شیخ نافع سے پڑھا۔[معرفة القراء الكبار: ۱۲۸/۱]

اِس واقعہ سے یہ بات ہمارے سامنے آتی ہے کہ امام نافع رحمہ اللہ کس قدر قرآن کی خدمت میں شب و روز مشغول تھے؟ کہ اَحادیث کی نقل و روایت کے لیے وقت ہی نہ ملا۔

ب قراءِ عشرہ میں اِمام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ مشہور و معروف شخصیت ہیں۔ آپ کے حلقہ فیض سے ہزاروں لوگ مستفید ہوئے۔ آپ جب بصرہ سے مدینہ گئے تو وہاں بھی یہی کیفیت رہی۔ اِمام حسن بصری رحمہ اللہ نے جب ان کے گرد قرآن مجید سیکھنے والے طلبا کا اَژدھام دیکھا تو حیرانی کے عالم میں فرمانے لگے:

”لا اله الا الله كادت العلماء أن تكون أرباباً؟“ [غاية النهاية في طبقات القراء للجزري: ۲۹۱/۱]

”اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، کیا علماء اَرباب بن گئے؟“

چنانچہ اِمام وکیع رحمہ اللہ کا بیان ہے:

”ابوعمرو بصری جب کوفہ آئے تو لوگوں کے سامنے حصول علم کے لیے اسی طرح جمع ہوئے جس طرح ہشام بن عروہ کے سامنے ہوئے تھے۔“ [معرفة القراء الكبار: ۱۰۲/۱]

اِمام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ قراءات اور نحو میں بے مثل اِنسان تھے۔ اُنہوں نے اَحادیث بھی پڑھیں، آگے چل کر ہم انشاء اللہ ان کے اَساتذہ حدیث کا تذکرہ کریں گے۔ لیکن آپ بھی قرآن مجید کی تجوید اور قراءات نقل کرنے میں لگے رہے اور اس فن میں سند بن گئے۔ دیگر علوم کی تدریس کا موقع ہی نہ مل سکا۔

ج اِمام کسائی رحمہ اللہ نحوی، مقری، کوفہ کے رہنے والے ہیں۔ نحو اور قراءت میں ان کی حیثیت بہت بلند ہے۔ آپ کے پاس تو اتنے تلامذہ حاضر ہوتے تھے کہ فرداً فرداً انہیں پڑھانا مشکل ہوگیا۔ چنانچہ امام کسائی کرسی پر تشریف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رکھتے، پڑھتے جاتے اور ساتھ ہی ساتھ اپنے طلباء کو اِختلاف قراءات بھی نقل کرواتے جاتے۔

[غاية النهاية في طبقات القراء للجزري:۵۳۸/۱]

اِمام خلف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماہ شعبان میں ان کے لیے منبر منگوایا جاتا آپ اس پر بیٹھ کر لوگوں کو تعلیم دیتے روزانہ آدھی منزل پڑھ لیتے اس طرح شعبان میں دو قرآن مجید مکمل تلاوت فرما لیتے۔ [تاریخ بغداد، خطیب بغدادی:۳۰۸/۱۱]

تقویٰ و للّٰہیت کے چند مختصر واقعات

علم حاصل کرنے کے بعد بھی اگر تقویٰ و پرہیز گاری پیدا نہ ہو تو ایسے علم کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ تقویٰ و طہارت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی زیادہ علمی فیض جاری ہوگا کیونکہ قرآن و حدیث نورِ ہدایت ہیں یہ خوشبو کی مانند ہیں۔ معصیت اِلٰہی اور گناہ بدبو کی طرح ہیں۔ لہٰذا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ خوشبو اور بدبو دونوں ایک جگہ جمع ہوں؟

دیکھنا یہ ہے کہ جن اشراف لوگوں نے قرآن مجید کی خدمت کی آج تک لوگ ان کا نام اتنے اَدب و احترام سے لیتے ہیں۔ ان میں تقویٰ و خلوص کی صفت کس درجہ تھی۔ ان کی زبانیں کتنی پاک وصاف تھیں، ان میں کتنا اَثر ہوگا؟

الف چنانچہ امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کے بارے میں امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کہ امام عاصم کوفی رحمہ اللہ بڑے عابد و زاہد اور تقویٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ کثرت سے نوافل اَدا کرتے تھے۔ جمعہ کے دن عصر تک مسجد میں بیٹھے رہتے۔ کہیں جاتے ہوئے راستہ میں اگر مسجد آجاتی تو رُک کر نفل اَدا کرتے۔ پھر آگے چلتے۔ اِمام عاصم رحمہ اللہ نے ۵۰ سال تک مسجد صحابہ عراق میں قراءات کی تعلیم دی۔''

[غاية النهاية في طبقات القراء للجزري:۳۴۸/۱]

نوافل آدمی کو اللہ کے بہت زیادہ قریب کردیتے ہیں۔ ان کی وجہ سے عبادات میں لذت بڑھ جاتی ہے اور اللہ کی محبت تمام محبتوں پر غالب آجاتی ہے۔

ب امام نافع مدنی رحمہ اللہ جن کے بارے میں پیچھے ذکر ہوچکا ہے کہ اُنہیں خدمت قرآن سے ذرا فرصت نہ تھی۔ قرآن مجید بہت بڑا ذکر ہے جس شخص کو اس ذکر کی مداومت نصیب ہوجائے اس کی قسمت کا کیا کہنا؟

امام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''امام نافع مدنی رحمہ اللہ تابعی حد درجہ عابد و زاہد، متقی و پرہیز گار تھے۔ ستر سال تک قرآن پڑھنا پڑھانا بڑی فضیلت کی بات ہے وہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بیٹھ کر۔ امام قالون رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ نافع رحمہ اللہ سب لوگوں سے زیادہ پاکیزہ اَخلاق، عمدہ عادات رکھنے والے اور قرآن خوبصورت اَنداز و آواز سے پڑھنے والے تھے۔ انہوں نے ساٹھ سال تک مسجد نبوی میں نمازیں اَدا کیں۔ امام نافع رحمہ اللہ کے بارے میں کئی علماء نے یہ بات لکھی ہے کہ جب وہ گفتگو کرتے یا قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو منہ سے کستوری جیسی خوشبو آیا کرتی تھی۔ جب ان سے کہا گیا کہ آپ بڑی عمدہ خوشبو استعمال کرتے ہیں تو اُنہوں نے اِنکار کردیا اور بتایا کہ ایک رات امام الانبیاء کی زیارت حالت خواب میں نصیب ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر میں نے قرآن مجید کی تلاوت سنائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہوکر میرے منہ میں اپنا لعب مبارک لگا دیا۔ سمجھتا ہوں کہ اس دن سے لے کر آج تک میرے منہ سے یہ خوشبو آرہی ہے۔ [معرفة القراء الكبار للذهبي: ۱۰۸/۱]

امام نافع رحمہ اللہ جنت البقیع میں امام مالک کے پہلو میں سپرد خاک ہیں۔

ج اِمام حمزہ رحمہ اللہ کوفی جلیل القدر اَئمہ میں سے ایک ہیں، حافظ حدیث تھے، صحیح مسلم کے راوی ہیں۔ تقویٰ و

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ اَپنے طالب علم سے پانی تک نہ پیتے تھے۔ زیتون بیچا کرتے تھے۔
ایک دفعہ سخت گرمی کے موسم میں کسی گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا پیاس کی شدت تھی۔مگر جب ایک نوجوان گھر سے باہر نکلا تو پہچان گئے کہ اس نے مجھ سے قرآن پڑھا ہے۔بغیر پانی پیئے وہاں سے چل دیئے۔

[نزھة النظر شرح نخبة الفکر: ۵۱،حاشیہ نمبر۱، بحث معروف ومنکر]

یہ کمال تقویٰ ہے، پرہیزگاری ہے کہ کہیں قرآن مجید کا اَجر ختم نہ ہوجائے۔طالب علم سے کوئی معاوضہ نہ لیتے۔حتیٰ کہ چھوٹی سے چھوٹی خدمت لینا بھی گوارا نہ کرتے۔امام شاطبی رحمہ اللہ نے بڑی عمدہ بات کہی ہے۔

وحمزة ما أزكاه من متورع إماماً صبوراً للقرآن مرتلا

’’اورحمزہ کس قدر پاکیزہ اور پرہیزگار، صبر کرنے والے امام ہیں جوقرآن کوترتیل سے پڑھنے والے تھے۔‘‘

آپ کے شاگرد اِمام خلف کہتے ہیں کہ میرے والد گرامی فوت ہوگئے ان پر کچھ قرض تھا۔میں نے حمزہ رحمہ اللہ سے کہا کہ قرض خواہ آپ کا شاگرد ہے اس کہہ کرقرض میں تخفیف کرا دیں۔حمزہ رحمہ اللہ نے فرمایا: وہ میرے پاس قرآن پڑھتا ہے میں یہ کس طرح کرسکتا ہوں دیکھتے نہیں میں طالب علم کے ہاتھ سے پانی منگوانا بھی مناسب نہیں سمجھتا۔

[أخلاق حملة القرآن للآجری: ۱۷۹، معرفة القراء للذهبي: ۹۶/۱]

عبداللہ عجلی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ امام حمزہ رحمہ اللہ ایک سال کوفہ میں رہتے اور ایک سال حلوان میں، مشاہیر حلوان میں سے ایک نے آپ رحمہ اللہ سے مکمل قرآن پڑھا تو اس نے ایک ہزار درہم بھیجے۔آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اُسے واپس لوٹا دو میں قرآن پر اُجرت نہیں لیا کرتا۔اللہ سے اس کے بدلہ میں جنت الفردوس کی اُمید کرتا ہوں۔

[معرفة القراء الكبار للذهبی: ۹۴/۱]

د اِمام ہشام بن عمار دمشقی رحمہ اللہ، ابن عامر شامی رحمہ اللہ کے راوی ہیں۔

آپ جامع مسجد دمشق میں خطیب تھے۔ اِنتہائی درجہ کے نیک، پارسا اور متقی اِنسان تھے۔بڑے خشوع وخضوع سے عبادات الٰہیہ میں مشغول رہتے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ھدبہ بن خالد اتنی لمبی نماز پڑھاتے کہ کچھ لوگ تنگ ہوجاتے اور عبدان اہوازی ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے گریز کرتے۔ ہرسجدہ میں تیس سے زیادہ تسبیحات پڑھا کرتے تھے۔

ہدبہ بن خالد کئی باتوں میں مثلاً داڑھی، چہرے مہرے حتیٰ کہ نماز پڑھنے میں وہ سب لوگوں سے زیادہ اِمام ہشام بن عمار رحمہ اللہ سے مشابہت رکھنے والے تھے۔امام ہشام امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے اُستاد بھی ہیں۔

ھـ اِمام شعبہ بن عیاش رحمہ اللہ کا قرآن مجید سے بے حد شغف تھا۔

اِمام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’ابوبکر (شعبہ بن عیاش) صاحب قرآن وخیر ہیں۔‘‘ [تذکرة الحفاظ: ۲۴۱/۱]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

’’کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ آپ لوگوں کو مستقل طور پر حدیث کیوں نہیں پڑھاتے، تو فرمانے لگے۔میں نے پچاس سال لوگوں کو قرآن کی تعلیم دی ہے، پھر اسے کہا پڑھو: ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ﴾[الاخلاص: ۱] اس نے پڑھا تو آپ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے پھر پڑھنے کا حکم دیا حتیٰ کہ آپ نے اُسے بیس مرتبہ پڑھایا تو اُسے ناگوار گزرا۔‘‘

اِمام شعبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’میں بھی تو ہوں کہ پچاس سال سے لوگوں کو تعلیم دیتا آرہا ہوں اور کبھی ناگواری اور دقت محسوس نہ کی اور تم ایک ہی وقت میں پریشان ہوگئے۔‘‘[تاریخ بغداد: ۳۷۹/۱۴]

تقویٰ اور عبادت کا یہ عالم تھا کہ ۴۰ سال تک مسلسل شب و روز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

[معرفة القراء الكبار للذهبي:۱۳۸/۱]

آپ نے وفات کے وقت بتایا کہ میں نے گھر کے اس کونے میں ۲۴۰۰۰ ہزار بار قرآن مجید مکمل پڑھا ہے۔

[مرأة الجنان:۴۴۴/۱]

ستر سال عبادت میں مصروف رہے۔[تهذيب التهذيب،ابن حجر:۳۶/۲]

یزید بن ہارون رحمہ اللہ اور امام شعبہ رحمہ اللہ بڑے عالم اور صاحب فضل تھے، چالیس سال تک زمین پر پہلو نہ لگایا۔

[تاريخ بغداد: ۳۸۰/۱۴، معرفة القراء الكبار للذهبي:۱/۱]

ابن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

’’ابوبکر عبادت گزاروں میں سے تھے۔‘‘[إبراز المعاني شرح شاطبية ، ابوشاهد:۲۴]

یعقوب بن شعبہ رحمہ اللہ اور ابوبکر شعبہ رحمہ اللہ نیکی اور تقویٰ کی صفت میں معروف تھے۔[تذكرة الحفاظ: ۲۴۱/۱]

یحییٰ بن سعید کہتے ہیں:

’’میں نے شعبہ سے بڑا متقی کوئی نہیں دیکھا۔‘‘[معرفة القراء الكبار: ۱۳۷/۱]

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں:

’’میں نے ابوبکر شعبہ رحمہ اللہ سے زیادہ سنت پر عمل کرنے والا کوئی نہیں دیکھا۔‘‘[تهذيب التهذيب:۳۶/۱۲]

عجلی کہتے ہیں:

’’وہ صاحب سنت اور عبادت کرنے والے تھے۔‘‘[تهذيب التهذيب:۳۶/۱۲]

بعض قراء پر جرح وتعدیل

عام طور پر کچھ لوگوں کے ذہنوں میں اشکال اُبھرتا ہے کہ ائمہ قراءات صرف قرآن مجید کے متن کی حفاظت میں لگے رہے اور حدیث میں اُن کی خدمات کا تذکرہ کیوں نہیں ملتا یا ایک اشکال یہ بھی ہوتا ہے کہ حدیث میں کچھ پر جرح ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر وہ حدیث میں ثقہ نہیں تو قراءات میں کیسے ثقہ بن گئے؟ حالانکہ جرح کرنے والے تمام بزرگ کسی شیخ قراءات پر جرح میں متفق نہیں بلکہ ایک جرح کرتا ہے تو دوسرا شخص حدیث میں اُسے ثقہ بتا رہا ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ ان اشراف لوگوں نے اتنی زیادہ تعداد میں اَحادیث حفظ نہ کیں جتنی محدثین نے کیں مثلاً امام احمد رحمہ اللہ کے بارے آتا ہے کہ ان کو سات لاکھ سے زیادہ اَحادیث زبانی یاد تھیں یا یہ کہ حدیث پڑھانے کا موقع نہ ملا اور وہ اس میں اتنی مہارت اور پرکھ نہ رکھ سکے جو حدیث میں محدثین رکھتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اَیسا راوی قرآن مل جاتا ہے جو حدیث میں ضعیف ہے تو ساتھ علماء جرح اس کے قراءات میں ثقہ ہونے کو پورے زور سے بیان کر رہے ہیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ قرآن مجید کثرت سے پڑھاتے ہوئے وہ لوگ اس میں ثقہ و عادل اور ضابط قرار پائے۔ اسی طرح تو اعتراض بڑھتے بڑھتے جلیل القدر محدثین پر بھی وارد ہوگا کہ انہوں نے قرآنی متن کو محفوظ رکھنے کے لیے خدمات پیش نہ کیں۔ لہٰذا ہمارے نزدیک اس طرح کے اعتراضات محض بے بنیاد اور فضول ہیں۔ کوئی بھی شخص جو دین کے کسی پہلو پر خدمات دے رہا ہے وہ قابل تعظیم ہے اور انتہائی لائق احترام ہے۔ خادمین حدیث کے اپنی جگہ فضائل ہیں اور خادمین قرآن کے اپنی جگہ مناقب ہیں۔ اصل طور پر اللہ کا مقرب وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ائمہ قراءات کا حدیث میں کیا مقام ہے اور اُنہوں نے اَحادیث کن محدثین سے حاصل کیں۔ ان پر ہونے والی جرح کس نوعیت کی ہے؟

① امام عاصم کوفی رحمہ اللہ تابعی

امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کو بعض نے حدیث میں ضعیف کہا ہے اور اکثر نے ثقہ، لیکن سب قراء ات میں ثقہ کہہ رہے ہیں۔

شہادت

الف ”عاصم بن أبي النجود الكوفي الأسدي، أحد القراء السبعة تابعي، من أهل الكوفة، ووفاته فيها، كان ثقة في القراءات، صدوقا في الحديث.“

”عاصم بن ابی النجود کوفی اَسدی۔ قراء سبعہ میں سے ایک ہیں، تابعی ہیں، اہل کوفہ سے ہیں اور اسی میں ان کی وفات ہوئی۔ قراء ات میں ثقہ اور حدیث میں صدوق ہیں۔“ [الأعلام، للزركلي: ۳/۲۴۸]

ب ”قال عبد الله بن أحمد بن حنبل سالت أبى عن عاصم بن بهدلة قال: هو عاصم بن أبي النجود وكان رجلاً صالحا وبهدلة هو أبوالنجود وكان رجلاً ناسكاً، قرأ على زر وقرأ زر علىٰ علي وقرأ علي علىٰ عبدالرحمن السلمي وقرأ أبوعبد الرحمن على عبدالله وكان قارءا للقرأن. وأهل الكوفة يختارون قراءة عاصم، قال عبدالله: قال أبي: وأنا أختار قراءة عاصم.“

”عبداللہ بن احمد بن حنبل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد احمد سے عاصم بن بھدلۃ کے برے میں سوال کیا انہوں نے کہا وہ عاصم بن ابی النجود ہیں۔ وہ نیک آدمی ہیں۔ اور بھدلۃ ابو النجود ہیں اور وہ ثقہ ہیں۔ انہوں نے زر بن جیش سے پڑھا اور زر بن حیش نے علی رحمہ اللہ سے پڑھا۔ اسی طرح عاصم نے سلمی تابعی سے پڑھا۔ انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پڑھا۔ عاصم قرآن کے قاری تھے۔ اہل کوفہ عاصم کی قراءۃ پڑھتے ہیں اور میں بھی عاصم کی قراءت اختیار کرتا ہوں۔“ [تاریخ بغداد، خطیب بغدادی: ۲۵/۲۲۴]

ج ”قال أبواسحق السبيعي: ما رأيت أحداً قط أقرأ للقرآن من عاصم بن أبي النجود.“

”میں نے عاصم بن ابی النجود سے بڑا قرآن کا قاری نہ دیکھا۔“ [تاریخ بغداد: ۲۵/۲۲۴]

وہ کتب جن میں امام عاصم کوفی رحمہ اللہ کی مرویات آئی ہیں:

① سنن أبي داؤد شريف — ۱۔حدیث — رقم نمبر ۱۴۱۳
② سنن ابن ماجه — ۵۔حدیثیں — رقم نمبر ۱۴۷-۲۲۲-۱۸۰۸-۳۸۷۱-۳۹۶۳
③ جامع الترمذي — ۶۔حدیثیں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ سنن دارقطني	۵۔حدیثیں
⑤ صحيح ابن خزيمة	۳۔حدیثیں
⑥ مسند الشافعي	ا۔حدیث
⑦ صحيح ابن حبان	۳۱۔احادیث
⑧ سنن الكبرىٰ للبيهقي	۱۷۔احادیث
⑨ مسند الإمام أحمد	تقریباً ۶۰۔احادیث

ایک حدیث:

”قال الإمام أحمد حدثنا يزيد أنبانا حماد بن سلمة عن عاصم بن أبي النجود عن أبي صالح عن النبي ﷺ۔ قال: «إِنَّ اللهَ اطَّلَعَ عَلٰى أَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ: اعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ» .

[صحيح البخاري: ۳۰۰۷،۳۰۸۱]

”امام احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ ہم سے یزید نے حدیث بیان کی۔ یزید سے حماد بن سلمۃ نے اور انہوں نے امام عاصم رحمہ اللہ سے، امام عاصم رحمہ اللہ سے ابوصالح رحمہ اللہ سے اور انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو مطلع کر دیا ہے کہ تم جو چاہے عمل کرو میں نے تم کو معاف کر رکھا ہے۔“

② اِمام نافع مدنی رحمہ اللہ تابعی

ابن عدی فرماتے ہیں:

”میں نے ان کی کوئی حدیث منکر نہیں دیکھی اور میرے خیال میں ان میں کوئی حرج کی بات نہیں۔“

ثقاہت وعدالت

علامہ جسری رحمہ اللہ ، یحییٰ بن معین رحمہ اللہ ، احمد بن حنبل رحمہ اللہ ، ابن سعد رحمہ اللہ نے ثقہ، حاتم اور نسائی نے صدوق الحدیث کہا ہے۔[معرفة القراء: ۱/۱۱۱]

نسائی رحمہ اللہ اور ابن المدنی رحمہ اللہ کے نزدیک:

ان کی مرویات نقل کرنے میں کچھ حرج نہیں۔[میزان الاعتدال:۳/۲۲۷]

ابن حبان رحمہ اللہ نے آپ کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے۔

ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لم أر في أحاديثه شيئا منكرا وأرجوا أنه لا بأس به . “

”میں ان کی مرویات میں کوئی منکر بات نہیں دیکھتا، میرا خیال ہے کہ ان کے قبول کرنے میں کچھ بھی حرج نہیں۔“

[تهذيب: ۱/۴۰۷]

اِمام نافع وجوہ قراءات، عربیت کے عالم اور حدیث پر مضبوطی سے عمل کرنے والے تھے۔[شرح الشاطبی: ۱۱]

علامہ اصمعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”كان من القراء الفقهاء العباد“

’نافع قراء، فقہا اور عبادت گزاروں میں سے تھے۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور محدث لیث بن سعد رحمہ اللہ اور امام مالک مدنی رحمہ اللہ دونوں مشہور محدث ہیں امام نافع رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔
اسی طرح امام قالون رحمہ اللہ اور ورش بھی أشہر تلامذہ میں سے ہیں۔[طبقات القراء: ۳۳۱/۲، معرفة القراء: ۱۰۷/۱]

③ امام حمزہ بن مجیب الزیات رحمہ اللہ

بعض نے کہا ہے کہ اُنہوں نے کچھ صحابہ کو بھی دیکھا ہے۔[طبقات القراء: ۲۶۱/۱]
اِمام حمزہ رحمہ اللہ کوفی بڑے عالم و فاضل، متقی، پرہیزگار اور عابد و زاہد تھے۔ قرآن، حدیث، تجوید، اَدب، فرائض وغیرہ میں غیر معمولی دسترس رکھتے تھے۔

① ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں:
''سچے اور زاھد تھے۔''[تہذیب التهذیب:۲۸/۳]

② علامہ ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
"كان رأسا في القرآن والفرائض"
''آپ علوم قرآن اور فرائض میں بہت ماہر تھے۔''[العبر فی خبر من غبر: ۲۲۶/۱]

آپ کے کچھ اَساتذہ یہ ہیں

امام اَعمش رحمہ اللہ، حمران بن اعین رحمہ اللہ، محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلی رحمہ اللہ، ابوعبداللہ جعفر صادق رحمہ اللہ۔
[میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱۔ غاية: ۲۶۱/۱۔ معرفة: ۱۱۲/۱]

حدیث کے اَساتذہ

حکم بن عیینہ رحمہ اللہ، حبیب ابن ابی ثابت رحمہ اللہ، عمرو بن مرہ رحمہ اللہ، طلحہ بن مصرف رحمہ اللہ، عدی بن ثابت رحمہ اللہ، حماد بن اعین رحمہ اللہ، ابواسحٰق السبیعی رحمہ اللہ، اَعمش رحمہ اللہ، منصور بن معتمر سلمی رحمہ اللہ، مغیرہ بن مقسم رحمہ اللہ۔
[میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱۔ غاية: ۲۶۱/۱۔ معرفة: ۱۱۲/۱]

امام حمزہ رحمہ اللہ کے تلامذہ

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، حسین جعفی رحمہ اللہ، عبداللہ بن صالح العجلی رحمہ اللہ، سلیم بن عصیبی رحمہ اللہ، وکیع بن جراح رحمہ اللہ، یحییٰ بن یمان رحمہ اللہ، ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ، سفیان ثوری رحمہ اللہ، شریک بن عبداللہ رحمہ اللہ، امام کسائی رحمہ اللہ، محمد بن ابوعبید ھذ لی رحمہ اللہ، امام فراء نحوی رحمہ اللہ، یحییٰ یزیدی رحمہ اللہ، امام خلف رحمہ اللہ، خلاد رحمہ اللہ۔

قال سفيان الثوری:
"يا أبا عمارة إمام القراءة والفرائض فلا تعرض لك فيهما ."
''اے ابوعمارۃ قراءت اور فرائض میں ہم آپ سے کوئی تعارض نہیں کریں گے۔''[طبقات ابن سعد: ۲۶۸/۶]
سفیان ثوری رحمہ اللہ نے کہا:
"ما قرأ حرفا إلا بأثر"، ''حمزہ نے کوئی کلمہ بغیر نقل کے نہیں پڑھا''[میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱]
امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

”قد انعقد الجماع بأخذه تلقي قراءة حمزة بالقبول والإنكار على من تكلم فيها . “

”امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءات کے اَخذ وقبول پر اَہل علم کا اِجماع ہے۔اس پر کسی قسم کی تنقید کو وہ درست قرار نہیں دیتے۔“

[میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱]

عبداللہ بن موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”میں نے امام حمزہ کوفی رحمہ اللہ سے بڑا قاری نہ دیکھا۔“[معرفة القراء: ۱۱۳/۱]

اِمام کسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”وهو إمام من أئمة المسلمين و سيد القراء والزهاد لورأيته فقرت عينك به من نسله . “

”امام حمزہ رحمہ اللہ مسلمانوں کے امام قاریوں اور زاہدوں کے سردار تھے۔اگر تم انہیں دیکھتے تو تمہاری آنکھیں عبادت و ریاضت کی وجہ سے ٹھنڈی ہو جائیں۔“[معرفة القراء: ۱۱۳/۱]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”غلب حمزة الناس على القرآن والفرائض . “

”امام حمزہ قرآن اور فرائض میں تمام لوگوں پر فائق تھے۔“[میزان الاعتدال: ۲۸۴/۱۔طبقات القراء: ۲۶۳/۱]

امام حمزہ رحمہ اللہ کو ابن سعد رحمہ اللہ نے محدث، امام جزری رحمہ اللہ اور ذہبی رحمہ اللہ نے حافظاً للحدیث لکھا ہے۔

[طبقات بن سعد: ۳۰۸/۶، طبقات القراء: ۲۶/۱، معرفة القراء: ۱۱۲/۱]

امام ابوشامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”أبوعمارة حمزة بن حبيب الزيات من رجال صحيح مسلم وهو إمام أهل الكوفة بعد عاصم . “[إبراز المعاني شرح شاطبي: ٦]

ابن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ورويت عنه أحاديث وكان صدوق حاجب بسنة . “

”حمزہ متعدد حدیثوں کے راوی ہیں۔صدوق اور متبع سنت تھے۔“[طبقات ابن سعد: ۲٦٨/٦]

ابن معین رحمہ اللہ، ابن حبان رحمہ اللہ، عجلی رحمہ اللہ، ساجی رحمہ اللہ نے صدوق کہا ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“[میزان: ۲۸۴/۱۔تہذیب: ۲۸/۳]

شعیب بن حرب رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”وقد قال شعيب بن حرب: كنت ألوم من يقرأ بقراءة حمزة حتى دخلت فقرأت عليه . “

”شعیب بن حرب کہتے ہیں کہ جو شخص امام حمزہ کی قراءت پڑھتا تھا، میں اسے ملامت کرتا تھا کہ میں آپ کے پاس آیا تو آپ سے پڑھنے لگا۔“

”فلما رءاه شعيب، سمع قراءته، رضيه وقبله وكان يقول بعد ذلك لأصحاب الحديث، تسألوني عن الحديث ولا تسألوني عن الدر . فقيل له: وما الدر؟ قال: قراءة حمزة . “

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''جب شعیب نے امام حمزہ رحمہ اللہ کو دیکھا اور ان سے قراءت سنی تو ان سے خوش ہوگئے اور انہیں (حمزۃ کو) بوسہ دیا۔ اس کے بعد شعیب، اَصحاب الحدیث کو کہا کرتے تھے کہ تم مجھ سے حدیث کے بارے میں سوال کرتے ہو اور موتیوں کے بارہ میں سوال کیوں نہیں کرتے؟ آپ سے پوچھا گیا کون سے موتی؟ شعیب نے جواب دیا کہ امام حمزہ رحمہ اللہ کی قراءت موتی ہیں۔'' [جمال القراء و كمال الأقراء للسخاوي:۴۷۳/۲]

سلیم رحمہ اللہ کہتے ہیں:

"وقال سليم، رأيت سفيان الثوري يقرأ على حمزة ويقول: سفيان قرأت على حمزة أربع ختمات. قال سليم: و سمعت حمزة يقول: أتاني سفيان بن سعيد الثورى، وسألني أن آخذ عليه. فاقرأته فقرأ على أربع ختمات."

''سلیم کہتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری رحمہ اللہ کو دیکھا جو امام حمزہ رحمہ اللہ سے پڑھ رہے تھے اور سفیان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے امام حمزہ رحمہ اللہ سے چار بار مکمل قرآن پڑھا۔ سلیم رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے امام حمزہ رحمہ اللہ سے سنا وہ کہہ رہے تھے۔ سفیان بن سعید الثوری رحمہ اللہ میرے پاس آئے، اور مجھ سے قرآن پڑھنے کو کہا میں نے اسے پڑھایا، پس سفیان رحمہ اللہ نے مجھ سے چار بار قرآن مکمل پڑھا۔'' [حوالہ سابقہ]

④ امام حفص بن سلیمان رحمہ اللہ

آپ امام عاصم کے تلامذہ میں سے سب سے بڑے قاری تسلیم کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"وحفص بالإتقان كان مفضلا."

''کہ حفص کو شعبہ پر مضبوطی رِوایت میں فضیلت دی جاتی ہے۔''

شہادات

الف حفص بن سلیمان بن المغیرہ الأسدی

"قارى أهل الكوفة وكان أعلم أصحاب عاصم بقراءته."

''حفص بن سلیمان بن المغیرۃ الأسدی اہل کوفہ کے قاری ہیں آپ عاصم کی قراۃ کو عاصم کے تمام شاگردوں سے زیادہ جاننے والے تھے۔'' [الأعلام، للزرکلی:۲۶۳/۲]

ب حفص بن سلیمان الاسدی الغافری القاری:

"صاحب عاصم ثبت في القراءة والحروف"

''حفص بن سلیمان الاسدی الغافری القاری امام عاصم کے راوی ہیں۔'' [المغني في الضعفآء: ۷۹/۱]

ج حفص بن سلیمان صاحب عاصم بن ابی النجود:

"وكان يقرئ لبغداد في مسجد الصحابة بالقرب من قنطرة العتيقة."

"قنطرۃ عتیقہ کے قریب مسجد صحابہ بغداد میں وہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے تھے۔'' [تاریخ بغداد: ج۱۲]

د حفص کی ایک روایت

"فتلا ابن عباس هذه الآية: 'محمد رسول الله' ...... إلى ...... أخرج شطأه. قال ابن عباس: ذلك أبوبكر ......فآزره فاستغلظ فاستوى...... ذلك عمر بن الخطاب ......على سوقه...... ذلك عثمان بن عفان ......يعجب الزراع ليغيظ بهم الكفار...... ذلك علي ابن أبي طالب ......قال كنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نعرف المنافقين على عهد رسول الله ﷺ ببغضهم على ابن أبي طالب .“
”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ یہ آیت تلاوت کی۔ محمد رسول الله جب أخرج شطاه پر پہنچے تو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ فازره فاستغلظ فاستوى۔ سے مراد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ على سوقه سے مراد عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ہیں۔ يعجب الزارع ليغيظ بهم الكفار سے مراد علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ہم اللہ کے رسول ﷺ کے زمانہ میں منافقوں کو پہچانتے تھے۔ علی رضی اللہ عنہ پر ان منافقوں کے بغض کی وجہ سے۔“

[خطیب بغدادی: ج ۱۳]

د ”حفص بن سليمان الأسدى أبوعمر البزار الكوفي الفاضري صاحب عاصم متروك الحديث مع إمامية في القراءات“

”آپ عاصم کے راوی ہیں۔ آپ کی حدیث ترک کی گئی۔ مگر قراءات میں امام ہیں۔“ [تقريب التهذيب: ۲۵۱/۱]

اِمام حفص نے اگرچہ حدیث کا علم حاصل کیا لیکن حدیث میں وہ خاص مقام حاصل نہ کرسکے اس لیے اکثر محدثین نے ان کو ضعیف فی الحدیث کہا ہے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کی قراءات میں جلالت علمی پر سب کا اِجماع ہے۔

اِمام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”حفص قراءات میں ثقہ ثبت اور ضابط تھے۔ مگر احادیث میں یہ حال نہ تھا۔ چنانچہ ان پر کلام کیا گیا ہے۔“

[غاية النهاية في طبقات القراء: ۲۵۴/۱]

حفص رحمہ اللہ اگرچہ حدیث میں ضعیف ہیں لیکن یہ مطلب ہرگز نہ لیا جائے کہ اُنہیں شاید مسائل دینیہ سے واقفیت نہ تھی۔ وہ حفاظ حدیث کے درجہ تک نہ جاسکے۔ اس زمانے کا اَدنیٰ عالم دین بھی آج سے زیادہ فہم دین رکھتا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اِمام حفص رحمہ اللہ سے قرآن مجید کی قراءت وتجوید اور حفاظت کلام اللہ کا جو کام لیا۔ اس مرتبے تک پہنچنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ اگر اُنہیں حدیث میں ضعیف سمجھتے ہوئے قراءت میں بھی ضعیف سمجھیں تو ہمارے پاس جو مصحف ہے اس میں اسی رِوایت حفص کے موافق اِعراب لگائے ہیں اس میں کی جانے والی تلاوت اور نمازیں ضائع ہوجائیں گی۔

یہ بات واضح رہے کہ طبقہ محدثین میں ان کا مقام ومرتبہ متنازع ضرور ہے مگر علم قراءات میں ان کے علومرتبت پر سب متفق ہیں۔

⑤ امام احمد بزی رحمہ اللہ

آپ ابن کثیر مکی رحمہ اللہ کے راوی ہیں چالیس سال مسجد حرام کے مؤذن رہے۔ [غاية النهاية: ۱۱۹/۱]

امام بزی رحمہ اللہ قراءات میں بالاتفاق امام ہیں۔ البتہ حدیث میں ان کا معاملہ مختلف فیہ ہے۔ بعض نے ضعیف، بعض نے ثقہ کہا ہے۔

الف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وامام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

”بزی قراءات میں امام وضابط ہیں۔“ [لسان المیزان: ۴۲۵/۱، میزان الاعتدال: ۱۴۴/۱]

بزی رحمہ اللہ نے ان علماء سے حدیث کا علم حاصل کیا۔

مومل بن اسماعیل رحمہ اللہ، مالک بن سعید بن حسن رحمہ اللہ، ابوعبدالرحمٰن المقری رحمہ اللہ، سلیمان بن حرب رحمہ اللہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[معرفة القراء الکبار: ۱۷۴/۱، طبقات القراء: ۱۱۹/۱]

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں ان سے روایت کی ہے۔[معرفة القراء: ۱۷۵/۱]

ابن حبان رحمہ اللہ نے آپ کا ذکر کتاب الثقات میں کیا ہے۔[لسان المیزان: ۲۸۴/۱]

بزی رحمہ اللہ سے یہ لوگ اَحادیث نقل کرتے ہیں:

ابوبکر احمد بن عبیہ بن ابی عاصم النبیل رحمہ اللہ، یحییٰ بن محمد رحمہ اللہ، محمد بن علی بن ولید الضایغ رحمہ اللہ، احمد بن محمد بن مقاتل رحمہ اللہ وغیرہم۔

امام بزی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو شخص قرآن کو مخلوق کہے وہ دینِ اِسلام سے خارج ہے۔ جب تک کہ توبہ نہ کرلے۔[معرفة القراء: ۱۷۸/۱]

⑥ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ تابعی

پیچھے یہ ذکر ہوچکا ہے۔ امام ابوعمرو بصری رحمہ اللہ کے پاس کس کس طرح تلامذہ قراءات جمع ہوا کرتے تھے۔ آپ حدیث کے بڑے عالم ہیں۔ مگر نقل و روایت کی طرف نہ آسکے۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن کی خدمت نے انہیں بہت زیادہ مشغول کردیا۔

امام سخاوی رحمہ اللہ نے آپ کے اَساتذہ حدیث کے نام ذکر کیے ہیں۔

فرماتے ہیں:

”وکان أبو عمر من الطبقة الرابعة من التابعین بالبصرة. قال أبوعبیدة: کان أبوعمرو من التابعین، رأی أنس بن مالک وسمع منه وکان رأساً في أیام الحجاج.“

’’ابوعمرو رحمہ اللہ بصرہ میں تابعین کے چوتھے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے کہا کہ ابوعمرو رحمہ اللہ تابعی ہیں انہوں نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان سے سماعت کی وہ حجاج کے زمانہ میں بڑے علماء میں شامل تھے۔‘‘

[جمال القراء و کمال الأقراء: ۴۴۷/۲]

اَساتذۂ حدیث

حسن بصری رحمہ اللہ، محمد بن سیرین رحمہ اللہ، ابوسلمہ رحمہ اللہ، نافع مولی ابن عمر رحمہ اللہ، عکرمة بن خالد رحمہ اللہ، یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ، ابراہیم التیمی رحمہ اللہ، مجاہد بن جبیر رحمہ اللہ، اسماعیل بن ابی خالد رحمہ اللہ، ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ، عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ، فرقد السبخی رحمہ اللہ، محمد بن مسلم سعید المقری رحمہ اللہ، عبدالرحمن بن ابی بکرة رحمہ اللہ، محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمہ اللہ، جعفر بن محمد بن علی بن حسین رحمہ اللہ، ہشام بن عمر رحمہ اللہ، موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ، یونس بن جبیر رحمہ اللہ، سعید بن جبیر رحمہ اللہ، عمرو بن مرة رحمہ اللہ، یعقوب بن عطاء رحمہ اللہ، محمد بن اسحٰق رحمہ اللہ۔

” قال أبو علی أھوازی: ولولا خشیة الإطالة لذکرت عن کل واحدٍ منھم حدیثاً.“

’’اگر مجھے طوالت کا خطرہ نہ ہوتا تو ان میں سے ہر ایک سے حدیث ذکر کرتا۔‘‘[جمال القراء و کمال الاقراء: ۴۵۲/۲]

خدا کی قدرت دیکھیں کہ ائمہ جرح وتعدیل ایک طرف ان پر جرح کررہے ہے اور دوسری جانب ان کی اِمامت فی القراءة کو تسلیم کرتے ہوئے ان عظیم قراء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کررہے ہیں۔ جو اس بات کا بیّن ثبوت کہ وہ اپنے زمانہ سے لے کر

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَب تک بالاتفاق قراءت کے امام ہیں۔خود محدثین ان کی ثقاہت، عدالت اور اِمامت فی القراءت پر ایمان واثق رکھتے ہیں۔

چونکہ قرآن مجید کا اپنا سلسلۃ السند ہے جو ثقہ، عادل، معتبر اور ضابط راویوں کی لڑی پر مشتمل ہے۔

قراء اُمت کے بغیر قرآن ثابت ہی نہیں ہوتا۔ اگرچہ ہمارے پاس مکمل قرآن کتابی شکل میں موجود ہے مگر کون بتائے کہ اِمام حفص نے لفظ 'مجرھا' میں امالہ نقل کیا ہے کون بتائے گا کہ 'ءاعجمي' کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل ہے۔قراء کے بغیر کیسے پتہ چلے گا کہ 'أولئك' میں واؤ پڑھا جائے یا نہیں۔'أو لا اذبحنه' میں لام کے بعد الف کے تلفظ کو حذف کرنا ہے یا باقی رکھنا ہے۔ عام شخص تو الف لکھا ہوا دیکھ کر اس کا تلفظ کرے گا اور اس جملے کو نفی میں بدل دے گا اور کلام اللہ میں خرابیاں پیدا کرے گا۔

ناقلینِ قرآن کی عدم موجودگی میں نبیﷺ سے ایک آیت بھی ثابت نہیں ہوسکتی۔ پورا قرآن تو درکنار۔

امام مالک رحمہ اللہ جیسے عظیم فقیہ ومحدث امام نافع رحمہ اللہ سے قراءت پڑھنے گئے۔ حالانکہ خود بڑے عالم تھے۔عربی بولتے تھے۔مگر قرآن پڑھنے کے لیے نافع کی مجلس اختیار کی۔ایک بار بسم اللہ کے جہر کے بارہ میں اَپنے شیخ امام نافع رحمہ اللہ سے سوال کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ اَہل مدینہ کے ہاں بسم اللہ کا جہر ہے یعنی نماز میں، تو امام مالک رحمہ اللہ نے کہا سچ ہے کہ ہر علم کا مسئلہ اس علم کے جاننے والوں سے پوچھنا چاہیے۔مگر افسوس کہ قراءات اور ان کے متعلقہ اُمور و مسائل کے صحیح غلط ہونے کا فیصلے وہ لوگ کررہے ہیں، جنہوں نے نہ تو کسی شیخ قراءات سے قرآن پڑھنا سیکھا۔نہ قرآن کی کوئی سندان کے پاس ہے۔امام مالک رحمہ اللہ نے ثابت کردیا کہ قراءات میں قراء ہی حجت ہیں۔

آخر میں دعا گو ہوں اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو قرآن وحدیث پر عمل کرنے والا بنائے۔آمین

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن بشیر الحسینوي*

قرائے عشرہ اوران کے رواۃ کی ثقاہت
ائمہ جرح وتعدیل کے اقوال کی روشنی میں

اِمام نافع [1] بن عبدالرحمٰن المدنی رحمہ اللہ

مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے جس سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام نافع رحمہ اللہ کس درجے کے قاری ہیں۔

① امام مالک رحمہ اللہ نے کہا: نافع إمام الناس في القراءة ''نافع قراءت میں لوگوں کے امام ہیں۔''
[معرفة الكبار للذهبى: ۸۹/۱، سير أعلام النبلاء للذهبي: ۳۳۷/۷]

② امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نافع ثبت في القراءة ''نافع قراءت میں پختہ ہیں۔''
[ميزان الإعتدال للذهبي: ۲۴۲/۴، لسان الميزان لابن حجر: ۲۲۶/۹]

③ امام اصمعی رحمہ اللہ نے کہا: كان نافع من القراء العباد الفقهاء الستة ''نافع چھ فقہاء، عبادت گزار قاریوں میں سے تھے۔'' [معرفة القراء الكبار للذهبي: ۲۴۴/۱]

④ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقہ' [تهذيب الكمال: ۲۳/۱۹]

⑤ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے 'صدوق' کہا ہے۔ [معرفة القراء الكبار: ۲۴۶/۱]

⑥ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

⑦ امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا: 'ليس به بأس' [تهذيب الكمال: ۲۳/۱۹]

⑧ ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: 'كان ثبتاً' ثقہ تھے۔ [تهذيب التهذيب: ۳۶۴/۱۰]

⑨ قالون رحمہ اللہ نے کہا: ''امام نافع رحمہ اللہ لوگوں میں سے اخلاق کے لحاظ سے سب سے اچھے تھے۔ آپ زاہد اور بہت بڑے قاری تھے آپ نے مسجد نبوی میں ساٹھ سال نماز پڑھی۔'' [صبح الأعشى للقلقشندي: ۲۱۶/۱]

⑩ امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: أدركت أهل المدينة وهم يقولون قراءة نافع سنة ''میں نے مدینہ والوں کو پایا ہے وہ کہتے تھے کہ امام نافع رحمہ اللہ کی قراءت سنت ہے۔'' [تهذيب التهذيب: ۳۶۳/۱۰]

⑪ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: من أراد سنة فليقرأ لنافع ''جو شخص سنت کا ارادہ رکھتا ہے وہ نافع رحمہ اللہ کی قراءت حاصل کرے۔'' [أحسن الأخبار: ۲۲۳۸]

⑫ امام احمد بن صالح المصری رحمہ اللہ نے کہا: أصح القراءات عندنا قراءة نافع بن أبي نعيم ''ہمارے

☆ فاضل كلية الشريعة، جامعہ لاہور الاسلامیہ، مدرّس جامعہ محمد بن اسمٰعیل البخاری، گندیاں اوتاڑ، قصور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک سب سے بہترین قراءت نافع کی ہے۔‘‘[أحسن الأخبار:۲۲۳]

⑬ صالح بن احمد رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے اپنے باپ امام احمد سے پوچھا کہ أي القراءة أعجب إليك؟ فقال قراءة نافع ’’کون سی قراءت آپ کو زیادہ اچھی لگتی ہے انہوں نے کہا کہ نافع کی قراءت۔‘‘[جمال القراء: ۴۴۸/۲، معرفة القراء:۱۰۸/۱]

امام نافع رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ستر تابعین سے قراءت سیکھی ہے جس پر دو تابعی بھی جمع ہوتے اس کو میں نے لے لیا اور جس قراءت میں کوئی مفرد ہوا اس کو میں نے چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ میں نے اسی قراءات کو جمع کیا۔ [نحاية الاختصار:۱۹/۱]

امام نافع رحمہ اللہ نے اپنی قراءت پر مشتمل ایک کتاب لکھی تھی۔[التذكرة لابن غلبون:۱۱، قراءت القراء:۶۲]

امام اسحق بن محمد عیسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب نافع رحمہ اللہ کی وفات کا وقت آ پہنچا تو ان سے ان کے بیٹوں نے کہا ہمیں وصیت کیجئے تو انہوں نے فرمایا ’’اللہ سے ڈر جاؤ، آپس میں معاملات درست کرلو، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان لانے والے ہو۔‘‘[معرفة القراء:۱۱/۱، غاية النهاية:۳۳۳/۲]

امام نافع رحمہ اللہ اپنے شاگردوں سے حسن سلوک سے پیش آتے تھے، انہیں آداب سکھاتے تھے اور باوضو ہو کر کلاس میں بیٹھتے تھے۔[أحسن الاخبار:۲۲۸]

امام لیث رحمہ اللہ نے کہا: نافع رحمہ اللہ لوگوں کے امام تھے ان سے جھگڑا نہیں کیا جاتا تھا۔[أحسن الأخبار:۲۲۹]

اِمام عبداللہ[۲] بن کثیر المکی رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

① إمام المكيين في القراءة ’’قراءت میں، مکہ میں رہنے والے لوگوں کے امام ہیں۔‘‘[معرفة القراء الكبار:۱۹۷/۱]

② امام ابن معین رحمہ اللہ نے کہا: ’ثقة‘[معرفة القراء الكبار:۱۹۸/۱]

③ امام ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: ابن كثير المقرئ ثقة ، له أحاديث صالحة ’’ابن کثیر المقری ثقہ ہیں ان کی بیان کردہ احادیث صحیح ہیں۔‘‘[الطبقات الكبرى:۴۸۴/۵، معرفة القراء الكبار:۲۰۳/۱، سير أعلام النبلاء: ۳۱۹/۵، تهذيب الكمال:۴۳۹/۱۰]

④ امام علی بن مدینی رحمہ اللہ نے کہا: ’ثقة‘[تهذيب الكمال:۴۳۹/۱۰، سير أعلام النبلاء:۳۱۹/۵]

⑤ امام نسائی رحمہ اللہ نے کہا: ’ثقة‘[تهذيب الكمال:۴۴۰/۱۰، سير أعلام النبلاء :۳۱۹/۵]

اِمام ابوعمرو[۳] بن العلاء البصری رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

① امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: الإمام الكبير المازني البصري النحوي ، شيخ القراء بالبصرة ’’بہت بڑے امام مازنی رحمہ اللہ بصری نحوی، بصرہ کے قاریوں کے شیخ‘‘[معرفة القراء الكبار:۲۲۳/۱]

② امام ابوعمرو الشیبانی رحمہ اللہ نے کہا: ما رأيت مثل أبي عمرو بن العلاء ’’میں نے ابوعمرو بن علاء جیسا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(کوئی) نہیں دیکھا'' [معرفة القراء الکبار:۲۳۱/۱]

③ امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقۃ' [أیضاً]

④ امام ابوعبیدہ رحمہ اللہ نے کہا: کان أعلم الناس بالقراءات والعربية والشعر وأيام العرب، وكانت دفاتر ملء بيت إلى السقف، ثم تنسك فأحرقها. كان من أشراف العرب، مدحه الفرزدق وغيره. [سیر أعلام النبلاء:۴۰۸/۶]

⑤ قال ابوحاتم رحمہ اللہ: لیس به بأس

⑥ وقال أبو عمر الشيباني رحمہ اللہ: ما رأيت مثل أبي عمرو

⑦ امام شعبہ رحمہ اللہ نے کہا: أنظر ما يقرأ به أبوعمرو مما يختاره فاكتبه، فإنه سيصير للناس أستاذا، قال إبراهيم الحربي: كان أبوعمرو من أهل السنة. [سیر أعلام النبلاء:۴۰۸/۶]

امام عبداللہ [۴] ابن عامر شامی رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

① امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: إمام الشامين في القراءة ''شام میں رہنے والے لوگوں کے قراء ات میں امام ہیں۔'' [معرفة القراء الکبار:۱۸۶/۱]

② امام عجلی رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقۃ' [تاریخ الثقات:۲۶۲، معرفة القراء الکبار:۱۹۶/۱، تهذیب الکمال:۲۴۵/۱۰]

③ امام نسائی رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔ محمد بن سعد رحمہ اللہ نے کہا: كان قليل الحديث [تهذیب الکمال:۲۴۵/۱۰۔۲۴۶]

④ یحییٰ بن حارث زماری رحمہ اللہ کہتے ہیں: ابن عامر رحمہ اللہ شام کے قاضی تھے دمشق کی مسجد کی تعمیر پر ان کی ذمہ داری تھی اور وہ مسجد کے رئیس تھے جب مسجد میں کسی بدعت کو دیکھتے تو اس کو تبدیل کردیتے تھے۔ [سیر أعلام النبلاء:۲۹۳/۵]

⑤ امام اہوازی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''ابن عامر رحمہ اللہ امام، عالم، ثقہ تھے۔ اس علم میں جو ان کے پاس تھا جس کو روایت کیا اس کے حافظ تھے اور جس کو زبانی یاد کیا اس میں پختہ تھے، پہچان رکھنے والے، اچھا فہم رکھنے والے تھے اس چیز میں جس کو لے کر آتے تھے، سچے تھے اس چیز میں جس کو اعلیٰ درجے کے مسلمانوں سے نقل کرتے، تابعین میں سے پسندیدہ تھے، اکثر روایت کرنے والوں میں سے تھے، ان کے دن میں تہمت نہیں لگائی گئی اور ان کے یقین میں شک نہیں کیا گیا، ان کے امانت داری میں شک نہیں کیا گیا۔ ان پر روایت کرنے میں طعن نہیں کیا گیا، ان کا روایت کو نقل کرنا صحیح ہے، ان کی بات فصیح ہے، اپنے مرتبے میں بلند ہیں، اپنے کام میں درستگی کو پانے والے ہیں، اپنے علم میں مشہور ہیں، ان کے فہم کی طرف رجوع کیا گیا ہے، ان کی بیان کردہ احادیث کی تعداد شمار نہیں کی جاسکتی اور انہوں نے کوئی ایسی نہیں کہی جو حدیث کے مخالف ہو۔'' [غایة النهایة:۴۲۵/۱]

جب سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ دمشق کی جامع مسجد میں صبح کی نماز پڑھاتے تو لوگ ان کے پاس قرآن حکیم پڑھنے کے لیے جمع ہوجاتے تو وہ لوگوں کے دس دس کے گروہ بنا دیتے تھے اور ہر دس پر ایک کو نگران مقرر کردیتے اور خود کھڑے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جاتے۔لوگوں کو غور سے دیکھتے تھے بعض بعض پر پڑھتے تھے جب ان میں سے کوئی غلطی کرتا تو اپنے نگران کی طرف رجوع کرتا جب نگران بھی غلطی کرتا تو وہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کرتا اور اس غلطی کے بارے میں آپ سے سوال کرتا، اور عبداللہ بن عامر رحمہ اللہ بھی دس کے گروہ پر نگران تھے آپ ان میں بڑے تھے جب سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وفات پا گئے تو ان کے نائب ابن عامر رحمہ اللہ بنے تھے، آپ ان کی جگہ پر کھڑے ہوئے، آپ پر تمام لوگوں نے قراءت کی، شام والوں نے آپ کو امام پکڑ لیا اور انہوں نے آپ کی قراءات کی طرف رجوع کیا۔''

[أحسن الأخبار:۲۵۴-۲۵۵]

امام ابوعبید رحمہ اللہ کہتے ہیں: ''اہل شام کے قراء میں سے ابن عامر بھی تھے وہ اپنے زمانے میں دمشق والوں کے امام تھے اسی کی طرف ان کی قراءت گئی۔'' [أحسن الأخبار:۲۵۳]

اِمام عاصم[۵] بن اَبی النجود الکوفی رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ جرح وتعدیل کے لحاظ سے پیش خدمت ہے:

① امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: إمام أهل الكوفة 'اہل کوفہ کے امام ہیں۔' [معرفة القراء الكبار:۱/۲۰۴]

② امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا: رجل صالح ، خير ، ثقة۔ [كتاب العلل وهداية الرجال:۱/۱۶۳، معرفة القراء الكبار:۱/۲۰۶، تهذيب الكمال:۹/۲۹]

③ امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: محله الصدق

④ امام ابوزرعہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت نے ان کو ثقہ کہا ہے۔

⑤ امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا: في حفظه شيء 'ان کے حافظے میں کچھ (خرابی) تھی۔' [معرفة القراء الكبار:۱/۲۰۹]

⑥ ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقہ'

⑦ ابن معین رحمہ اللہ نے کہا: 'لا بأس به'

⑧ عجلی رحمہ اللہ نے کہا: صاحب سنة و قراءة القرآن، وكان ثقة ، رأسا في القراءة

⑨ امام یعقوب بن سفیان رحمہ اللہ نے کہا: في حديثه اضطراب ، وهو ثقة

⑩ ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: صالح وهو أكثر حديثا من أبي قيس الأودي ، وأشهر منه ، وأحب إلي منه ، وقال محله الصدق صالح الحديث .

⑪ ابوزرعہ رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقہ'

⑫ نسائی رحمہ اللہ نے کہا: 'ليس به بأس' [تهذيب الكمال:۹/۲۹۰-۲۹۱]

⑬ ابن حبان رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔

⑭ ابن شاھین رحمہ اللہ نے ثقات میں ذکر کیا ہے۔ [تهذيب التهذيب:۵/۳۶]

اِمام حمزہ[۶] بن حبیب الزیات الکوفی رحمہ اللہ

ان پر مختصر مگر جامع تبصرہ پیش خدمت ہے:

① امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: كان إماماً حجةً ، قيما بحفظ كتاب الله ، حافظاً للحديث ، بصيراً

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

للفرائض والعربية، عابداً خاشعاً قانتاً لله تخين الورع، عديم النظير. [معرفۃ القراء الکبار:۱/۲۵۴]

② یحییٰ بن معین رحمہ اللہ نے 'ثقہ' اور ③ نسائی نے 'لیس به بأس' کہا ہے۔

④ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے 'ثقہ' اور ⑤ عجلی نے کہا 'ثقة رجل صالح'

⑥ ابن سعد رحمہ اللہ نے کہا: كان رجلاً صالحاً عنده أحاديث وكان صدوقاً صاحب سنة ''صالح آدمی تھا اس کے پاس احادیث تھیں، صدوق اور سنت والا تھا۔'' [تهذيب التهذيب:۳/۲۴]

⑦ ماجی رحمہ اللہ کا قول: صدوق سيء الحفظ ليس بمتقن في الحديث [تهذيب التهذيب:۳/۲۴] جمہور کے خلاف ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

امام نافع رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① امام قالون رحمہ اللہ: [۷]

اصل نام یہ ہے عیسیٰ بن مینا المدنی ابوموسیٰ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: ان کی قراءت کے اچھا ہونے کی وجہ سے ان کو قالون کا لقب ملا اور قالون رومی لفظ ہے جس کا معنی 'اچھا' ہے۔ یہ ہمیشہ امام نافع رحمہ اللہ پر قراءت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ قراءت میں ماہر بن گئے۔ [معرفة القراء:۱/۳۲۶]

امام نقاش رحمہ اللہ نے کہا کہ قالون سے کہا گیا۔ آپ نے کتنی دیر نافع رحمہ اللہ سے پڑھا ہے۔ انہوں نے کہا اس قدر زیادہ پڑھا ہے کہ جسے میں شمار نہیں کرسکتا مگر یہ مجھے یاد ہے کہ فارغ ہونے کے بعد میں بیس سال ان کے پاس رہا ہوں۔'' [غاية النهاية:۱/۵۴۲]

امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ: امام قالون رحمہ اللہ بہرے تھے وہ قرآن پڑھاتے تھے اور طلباء کی غلطی اداالحن کو ہونٹوں سے سمجھ لیتے تھے۔'' [غاية النهاية:۱/۵۴۳]

امام ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: مقرئ المدينة تلميذ نافع هو الإمام المجود النحوي ''مدینہ کے مقری، نافع کے شاگرد تھے وہ امام مجود اور نحوی تھے۔'' [سير أعلام النبلاء:۱۰/۳۲۶]

② امام ورش رحمہ اللہ [۸]

اصل نام عثمان بن سعید المصری ہے۔ سخت سفید ہونے کی وجہ سے ان کو ورش کا لقب ملا۔ [البدور الزاهرة:۱۳]

امام ابن جزری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: شيخ القراء المحققين، وإمام أهل الأداء المرتلين، انتهت إليه رءاسة الإقراء بالديار المصرية في زمانه ''محقق قراء کے شیخ ہیں، قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے والوں میں سے ہیں، ان کے زمانے میں، ان پر مصر میں قراءت کی ریاست ختم ہوگئی۔'' [غاية النهاية:۱/۴۴۶]

امام یونس بن عبدالأعلیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں: كان جيد القراءة حسن الصوت 'وہ بہترین قراءت کرتے تھے اچھی آواز والے تھے۔' [غاية النهاية:۱/۴۴۷، معرفة القراء:۱/۳۲۶، سير أعلام النبلاء:۹/۲۹۶]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: شیخ القراء بالدیار المصریة ’مصر کے شہروں کے قراء کے شیخ تھے۔‘ [سیر أعلام النبلاء:۹/۲۹۵]

نیز حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: وکان ثقة في الحروف، حجة ’قراءت میں ثقہ حجت تھے۔‘ [سیر أعلام النبلاء:۹/۲۹۶]

آپ مصر سے مکہ صرف قراءت کے لئے آئے تھے نہ حج کے لئے اور نہ ہی تجارت کی غرض سے۔

[معرفة القراء:۱/۳۲۵]

امام ابن کثیر رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① امام البزی رحمہ اللہ [۹]

ان کا اصل نام احمد بن محمد بن عبداللہ بن ابی بزۃ المؤذن المکی ابوالحسن ہے۔

چالیس سال حرم کے مؤذن رہے۔ [معرفة القراء:۱/۳٦٦]

امام بزی رحمہ اللہ نے کہا: فمن قال مخلوق، فهو علیٰ غیر دین الله و دین رسول الله ﷺ حتی یتوب ”جس نے کہا کہ (قرآن) مخلوق ہے وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دین پر نہیں ہے حتیٰ کہ وہ توبہ کرلے۔“ [الشریعة للآجري:۸۸، معرفة القراء:۱/۳۷۰]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: ’مقرئ مكة و مؤذن‘ مکہ کے مقری اور اس کے مؤذن تھے۔

ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا: أستاذ محقق ضابط متقن [غایة النهایة:۱/۱۰۹]

تنبیہ: امام بزی رحمہ اللہ سے تکبیروں والی روایت مستدرک حاکم [۳/۳۴۴] میں آئی ہے۔ اس کے بارے میں امام ابوحاتم الرازی رحمہ اللہ نے کہا: هذا حديث منكر [علل ابن أبي حاتم:۲/۷٦]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: هذا من مناكير البزي [میزان الاعتدال:۱/۲۸۹] حافظ ابن حجر نے ذہبی کی بات پر خاموشی اختیار کی ہے۔ [لسان المیزان:۱/۲۸۴]

حدیث میں ضعیف تھے لیکن قراءت میں امامت کے مرتبہ پر فائز تھے۔ [اس کی تفصیل کے لئے دیکھئے: قراءات نمبر رشد ۲،ص ۵۳۰-۵۳۱، ۳۵٦-۳۵۸]

② امام قنبل رحمہ اللہ [۱۰]

اصل نام محمد بن عبدالرحمٰن بن محمد بن خالد بن سعید المکی المخزومی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: امام شیخ المقرئین [معرفة القراء:۱/۴۵۲]

نیز لکھتے ہیں: انتهت إليه رءاسة الإقراء بالحجاز ’حجاز میں قراء کی ریاست امام قنبل پر ختم ہوگئی۔‘

[معرفة القراء:۱/۴۵۳]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابوعمرو رحمہ اللہ کے دوشاگرد

① امام دوری رحمہ اللہ [۱۱]

ان کا اصل نام ابوعمر حفص بن عمر بن عبدالعزیز الدوری النحوی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: الإمام مقرئ الإسلام [معرفة القراء:۳۸٦/۱]

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق' [الجرح والتعدیل:۱۸۴/۳]

امام ابوعلی الاہوازی رحمہ اللہ نے کہا: وهو ثقة في جميع ما يرويه . وعاش دهرا وذهب بصره في آخر عمره، وكان ذا دين وخير ''وہ اپنی تمام مرویات میں ثقہ تھے اور ایک زمانہ زندہ رہے۔ آخری عمر میں ان کی نگاہ ختم ہوگئی۔ وہ دین اور بھلائی والے تھے۔'' [معرفة القراء:۳۸۸/۱، سير أعلام النبلاء:۵۴۳/۱۱]

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا وہ ابوعمرو الدوری سے لکھتے تھے۔

[تاريخ بغداد:۲۰۳/۸، سير أعلام النبلاء:۵۴۲/۱۱]

احمد بن فرح الضریر رحمہ اللہ نے کہا: میں نے دوری سے سوال کیا کہ آپ قرآن کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ کا کلام ہے مخلوق نہیں ہے۔ [تاریخ بغداد:۲۰۳/۸]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: الإمام العالم الكبير ، شيخ المقرئين'' [سير أعلام النبلاء:۵۴۱/۱۱]

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا 'ضعیف' امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے ضعیف کہنے سے مراد یہ ہے کہ آثار کو ضبط کرنے میں ضعیف ہیں۔ رہے قراءت میں تو اس میں وہ ثبت امام تھے۔ اسی طرح قراء کی ایک جماعت کے نزدیک وہ قراءت میں ثقہ ہیں لیکن حدیث میں نہیں۔ جیسے نافع رحمہ اللہ، کسائی رحمہ اللہ اور حفص رحمہ اللہ ہیں انہوں نے قراءت کا اہتمام کیا ہے اور انہیں تحریر کیا ہے جبکہ اس طرح کی محنت حدیث میں نہیں کی، اسی طرح حفاظ کی ایک جماعت حدیث میں پختہ ہے لیکن قراءات میں پختہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس آدمی کی حالت ہے جو ایک فن میں ظاہر ہوا اور کسی دوسرے فن میں اس قدر اہتمام نہیں کیا۔ [سير أعلام النبلاء:۵۴۳/۱۱]

② امام سوسی رحمہ اللہ [۱۲]

ان کا اصل نام ابوشعیب صالح بن زیاد بن عبداللہ السوسی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء :۳۹۰/۱]

امام ابوحاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق' [الجرح والتعدیل:۴۰۴/۴، تهذيب التهذيب:۳۹۲/۴]

حافظ ذہبی فرماتے ہیں: الإمام المقرئ المحدث ، شيخ الرقة [سير أعلام النبلاء:۳۸۰/۱۲]

وقال النسائي 'ثقة'

[تهذيب التهذيب:۳۹۲/۴، تهذيب الكمال:۴۲۸/۳، ذكره ابن حبان في الثقات:۳۱۹/۸]

حافظ ذہبی نے کہا: وكان صاحب سنة 'وہ سنت والے تھے۔' [سير أعلام النبلاء:۳۸۱/۱۲]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام ابن عامر رحمہ اللہ کے دو شاگرد

1 امام ہشام رحمہ اللہ [۱۳]

ان کا اصل نام ہشام بن عمار بن نصیر القاضی الدمشقی، ابو الولید ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے لکھا: شیخ أهل دمشق و مفتیهم وخطیبهم ومقرئهم ومحدثهم ''دمشق والوں کے شیخ، ان کے مفتی، ان کا خطیب، ان کے مقرئ اور ان کے محدث تھے۔'' [معرفة القراء:۳۹۶/۱]

امام بخاری رحمہ اللہ نے ان سے اپنی صحیح بخاری میں روایت لی ہے۔

ابن معین نے ان کو 'ثقه' کہا، نسائی نے 'لا بأس به' کہا، دارقطنی نے 'صدوق' کہا۔

[معرفة القراء:۳۹۷/۱، ۳۹۸]

ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق' [الجرح والتعدیل:۶۶/۹]

قال العجلی 'ثقه' وقال في موضع آخر 'صدوق'

قال النسائی: 'لا بأس به' [تہذیب الکمال:۴۱۲/۷] وقال في موضع آخر: 'صدوق'

[المعجم المشتمل، الترجمة:۱۱۲۰]

قال عبدان بن أحمد الجوالیقي: ما کان في الدنیا مثله

قال بن أبي حاتم 'صدوق' [تهذیب التهذیب:۴۱۲/۷، ۴۱۳]

۲ امام ابن ذکوان رحمہ اللہ [۱۴]

ان کا اصل نام عبداللہ بن احمد بن بشیر بن ذکوان القرشی الدمشقی ابو عمرو ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: مقرئ دمشق وإمام جامعها 'دمشق کے مقرئ تھے اور اس کی جامع مسجد کے امام تھے۔'

ابو حاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق'

امام ابو زرعہ رحمہ اللہ دمشقی نے کہا: عراق، حجاز، شام، مصر اور خراساں میں میرے نزدیک ابن ذکوان کے زمانے میں ان سے بڑا کوئی قاری نہیں تھا۔ [معرفة القراء:۴۰۴/۱، ۴۰۵]

قال ابن معین: 'لا باس به' [تهذیب الکمال:۸۳/۴، ذکره ابن حبان في الثقات:۳۶۰/۸]

امام عاصم رحمہ اللہ کے دو شاگرد

۱ امام شعبہ رحمہ اللہ [۱۵]

اصل نام، ابو بکر شعبہ بن عیاش بن سالم الکوفی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق، ثقة'، ربما غلط، صاحب قرآن وخیر. [معرفة القراء:۲۸۱/۱]

ابن المبارک رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے سنت کی طرف زیادہ دوڑانے والا اس سے بڑھ کر کوئی نہیں دیکھا۔ [العلل ومعرفة الرجال:۳۲/۲]

امام ابو عبداللہ المعیطی رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے ابو بکر بن عیاش رحمہ اللہ کو دیکھا مکہ میں ان کے پاس سفیان بن عیینہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے اور دوزانوں ہوکر بیٹھ گئے ایک آدمی آیا وہ سفیان کے بارے میں پوچھنے لگا انہوں نے کہا کہ مجھ سے اس وقت تک سوال نہ کر جب تک یہ شیخ (شعبہ بن عیاش) بیٹھے ہوئے ہیں۔[معرفۃ القراء:۲۸۳/۱]

یزید بن ہارون رحمہ اللہ نے کہا: ابوبکر میں خیر تھی، وہ فاضل شخص تھے، اس نے اپنے پہلو کو چالیس سال تک زمین پر نہیں رکھا۔[معرفۃ القراء:۲۸۴/۱]

② امام حفص[16] بن سلیمان بن مغیرہ البزاز رحمہ اللہ الکوفی، ابوعمرو

عبدالفتاح عبدالغنی قاضی رحمہ اللہ نے کہا: 'کان ثقة' [البدور الزاهرة:۱۳]

قراءت میں پختہ تھے۔[معرفۃ القراء:۲۸۷/۱]

امام احمد رحمہ اللہ نے کہا: 'ما به بأس' [تاریخ بغداد:۱۸۷/۸]

ابوہشام رفاعی رحمہ اللہ نے کہا: امام حفص رحمہ اللہ، عاصم رحمہ اللہ کی قراءت کو ان سے زیادہ جانتے تھے۔ [معرفۃ القراء:۲۸۸/۱]

امام بخاری رحمہ اللہ نے کہا: 'انہوں نے اس کو چھوڑ دیا تھا۔' [کتاب الضعفا الصغیر:۳۲]

صالح الجزرہ رحمہ اللہ نے کہا: 'لا يكتب حديثه' اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی۔[تاریخ بغداد:۱۸۸/۸]

زکریا ساجی رحمہ اللہ نے کہا: 'له أحاديث بواطيل' [تاریخ بغداد:۱۸۸/۸]

ابن عدی رحمہ اللہ نے کہا: 'عامة أحاديثه غير محفوظة' [الکامل فی ضفاء الرجال:۷۹۲/۲]

امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا کہ: أما في القراءة فثقة ثبت ضابط لها بخلاف في الحديث ''لیکن یہ قراءت میں ثقہ پختہ، اس کو ضبط کرنے والے تھے حدیث میں ان کے بارے میں اختلاف ہے۔'' [معرفۃ القراء:۲۸۸/۱]

سعد العوفی رحمہ اللہ نے کہا: لو رأيته مقرت عينك به علما وفهما ''اگر آپ اس کو دیکھ لیں تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں اس کے ساتھ، علم اور فہم کی وجہ سے'' [معرفۃ القراء:۲۸۹/۱]

علی بن مدینی رحمہ اللہ نے کہا: ترکت عمداً 'میں اُس کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا۔' [تاریخ بغداد: ۸/ ۱۸۷]

خلاصہ یہ ہے کہ قراءت میں ثقہ امام تھے لیکن حدیث میں کمزور تھے۔

امام حمزہ رحمہ اللہ کے دوشاگرد

① خلف[17] بن ہشام البزار ابومحمد البغدادی رحمہ اللہ

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'المقرى أمر الأعلام' [معرفۃ القراء:۴۱۹/۱]

یحییٰ بن معین رحمہ اللہ اور امام نسائی رحمہ اللہ نے ثقہ کہا ہے۔[تاریخ بغداد:۳۲۶/۸،۳۲۷]

امام دارقطنی رحمہ اللہ نے کہا: 'کان عابداً فاضلاً' [تاریخ بغداد:۳۲۷/۸]

حمدان بن ھانی المقری رحمہ اللہ نے کہا کہ میں نے خلف بن ہشام سے سنا کہ مجھ پر نحو کا ایک باب مشکل ہوا تو میں نے ۸۰ ہزار درہم خرچ کر دیئے یہاں تک کہ میں اس میں ماہر بن گیا۔[معرفۃ القراء:۴۲۱/۱]

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: ''الإمام الحافظ الحجة شيخ الإسلام، المقرئ''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

[سير أعلام النبلاء:١٠/٥٧٦]

نیز کہا: وله اختيار في الحروف صحيح ثابت ليس بشاذ أصلا ''قراء ت میں ان کا اختیار کرنا صحیح ثابت نہیں اور اصل کے اعتبار سے شاذ نہیں ہے۔'' [سير أعلام النبلاء:١٠/٥٧٧]

امام ابوالحسن احمد بن جعفر بن زیاد السوسی رحمہ اللہ نے کہا کہ ابوجعفر الفضیلي نے ہشام کا ذکر کیا تو کہا: 'كان في أصحاب السنة' [تهذيب الكمال:٢/٣٩٥]

② خلاد [١٨] بن خالد و یقال ابن خلید الصیر فی الکوفی ابوعیسیٰ رحمہ اللہ

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: ''وكان صدوقاً في الحديث والقراءة'' [معرفة القراء :١/٤٢٣]

امام کسائی رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① ابوالحارث رحمہ اللہ [١٩]

اس کا اصل نام لیث بن خالد البغدادی ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء:١/٤٢٤]

② حفص الدوری رحمہ اللہ

ابوجعفر ① کے دو شاگرد

① ابن وردان رحمہ اللہ [٢٠]

اصل نام ابوالحارث عیسیٰ بن وردان المدنی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء:١/٢٤٧]

② ابن جماز رحمہ اللہ [٢١]

اصل نام ابوالربیع سلیمان بن مسلم بن جماز المدنی ہے۔

حافظ ذہبی نے کہا: 'هو الإمام' [معرفة القراء:١/٢٩٣]

یعقوب رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① رویس رحمہ اللہ [٢٢]

اصل نام ابوعبداللہ محمد بن متوکل اللؤلؤی البصری اور رویس ان کا لقب ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفة القراء:١/٣٢٨]

ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا: 'مقرئ حازق ضابط ، مشهور' [غاية النهاية :٢/٢٠٦]

امام دانی رحمہ اللہ نے کہا: 'هو من أحذق أصحابه' [غاية النهاية:٢/٢٠٦]

ابوعبداللہ القصاع رحمہ اللہ نے کہا: 'كان (روسياً) مشهوداً جيلاً' [غاية النهاية:٢/٢٠٦]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

④ روح رحمہ اللہ [۲۳]

اصل نام ابوالحسن روح بن عبدالمؤمن البصری النحوی ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفۃ القراء: ۲۱۷/۱]

"ذکرہ ابن حبان في الثقات" [تہذیب الکمال: ۲۴۶/۹]

خلف رحمہ اللہ کے دو شاگرد

① اسحاق بن ابراہیم بن عثمان الوراق المروزی ثم البغدادی ابویعقوب رحمہ اللہ

ابن جزری رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقة' [غاية النهاية: ۱۴۱/۱]

محمد بن اسحاق السراج رحمہ اللہ نے کہا: 'ثقة'

ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے کہا: 'صدوق ثقة' [تہذیب الکمال: ۱۷۴/۱]

قال الدارقطني: من الثقات ، قال: 'ثقة مأمون' [سؤالات حمزة السهمي للدارقطني]

② ادریس رحمہ اللہ [۲۴]

اصل نام ابوالحسن ادریس بن عبدالکریم البغدادی الحداد ہے۔

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: 'الإمام' [معرفۃ القراء: ۴۹۹/۱]

قال الدارقطنی رحمہ اللہ: 'ثقة ، وفوق الثقة بداية' [معرفۃ القراء: ۵۰۰/۱]

امام احمد بن المنادی رحمہ اللہ نے کہا: كتب الناس عنه لثقة وصلاحه "لوگوں نے اس سے (علم) لکھا ہے۔ اس کے ثقہ اور اچھا ہونے کی وجہ سے" [معرفۃ القراء: ۵۰۰/۱]

حواشی / حوالہ جات

① ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے [الطبقات الکبریٰ: ۴۵۱، التاریخ الکبیر: ۸۷/۸، المعارف: ۵۲۸، الجرح والتعدیل: ۴۵۶/۸، ۴۵۷، مشاهير علماء الأمصار: ۱۴۱، كتاب الثقات: ۵۳۲/۷، ۵۳۳، تہذیب الکمال: ۲۸۱/۲۹، ۲۸۴، سير أعلام النبلاء: ۳۳۶/۷، ۳۳۸، ميزان الاعتدال: ۲۴۲/۴، تاریخ الإسلام: (وفيات ۱۶۱-۱۷۰) ۴۸۴-۴۸۶، تہذیب التہذیب: ۴۰۷/۱۰، ۴۰۸]

② ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۴۸۴/۵، التاریخ الکبیر: ۱۸۱/۵، الجرح والتعدیل: ۱۴۴/۵، تہذیب الأسماء واللغات: ۲۸۳/۱، سير أعلام النبلاء: ۳۱۸/۵، ۳۲۲، تہذیب التہذیب: ۳۶۷/۵، ۳۶۸]

③ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [التاریخ الکبیر: ۵۵/۹، كتاب الثقات: ۳۴۴/۷، ۳۴۷، سير أعلام النبلاء: ۴۰۷/۶، ۴۱۰، وفيات الأعيان: ۱۳۶/۳، ۱۴۰، البداية والنهاية: ۱۱۲/۱، تہذیب التہذیب: ۱۷۸/۱۲، ۱۸۰، شذرات الذهب: ۲۲۷/۱، ۲۳۸]

④ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۴۴۹/۷، التاریخ الکبیر: ۱۵۶/۵، تاریخ الثقات: ۲۶۲،

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الجرح والتعدیل: ۱۲۲/۵، ۱۲۳، کتاب الثقات: ۳۱/۵، تهذيب الكمال: ۱۴۳/۱۵، ۱۵۰، تذكرة الحفاظ: ۱۰۳/۱، سير أعلام النبلاء: ۲۹۲/۵، ۲۹۳، تهذيب التهذيب: ۲۷۴/۵، ۲۷۵]

⑤ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۳۸۴/۵، التاريخ الكبير: ۱۸۱/۵، كتاب السبعة: ۶۵، ۶۶، الجرح والتعديل: ۱۴۴/۵، تهذيب الكمال: ۴۶۸/۱۵، ۴۷۱، سير أعلام النبلاء: ۳۱۸/۵-۳۲۲، تهذيب التهذيب: ۳۶۷/۵، ۳۶۸، شذرات الذهب: ۱۵۷/۱]

⑥ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۳۸۵/۶، تاریخ یحییٰ: ۱۳۴/۲، التاريخ الكبير: ۵۲/۳، تاريخ الثقات: ۱۳۳، الجرح والتعديل: ۲۰۹/۳، ۲۱۰، تهذيب الكمال: ۳۱۴/۷، ۳۲۳، سير أعلام النبلاء: ۹۰/۷، ۹۲، ميزان الاعتدال: ۶۰۵/۱، ۶۰۶، تهذيب التهذيب: ۲۷/۳، ۲۸]

⑦ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح والتعديل: ۲۹۰/۶، معجم الأدباء: ۱۵۱/۱۶، ۱۵۲، سير أعلام النبلاء: ۳۲۶/۱۰، ۳۲۷، تاريخ الإسلام: (وفيات ۲۱۱-۲۲۰) ۳۵۰-۳۵۲، العبر: ۳۰۰/۱، ميزان الاعتدال: ۳۲۷/۳، البداية والنهاية: ۲۸۳/۱، غاية النهاية: ۶۱۵/۱، ۶۱۶، شذرات الذهب: ۴۸/۲]

⑧ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح و التعديل: ۱۵۳/۱، معجم الأدباء: ۱۱۶/۱۲-۱۲۱، سير أعلام النبلاء: ۲۹۵/۹، العبر: ۲۵۳/۱، غاية النهاية: ۵۰۲/۱، ۵۰۳، حسن المحاضرة: ۴۸۵/۱، شذرات الذهب: ۳۴۹/۱، تاج العروس: ۳۶۴/۴]

⑨ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الضعفاء الكبير: ۱۲۷/۱، الجرح والتعديل: ۷/۲، كتاب الثقات: ۳۶/۸، سير أعلام النبلاء: ۵۰/۱۲-۵۱، العبر: ۳۵۸/۱، ميزان الاعتدال: ۱۴۴/۱-۱۴۵، البداية والنهاية: ۶/۱۱، غاية النهاية: ۱۱۹/۱-۱۲۰، لسان الميزان: ۲۸۳/۱-۲۸۴]

⑩ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [تذکرہ الحفاظ: ۶۵۹/۲، الوافي بالوفيات: ۲۲۶/۳-۲۲۷، البداية والنهاية: ۹۹/۱۱، العقد الثمين: ۱۰۹/۲-۱۱۰، معجم الأدباء: ۱۷/۱۷-۱۸، الوفيات: ۱۹۰، غاية النهاية: ۱۶۵/۲-۱۶۶، تبصير المنتبه: ۱۱۳۹/۳]

⑪ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۳۲۴/۷، الجرح والتعديل: ۱۸۳/۳-۱۸۴، تاريخ بغداد: ۲۰۳/۸-۲۰۴، تهذيب الكمال: ۳۴/۷-۳۷، سير أعلام النبلاء: ۵۴۱/۱۱-۵۴۳، ميزان الاعتدال: ۵۶۶/۱، غاية النهاية: ۲۵۵/۱-۲۵۷، شذرات الذهب: ۱۱۱/۲]

⑫ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح والتعديل: ۴۰۴/۴، كتاب الثقات: ۳۱۹/۸، طبقات الحنابلة: ۱۷۶/۱-۱۷۷، الانتساب: ۳۳۵/۳، تهذيب الكمال: ۵۰/۱۳-۵۲، سير أعلام النبلاء: ۳۸۰/۱۲-۳۸۱، شذرات الذهب: ۱۴۳/۲]

⑬ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۴۷۳/۷، التاريخ الكبير: ۱۹۹/۸، الجرح والتعديل: ۶۶/۹-۶۷، تهذيب الكمال: ۲۴۲/۳۰-۲۵۵، سير أعلام النبلاء: ۴۲۰/۱۶-۴۳۵، تذكرة الحفاظ: ۴۸۱/۲]

⑭ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح والتعديل: ۵/۵، كتاب الثقات: ۳۶۰/۸، تهذيب الكمال:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴/ ۲۸۰-۲۸۳، الکاشف: ۲/ ۶۳، شذرات الذہب: ۲/ ۱۰۰]

⑮ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۶/ ۳۸۶، التاریخ الکبیر: ۹/ ۱۴، الجرح والتعدیل: ۹/ ۳۴۸-۳۵۰، کتاب الثقات: ۷/ ۶۶۸-۶۷۰، تہذیب الکمال: ۳۳/ ۱۲۹-۱۲۵، سیر أعلام النبلاء: ۸/ ۴۹۵-۵۰۸]

⑯ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [التاریخ الکبیر: ۲/ ۳۶۳، کتاب الضعفاء الصغیر: ۳۲، الجرح والتعدیل: ۳/ ۱۷۱-۱۷۴، تاریخ بغداد: ۸/ ۱۸۶-۱۸۸، تہذیب الکمال: ۷/ ۱۰-۱۶، غایۃ النہایۃ: ۱/ ۲۵۴-۲۵۵]

⑰ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الطبقات الکبریٰ: ۷/ ۳۴۸، التاریخ الکبیر: ۳/ ۱۹۶، الجرح والتعدیل: ۳/ ۳۷۴، تاریخ بغداد: ۸/ ۳۲۳-۳۲۸، التہذیب الکمال: ۸/ ۲۹۹-۳۰۳، سیر أعلام النبلاء: ۱۰/ ۵۷۶-۵۸۰، غایۃ النہایۃ: ۱/ ۲۷۲-۲۷۴، شذرات الذہب: ۲/ ۶۷]

⑱ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [التاریخ الکبیر: ۳/ ۱۸۹، الجرح والتعدیل: ۳/ ۳۶۸، غایۃ النہایۃ: ۱/ ۲۷۴-۲۷۵، شذرات الذہب: ۲/ ۴۷]

⑲ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [تاریخ بغداد: ۱۳/ ۱۶، غایۃ النہایۃ: ۲/ ۳۴، شذرات الذہب: ۲/ ۹۵]

⑳ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [غایۃ النہایۃ: ۱/ ۶۱۲، النشر: ۱/ ۱۷۹]

㉑ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [الجرح والتعدیل: ۴/ ۱۴۲، میزان الاعتدال: ۲/ ۲۲۳، غایۃ النہایۃ: ۱/ ۳۱۵، النشر: ۱/ ۱۷۹]

㉒ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [تاریخ الأسلام: (وفیات: ۲۳۱-۲۴۰) ۳۴۲، غایۃ النہایۃ: ۲/ ۲۳۴-۲۳۵]

㉓ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [التاریخ الکبیر: ۳/ ۳۱۰، الجرح والتعدیل: ۳/ ۴۹۹، تہذیب الکمال: ۹/ ۲۴۶-۲۴۷، غایۃ النہایۃ: ۱/ ۲۸۵، تہذیب التہذیب: ۳/ ۲۹۶]

㉔ ان کے تفصیلی حالات کے لئے دیکھئے: [تاریخ بغداد: ۷/ ۱۴-۱۵، طبقات الحنابلہ: ۱/ ۱۱۶، سیر أعلام النبلاء: ۱۴/ ۴۴-۴۵، النشر: ۱/ ۱۶۶، غایۃ النہایۃ: ۱/ ۱۵۴، شذرات الذہب: ۲/ ۲۱۰]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتی جمیل اَحمد تھانوی☆

محافل قراءات......اعتراضات کا جائزہ

رُشد قراءات نمبر اوّل میں آدابِ تلاوتِ قرآن کے ضمن میں 'قرآن مجید کو قواعدِ موسیقی پر پڑھنے کی شرعی حیثیت' کے عنوان سے قاری فہد اللہ مراد کی تحریر شائع کی گئی تھی۔ بعدازاں قراءات نمبر دوم میں بعض دیگر عیوبِ تلاوت کے ذیل میں 'مروّجہ محافل قراءات...... ناقدانہ جائزہ' کے نام سے مضمون پیش کیا گیا۔ اسی تسلسل کو آگے بڑھاتے ہوئے شمارہ ہذا میں شیخ القراء قاری اَحمد میاں تھانوی حفظہ اللہ کے والدِ گرامی حضرت مفتی جمیل احمد تھانوی رحمہ اللہ کا مضمون شائع ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے، جس میں حضرت مفتی صاحب نے مروّجہ 'محافل قراءات' میں افراط وتفریط دونوں انتہاؤں کے مابین معتدل رائے کی نشاندہی فرمائی ہے۔ [ادارہ]

ماضی قریب میں، جامعہ قاسمیہ کراچی کی مساعی جمیلہ سے حجاز، عراق، مصر، شام، انڈونیشیا وغیرہ کے قاری صاحبان کی تشریف آوری پر پاکستان کے کئی شہروں میں عالمی مجالس قراءت منعقد ہوچکی ہیں جن سے بہت سے لوگ براہ راست خوب محظوظ ہوئے۔

ہمارے بعض تعلیم یافتہ صاحبان کی طرف سے اس پر کچھ اعتراضات سننے میں آئے ہیں۔ اب تک جو اعتراضات سامنے آئے ہیں ان کو مع جوابات پیش کیا جاتا ہے ممکن ہے ہم سب کو غور وفکر کرنے کے بعد اَصل حقیقت تک رسائی میسر آجائے۔

اِعتراض نمبر۱

قرآن کریم کا مقصود معانی و اَحکام ہیں۔ بغیر معانی کے صرف اَلفاظ کو اور پھر الفاظ کی بھی ایک صفت یعنی عمدہ ادائیگی کو کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اس لیے مجلس قراءت کو یہ اہمیت دینا اِسلامی شان کا کام نہیں ہوسکتا۔

جواب: قرآن اَلفاظ اور معنی کے مجموعے کا نام ہے

یہ خیال کہ قرآن کریم کا مقصود معانی واحکام ہیں، صحیح نہیں۔ بلکہ قرآن مجید الفاظ اور معانی دونوں کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو قرآناً عربیاً [سورۃ یوسف:۲] ''عربی قرآن'' فرمایا ہے۔ یعنی عربی عبارت کے الفاظ بھی قرآن ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے فرائض کے بارے میں اِرشاد ہے: ﴿ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ ءَايٰتِه ﴾ اور ﴿ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ ﴾ [آل عمران:۱۶۴] ''لوگوں پر قرآن مجید کی آیتوں کو بھی تلاوت فرماتے ہیں'' اور ''ان کو کتاب کی تعلیم بھی دیتے ہیں'' تلاوت الفاظ بھی حضور ﷺ کا ایک فریضہ ہے اور تعلیم اَحکام بھی۔ ہر ہر حرف کے پڑھنے اور سننے پر دس دس نیکیاں ملنا بلا معانی سمجھے بھی حدیث میں وارد ہے۔

☆ سابق صدر داء الافتاء جامعہ اشرفیہ، لاہور، والدِ گرامی استاذ القراء قاری احمد میاں تھانوی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلفاظ قرآن بھی مقصود ہیں

لہٰذا قرآن مجید کا تو لفظ لفظ اور حرف حرف بھی مقصود ہی ہے جیسے معانی و اَحکام کی حفاظت اور ان پر عمل کرنا فرض ہے ایسے ہی لفظ لفظ، حرف حرف بلکہ حرکت حرکت تک کی حفاظت اور اس کی تلاوت فرض ہے۔اور پھر ہر ہر حرف عربی ہے عربی طریقہ سے اس کے مخرج (حرف کے نکلنے کی جگہ) سے اس کی صفتوں (حرف کی اَدائیگی کی کیفیت) کے ساتھ اَدا کرنا بھی فرض ہے۔ ورنہ پھر یہ حرف وہ حرف ہی نہ رہے گا دوسرا بن جائے گا (اس لیے کہ صفت یا مخرج کے بدلنے کی وجہ سے حرف حرف سے بدل جاتا ہے) اور اس کو خدائی کلام کہنا خدا تعالیٰ پر نعوذ باللہ تہمت باندھنے کے مترادف ہو جائے گا اور اس سے معانی و مفہوم میں خلل واقع ہو کر بعض دفعہ احکام میں تغیر و تبدل اور تحریف تک نوبت پہنچ جائے گی۔

مثلاً 'قال' 'کہا یا فرمایا' کی جگہ 'کال' 'ناپ کردیا' پڑھنے سے لفظ و مفہوم دونوں میں بڑی زبردست تبدیلی ہوگئی ہے۔ اَب اگر اس کو قرآن مجید کا لفظ اور اس کے معنی کو قرآن مجید کا مفہوم کہا جائے تو سوچئے کہ یہ خدا تعالیٰ پر تہمت اور اس کے کلام بے مثال کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟

قرآن کے اَلفاظ و حرکات کی صحیح اَدائیگی فرض ہے

بلکہ حرکت کے بدل جانے سے بھی سخت تبدیلی اور بعض دفعہ کفریہ کلمہ بن جاتا ہے۔ لفظ الله أكبر میں تین زَبر ہیں اگر کسی کو کھینچ دیا گیا اور وہاں الف پیدا ہوگیا تو یہ کلمہ کفریہ بن جاتا ہے اور اس سے نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے۔ اگر پہلے الف کے زبر کو کھینچ دیا اور اللہ پڑھ دیا تو معنی یہ ہوں گے کہ کیا اللہ سب سے بڑے ہیں؟ یہ استفہام اِنکاری یا شکیہ ہوکر کلمہ کفر بن گیا۔ گو اس مفہوم کا قصد نہ ہونے سے اس کو کافر نہیں کہا جائے گا۔

اس طرح أكبر کے الف کو بڑھانے سے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ کیا سب سے بڑے ہیں؟ اور 'ب' کے زبر کو بڑھانے سے معنی یہ ہوں گے کہ الله إكبار ہیں اور إكبار شیطان کا نام ہے یا کبر کی جمع بمعنی ڈھول۔

اس لیے قرآن مجید کے ہر حرف و حرکت کو صحیح طریقہ سے ادا کرنا فرض ہے جو طریقہ سند کے ساتھ حضور ﷺ سے ثابت شدہ ہے اس کو ہرگز ہرگز ہلکا نہیں سمجھا جاسکتا۔ صرف ترجمہ رٹ لینا اور لفظ غلط پڑھنا قرآن مجید نہیں ہوسکتا بلکہ الٹا گناہ کا سبب ہوسکتا ہے کیونکہ قرآنی الفاظ تو صحیح ہیں غلط ہم نے اَدا کیا (مطلب یہ ہے کہ قرآنی لفظ وہ ہے جو صحیح مخرج اور صحیح صفت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ اس لیے جب صحیح مخرج اور صفت ادا نہیں ہوگی تو لفظ لفظ سے بدل جائے گا جیسے ق، ک سے اور ط، ت سے بدل جاتی ہے اور جب 'ق' تھا ہم نے 'ک' پڑھا تو یہ قرآنی لفظ نہ ہوا) اور ترجمہ خدائی کلام نہیں بلکہ انسان کا سمجھا ہوا مفہوم ہے وہ بھی اسی کے مطابقت سے درست ہوگا ورنہ غلط ہوگا۔

تلاوت میں خوش آوازی مطلوب ہے

پھر اَحادیث شریفہ میں قرآن شریف کو خوش آوازی سے پڑھنے کی بہت تاکید آئی ہے اور خوب عرب یعنی عربی لہجوں میں پڑھنے کی ہدایت اور عجمی لہجوں کی ممانعت ہے۔ اس لیے حروف کو مخارج صحیحہ سے پوری صفتوں کے ساتھ، صحیح حرکتوں سے، عربی لہجوں میں خوش آوازی سے اَدا کرنا نہایت اَہم، دین کا جزو اور ایک اِسلامی فریضہ ہے اس کو ناقابل اہتمام قرار دینا بڑی زیادتی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلفاظ و معانی دونوں کی رعایت ضروری ہے

ہاں احکام الٰہی (قرآنی الفاظ سے اَحکام کو سمجھنا) کا حاصل کرنا اور پوری طرح حاصل کرنا، ظاہر و باطن (آیت کے ظاہری اور پوشیدہ معنی کی تحقیق) مقدم، مؤخر (کون سی آیت پہلے نازل ہوئی کون سی بعد میں)، ناسخ و منسوخ (کس آیت نے کس آیت کے حکم کو منسوخ کیا ہے)، اشارات وصراحت سے حاصل کرنا تفسیرات نبویہ سے ان کو سمجھنا یہ الگ ایک فریضہ ہے ایک کی اَہمیت کے پیش نظر دوسرے کی اَہمیت کو نظر اَنداز کر دینا صحیح طریقہ نہیں ہے۔ بلکہ نہ اوّل بغیر دوسرے کے کامل ہے نہ دوسرا بغیر اوّل کے کامل ہوسکتا ہے دونوں میں سے ہر ایک مقصود بھی ہے قابل قدر و حفاظت بھی ہے قابل اہتمام بھی ہے۔ ہر ایک مسلمان کا فریضہ بھی ہے۔

یہ ایک فریضہ (یعنی قرآن کے اَلفاظ کی تلاوت) ہے اور فہم اَحکام دوسرا فریضہ ہے جس کو فقہ میں حل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی بے پروائی برتنا ٹھیک نہیں جیسے احکام سے ٹھیک نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اَحکام کی تنفیذ اور عمل پر بے انتہا زور دینے کی ضرورت ہے مگر اس کا یہ مطلب قرار دینا صحیح نہ ہوگا کہ الفاظ و حروف اور حرکات کو غلط کر کے تلاوت کی گنجائش ہو۔

اِعتراض نمبر۲

ایسی مجالس میں ہر قاری دوسرے سے بڑھ کر عمدہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، اس لیے یہ ایک ریا ہے جو گناہ ہے ثواب کا کام نہیں۔ بلکہ ریا کو حدیث شریف میں شرک خفی فرمایا گیا ہے۔ اس لیے یہ مجالس ریا کاری یعنی شرک خفی کی مجالس ہوئیں ان کو دین اور ثواب کے کام کی مجالس قرار دینا درست نہیں۔

جواب: قاری کی تلاوت میں چار اِحتمال

رِیا اور نمود و نمائش کا مدار نیت پر ہے، اور نیت دل کی کیفیت ہے، جس کا علم دوسروں کو نہیں ہوسکتا، یہ تو خود پڑھنے والے کو دیکھنا ہے کہ اس کی نیت ثواب کی ہے یا کسی دینی خدمت کی ہے یا محض یہ ہے کہ لوگ اس کی تعریفیں کریں اور عزت و اِحترام سے پیش آئیں۔

① اگر اپنی تعریف و احترام کی خواہش سے ہی پڑھتا ہے تو یہ ریا ہے، گناہ ہے، خود اس کو ثواب نہیں ہوگا۔

② اگر نیت ثواب کی اور قرآن مجید کی عظمت کے اظہار کی ہے تو ثواب کی بات ہے، ریا نہیں ہے۔

③ اور اگر دکھا کر ہی سہی مگر مسلمانوں کا دل خوش کرنے کی نیت ہے تو یہ بھی کارِ ثواب ہے اور حدیث سے ایسے واقعات ثابت ہیں (جیسا کہ آئندہ صفحہ پر حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا واقعہ آ رہا ہے) یہ بھی ریا نہیں۔

④ اور اگر لوگوں کو دکھانے، سنانے کے لیے بھی اس نیت سے پڑھتا ہے کہ سننے والوں کے دلوں میں قرآن شریف کی عظمت پیدا ہو، اس کی طرف رغبت و شوق اور جذبۂ خلوص و محبت متوجہ ہو، جس سے سب کو خوش آوازی کے ساتھ صحیح پڑھنے کا شوق پیدا ہو، جو شریعت میں پسندیدہ ہے تو اس نیت سے خوش آوازی سے پڑھنا ریا نہیں، ایک دینی خدمت ہے۔

ان چار طرح کی نیتوں میں صرف ایک ریا ہے باقی تین کارِ ثواب ہیں۔ یہ نصیحت تو کی جاسکتی ہے کہ قاری صاحبان اوّل کی نیت ہرگز نہ رکھیں۔ دوم، سوم، چہارم کی نیت رکھ لیں لیکن خود یوں طے کر دینا کہ ان کی نیت ریا کاری

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ہی ہے یہ انتہائی سخت جملہ ہے اور مسلمان کے ساتھ بدگمانی کرنا ہے خصوصاً جب اس کے علاوہ دیگر احتمالات موجود ہوں۔ ان سب سے صرف نظر کرتے ہوئے ایک ناجائز احتمال کی تعیین کر لینا کسی طور بھی درست نہیں ہے۔

بدگمانی سے بچو

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ﴾ [الحجرات:۱۲] ''بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''

ممکن ہے کہ کوئی صاحب قرائن پر مدار رکھے۔ تو عرض ہے کہ غیر یقینی قرائن دلیل نہیں ہوسکتے اس طرح تو دوسرے احتمالات کے بھی قرآئن موجود ہوتے ہیں تو ان سے ان کو ردّ کیوں نہیں کیا جاتا۔ بیش از بیش (زیادہ سے زیادہ) قرائن سے یہ ثابت ہوگا کہ ممکن ہے کہ وہ بھی خیال ہو، یہ بھی خیال ہو، تو یہ مخلوط نیت (ملی جلی نیت ہے) ہے خالص ریا نہیں ثواب کا کام رہے گا گو خالص سے کم ہو۔

مسلمان کا دل خوش کرنے کے لیے عمدہ آواز سے پڑھنا

بخاری شریف میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ تم کو آل داوٗد کے مزامیر عطا کیے گئے ہیں۔ اس حدیث کے تحت فتح الباری شرح صحیح بخاری کے صفحہ ۸۱/ پر ابویعلی کی حدیث ہے کہ حضور ﷺ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ پر گزرے۔ وہ گھر میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے دونوں کھڑے سنتے رہے پھر تشریف لے گئے۔ صبح کو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے یہ واقعہ بتایا۔ انہوں نے عرض کیا کہ مجھے معلوم ہوتا کہ آپ سماعت فرما رہے ہیں تو میں اس سے بھی زیادہ بنا سنوار کر پڑھتا۔

اس جواب پر حضور ﷺ کا سکوت فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ کسی مسلمان کا دل خوش کرنے کے لیے بنا سنوار کر پڑھنا ریا نہیں ہے بلکہ کارِثواب ہے۔ ریا اس وقت ہوتی ہے جب اپنی تعریف اور اپنے اِحترام کی نیت سے پڑھا جائے۔

حدیث شریف «إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ» . [صحيح البخاري:۱] ''عمل نیتوں سے ہیں'' یعنی مباحات اچھی نیت سے اچھے افعال بن جاتے ہیں اور بُری نیت سے بُرے۔ اس عمل کو بھی نیت اچھا بُرا بنا سکتی ہے۔ اس لیے اگر مسلمانوں کے دل خوش کرنے کے لیے نمود و نمائش اور خوش آوازی کا مظاہرہ ہو تو وہ خود ثواب ہے۔ جیسے کہ حدیث بالا سے معلوم ہوا اور اس کو ریا کہنا درست نہ ہوگا۔

محفلِ قراءت کے فوائد

ہم لوگ عجمی (غیر عرب کو عجمی کہتے ہیں کیونکہ عجمی کے معنی گونگے کے آتے ہیں اور عرب اپنے علاوہ سب کو عجمی اس لیے کہتے تھے کہ وہ عربی بولنے پر قادر نہیں تو گویا کلام ہی نہیں کرسکتے) ہیں ہمارے ملک میں بہت سے حروف و الفاظ مسخ (اَلفاظ کی صورتیں بگڑ کر) ہو کر غلط در غلط استعمال ہوتے ہیں۔ اب قرآن مجید کے الفاظ کو بھی اسی طرح پڑھنا سخت ترین گستاخی و بے ادبی ہے۔

گر تو قرآن بدین نمط خوانی   می بری رونق مسلمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر اسی طریقہ پر تو قرآن پڑھتا رہا تو مسلمانوں کی رونق ختم کر دے گا۔''

ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ قرآن مجید کو صحیح صحیح پڑھا جائے تا کہ اس کی بے حرمتی نہ ہو اور نمازیں بھی درست ہوسکیں۔تو اس کا ذوق شوق پیدا کرنے کے لیے محافل قراءات منعقد کرنے کے سوا اور کیا تدبیر ہوسکتی ہے تا کہ بے عیب خدا کے بے عیب کلام کو بے عیب طریقہ سے پڑھنے کا شوق اور ایک والہانہ جذبہ عام مسلمانوں کے دلوں میں انگڑائیاں لینے لگے۔

ایسی مجلسیں اس ذوق وشوق کے لیے منعقد کرنا خصوصاً اس زمانہ میں کہ جب غیر مسلم اَثرات کے تسلط سے عام مسلمان اِسلامی باتوں سے بے توجہی بلکہ بعض تو نفرت رکھنے لگے ہیں۔کیا اس کی اَشد ضرورت نہیں ہے؟ اور یہ کام کیا ثواب کا کام نہیں ہے؟ کیا اِسلام و اِسلامیات پر مائل کرنے کا ذریعہ نہیں ہے؟ تو ایسی نیت کے ساتھ نمود ونمائش بھی کیا کارِثواب نہ ہوگی۔

ایک کالج کے طالب علم نے بتایا کہ ان کے ہاں ایک دھریہ لا مذہب ماسٹر صاحب نے اس مجلس کا قرآن مجید سن کر بے ساختہ کہا کہ یہ سن کر مجھے دولت ایمان نصیب ہوگئی۔ جب سے بڑے بڑے شہروں میں مجالس قراءات کا اہتمام ہونے لگا ہے بہت سے اسکولوں، کالجوں، مدرسوں اور دفتروں میں تصحیح قرآن کی تعلیم بھی شروع ہوگئی ہے۔

قراءت سننے والوں کا فائدہ ہی فائدہ

فرض کیجئے کہ پڑھنے والوں کی نیت نیکی اور خیر کی بالکل ہی نہ ہو صرف خودستائی وشہرت کی ہو، خالص ریا ہی ریا ہو، تو اس کا گناہ تو پڑھنے والوں کو ہوگا ان کو تصحیح نیت کی نصیحت کرنا تو مناسب ہوسکتا ہے مگر ان کی اس نیت سے پڑھنے کا گناہ سننے والوں کو نہیں ہوسکتا۔ بلکہ انہیں تو ہر ہر حرف پر دس دس نیکیاں ملتی رہیں گی اور وہ اخروی فوز وفلاح کے حقدار بنتے رہیں گے، سننے والوں پر تو اس کا اَثر نہیں ہوسکتا (پڑھنے والے کی نیت کی خرابی کا سننے والا کی ثواب پر کوئی اثر نہیں ہوتا) اگر کوئی شخص ریا سے نماز پڑھتا ہے تو دیکھنے والا تو مجرم نہیں بن سکتا، اس لیے یہ بات کچھ وزن نہیں رکھتی۔اس کو آڑ بنا کر قرآن مجید کے سننے سے محروم ہونے کی کوئی معقول وجہ نہیں بن سکتی۔

اِعتراض نمبر۳

خوش آوازی، اتار چڑھاؤ اور کمی زیادتی گانے کی صورت ہے اور شریعت میں گانا حرام ہے۔قرآن مجید کو حرام سے مخلوط (ملانا) کرنا اس کی توہین ہے۔اس لیے یہ مجلسیں کارِثواب نہیں بلکہ گناہ عظیم بن رہی ہیں۔ان میں شرکت کسی طرح جواز کی گنجائش نہیں رکھتی۔

تلاوت میں خوش آوازی اِختیار کرنے کا حکم

یہ غلط فہمی اس وجہ سے پیدا ہوئی ہے کہ خوش آوازی اور گانے میں فرق ملحوظ نہیں رکھا گیا۔اَصلاً ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔گانا بے شک حرام ہے اور اس کا سننا بھی حرام ہے لیکن خوش آوازی جائز اور اس کا سننا بھی جائز ہے۔خوش آوازی سے قرآن مجید پڑھنے کا تو حکم ہے ہر شخص پر لازم ہے کہ جس قدر خوش آوازی سے قرآن پڑھ سکتا ہو پڑھے۔

امام ابوداؤد، امام نسائی و ابن ماجہ و امام ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ نے صحیح کہہ کر یہ حدیث روایت کی ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''تم اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو زینت دو، کیونکہ اچھی آواز قرآن مجید کا حُسن بڑھا دیتی ہے۔''
[أحیاء العلوم: ۱/ ۲۵۱]
اگر پڑھنے والا اچھی آواز والا نہ ہو تو جہاں تک اس سے ہو سکے اچھی آواز بنائے۔ [فتح الباری: ۷/ ۶۴]
اور صفحہ ۸۱ پر ہے کہ ابوداؤد نے سند صحیح سے حضرت ابوعثمان مہدی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں مہمان گیا تھا میں نے کسی چنگ ورباب اور بانسری کی آواز ان کی آواز سے بہتر نہیں سنی۔
صحیح بخاری میں ہے کہ «لَيْسَ مِنَّا مَن لَّم يَتَغَنَّ بِالْقُرْآن» . [صحيح البخاري: ٧٥٢٧]
''وہ ہم میں سے نہیں ہے جو قرآن شریف کو خوش آوازی سے نہ پڑھے۔'' [جمع الفوائد: ۲/ ۱۲۳]
امام ابن حبان رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں، امام حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں حضرت فضانہ بن عبید رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد روایت کیا ہے:
''اللہ تعالیٰ اس خوش آواز آدمی کی طرف، جو بلند آواز سے بنا سنوار کر قرآن مجید کو پڑھتا ہے، اس سے بھی زیادہ توجہ فرماتے ہیں جتنی گانے والی باندی کی طرف اس کا مالک کرتا ہے۔'' [کنز العمال: ۱/ ۱۵۰]
حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
''قرآن مجید کو عربوں کے لب ولہجہ کے مطابق پڑھو اور یہود ونصاریٰ اور فاسقوں کے لہجوں سے بچو۔ اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے۔''
لہٰذا قرآن شریف میں خوش آوازی بہت پسندیدہ ہے اس کا حکم بھی ہے اور ثواب بھی۔ ہر شخص قرآن مجید پڑھنے میں اپنی آواز جس قدر عمدہ بنا سکتا ہو بنائے۔ اس پر وہ ثواب کا حقدار ہے۔ گانا اس سے بالکل مختلف چیز ہے گو اس میں بھی خوش آوازی کی جاتی ہے مگر تجوید سے قرآن مجید پڑھنے سے اس کی کوئی نسبت نہیں ہو سکتی۔

گانے اور تجوید میں فرق

﴿قُرْءَانًا عَرَبِيًّا﴾ [سورۃ یوسف: ۲] اور ﴿بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ﴾ [الشعراء: ١٩٥]
کے خدائی اِرشادات اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ والی حدیث سے معلوم ہو چکا ہے کہ قرآن مجید کو خوش آوازی سے تو پڑھا جائے مگر عرب کے قاعدہ وقانون کے اَندر رہتے ہوئے۔ جب ان قواعد کو ملحوظ نہیں رکھا جائے گا تو اس میں گانے کی صورت پیدا ہو جائے گی۔ مثلاً یہ نہ ہو کہ حروف کو قواعد سے زیادہ کھینچ دیا جائے یا حرکتوں کو لمبا کر کے پیش کو واؤ، زبر کو الف، زیر کو یا کی صورت دی جائے جہاں ادغام نہ ہو وہاں کر دیا جائے جہاں ہو وہاں نہ کیا جائے۔ انہیں قواعد سے نکال نکال (یعنی خلاف قواعد تجوید پڑھنے کو گانا کہیں گے اور تجوید کے قواعد کا لحاظ کر کے خوش آوازی سے پڑھنا گانا نہیں ہے) کر یا ان سے آگے بڑھا کر پڑھنے کو گانا کہا جاتا ہے۔
غلطی یہاں سے ہی لگ جاتی ہے کہ جو لوگ خود قواعد سے واقف نہیں وہ تجوید اور گانے میں فرق نہیں کر پاتے اور وہ گانا آواز کو بنانے سنوارنے کو قرار دیتے ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوش آوازی کی دوصورتیں

خوش آوازی کی دوصورتیں ہیں:

① حروف، حرکات اور صفات کے قواعد کے اندر رہ کر خوش آوازی کرنا۔ یہ قرآن مجید میں ثواب ہے۔

② دوسرا یہ کہ قواعد کو ملحوظ نہ رکھتے ہوئے کھینچ کھینچ کر حرفوں اور حرکتوں کو کئی گنا زیادہ کر کے سُر پیدا کرنا۔ یہ گانا ہے۔یعنی گناہ کا کام ہے۔کیونکہ گانے کے سُر بغیر کھینچے پیدا نہیں ہوتے اور تجوید کے قواعد عربی زبان کے ہی قواعد ہیں۔ بلکہ اس میں تو ہر ہر حرف میں سند صحیح کے ساتھ وہ طریقہ لیا گیا ہے جو حضور ﷺ سے حاصل ہوا ہے اور حضور ﷺ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے حاصل ہوا ہے۔یعنی جس طریقہ پر قرآن مجید کا نزول ہوا ہے۔اس لیے ماہرین تجوید کے پڑھنے کو گانا کہنا درست نہیں ہے بلکہ ایسا کہنے میں خطرہ بھی ہے کہ یہ الزام اوپر تک جاسکتا ہے۔ (یعنی نبی ﷺ اور جبریل علیہ السلام بلکہ اللہ تعالیٰ تک۔ اس لیے کہ تجوید کے قواعد کی پابندی کے ساتھ قرآن پڑھنا ﴿ فَاتَّبِعْ قُرْءَانَهُ ﴾ کی آیت اور «زَيِّنُوا الْقُرْآنَ بِأَصْوَاتِكُمْ» والی حدیث سے ثابت ہے۔)

ہاں جو لوگ قواعد عربیت و تجوید سے ہٹ کر اور حرفوں اور حرکتوں کو کھینچ کر خوش آوازی پیدا کریں گے وہ ضرور گانا شمار کیا جائے گا اور اس کو توہین اور گناہ کہنا درست ہوگا۔مگر جائز و ناجائز کی سرحدوں سے غفلت برت کر ایک دوسرے پر الزام تھوپ دینا صحیح نہیں ہوسکتا۔

اعتراض نمبر ۴

یہ مجلس ریا اور غنا دو گناہوں پر مشتمل ہے۔اس کی شرکت کی دعوت گناہ کی شرکت کی دعوت ہے۔

مجلس قراءت میں شرکت کی دعوت کارِ ثواب ہے

اُوپر ہم نے عرض کر دیا ہے کہ ریا (دکھلاوے) کا تعلق نیت سے ہے اور نیت چار قسم کی ہوسکتی ہے جن میں سے صرف ایک ریا ہے وہ بھی اگر مخلوط (یعنی اس نیت کے ساتھ دوسری نیت بھی ملی ہوئی ہو) ہو تو محض ریا نہیں۔ اس لیے ریا کا دعویٰ کرنا بے دلیل ہے اور پھر اگر ریا ہو بھی تو اس کا اثر پڑھنے والے پر ہوتا ہے سننے والے کا کام سننا ہے اس میں ریا نہیں ہوسکتی۔ یہاں دعوت سننے کی دی جاتی ہے جس میں ریا ناممکن ہے۔

اور جن کو پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے ان کو دیگر نیتوں سے ہی دعوت ہوسکتی ہے ریا والی نیت سے تو دعوت دینا ممکن ہی نہیں، کیونکہ وہ نیت دوسروں کی ہو ہی نہیں سکتی۔صرف پڑھنے والے کی ہوسکتی ہے۔

رہی دوسری بات گانا و غنا کی تو ہم عرض کر چکے ہیں کہ اس کو گانا کہنا خطرناک بات ہے۔اور اس کا بھی کافی وشافی جواب دیا جا چکا ہے۔

اعتراض نمبر ۵

دعوت دے کر جمع کرنا فرض و واجب امور کے لیے تو درست ہے جیسا کہ تبلیغ احکام، وعظ اور تعلیم و تربیت کے لیے حضور ﷺ جمع فرماتے تھے مگر اُمور مستحبہ کے لیے،جن کے اِجتماع کی خیر القرون (بہترین زمانہ یعنی حضور ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کا دور) میں اصل نہ ہو، دعوت دے دے کر جمع کرنا ممنوع و مکروہ ہے۔اسی بنا پر نفلوں کی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت لیلة القدر ولیلة البراء (پندرہ شعبان) ولیلة العیدین میں اجتماع کرنے کو فقہائے احناف نے مکروہ وممنوع قرار دیا ہے اور مجلس میلاد وسیرت میں ایک وجہ کراہت کی یہ بھی ہے۔اس بنا پر اگر اس مجلس میں کوئی اور خرابی نہ ہو تو نفس اجتماع ودعوت ہی ممنوع ہوتی ہے۔

تجوید کے ساتھ قرآن پاک کا لوگوں تک پہنچانا واجب ہے

یہ تو بالکل صحیح ہے کہ اُمورِ مستحبہ کے لیے واجبات کا سا اِہتمام بے شک ممنوع ومکروہ ہے۔لیکن آیت ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَ اِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾[المائدة:٦٧]

''اے رسول ﷺ جو کلام آپ ﷺ پر آپ ﷺ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اس کو لوگوں تک پہنچادیں۔اگر آپ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو رسول ﷺ ہونے کا حق اَدا نہیں کیا۔''

اورحدیث «بَلِّغُوْا عَنِّي وَلَوْ اٰيـَةً» . [صحیح البخاری:٣٤٦١]

''میری طرف سے پہنچا دو اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔'' سے قرآن مجید کے ہر ہر جزو کی تبلیغ اور لوگوں تک پہنچا دینا حضور ﷺ پر اور پھر تمام اَہل علم پر واجب ہے۔

قرآن مجید کے اَجزاء میں اس کے الفاظ، حرکتیں اور ان کی حقیقی کیفیات بھی داخل ہیں، کیونکہ بغیر الفاظ وحروف وحرکات اور ان کی کیفیات کے کلام کا وجود ہی نہیں ہوسکتا۔اور کلام کی تبلیغ فرض و واجب ہے اس لیے اس کا بھی لوگوں تک پہنچانا اُمورِواجب میں سے ہے۔اس کو فقط مستحب قرار نہیں دیا جائے گا۔

پوری تجوید منزل من اللہ ہے

پھر تجوید کی یہ کیفیات بھی نازل شدہ ہیں کسی کی خود تصنیف کردہ نہیں ہیں۔سورۃ قیامۃ میں حضور ﷺ کو ارشاد ہوا: ﴿فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ﴾[قیامۃ:١٨] ''پھر جب ہم بواسطہ جبرئیل علیہ السلام پڑھیں تو آپ ﷺ اس پڑھنے کی پیروی کیجئے'' حضور ﷺ کو حکم تھا کہ جبرئیل علیہ السلام کی طرح پڑھیں۔آپ ﷺ نے اسی طرح پڑھا، اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھایا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے تابعین رحمہم اللہ کو اور پھر اس طرح آگے صحیح سند کے ساتھ آج تک سلسلہ بہ سلسلہ چلا آرہا ہے۔

اور ﴿یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ﴾ [البقرہ:١٢١] ''اللہ کی کتاب کو ایسے تلاوت کرتے ہیں جیسے اس کا حق ہے۔'' کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایسے پڑھیں جیسے کہ نازل کیا گیا ہے۔[تفسیر ابن جریر:١٧٠/٥]

علامہ علی قاری نے المنح فکریہ صفحہ ٢٩ میں ابن خزیمہ کی صحیح سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایسے ہی پڑھا جائے جیسے وہ نازل ہوا ہے۔

لہٰذا تمام حروف وحرکات اور اَلفاظ کے طور طریق (اَلفاظ کے پڑھنے کا لہجہ واَنداز) اپنی سندوں (پڑھنے والے سے لے کر حضور ﷺ تک مستقل سلسلہ سند کے ساتھ کس نے کس سے سیکھا ہے) سے حضور ﷺ اور حضرت جبریل علیہ السلام سے ثابت اور نازل شدہ ہیں۔جس طرح اَلفاظ ومعانی کو دوسروں تک پہنچانا واجب ہے ان کو پہنچانا بھی اور خود ان پر عمل کرنا بھی واجب ہے ان کو دوسری چیزوں پر قیاس کرکے محض مستحب نہیں کہا جاسکتا۔اس لیے ان کے لیے اجتماع وجلسہ کرنا ایسے ہی درست ہے جیسے تبلیغ اَحکام کے لیے درست ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءت قرآن عملی تبلیغ ہے

بلکہ قراءت قرآن کی تبلیغ علمی سے زیادہ عملی کی ضرورت ہے، کیونکہ ان کا تعلق عمل سے ہی زیادہ ہے۔علمی تبلیغ تو کتابیں پڑھانے سے اور عملی تبلیغ مشق کرانے اور کر کے دکھانے سے ہوتی ہے اور پھر تمام مسلمانوں کو شوق دلانا الگ ہے۔حضورﷺ نے بھی فرمائش کر کے قراءت سنی ہے۔

صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابوداؤد و سنن ترمذی کی حدیث ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضورﷺ نے مجھ سے فرمایا:

''تم مجھ کو قرآن مجید پڑھ کر سناؤ۔ میں نے عرض کیا کہ حضورﷺ میں سناؤں، حالانکہ آپﷺ پر نازل ہوا ہے؟ آپﷺ نے فرمایا: میں دوسرے سے سننا پسند کرتا ہوں۔'' اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی تلاوت سننے کا قصہ بھی اوپر پیش ہو چکا ہے۔[جمع الفوائد:۱۲۳/۲]

حضورﷺ کا لوگوں کو جمع کر کے قرآن سنانا

آپﷺ نے خود بھی لوگوں کو جمع کر کے قرآن سنایا ہے۔اسی کتاب کے صفحہ ۷۵ پر مسلم و ترمذی کی حدیث ہے جس میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''سب جمع ہو جاؤ میں تم کو ایک تہائی ۱/۳ قرآن مجید سناؤں گا۔ جو جمع ہونے تھے ہو گئے۔''

حضورﷺ تشریف لائے، سورۃ اخلاص کی تلاوت فرمائی اور اندر تشریف لے گئے۔ایک صحابی نے دوسرے سے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی آسمانی حکم آیا ہے اس لیے پھر اندر داخل ہو گئے ہیں۔حضورﷺ باہر تشریف لائے اور فرمایا کہ میں نے تم سے کہا تھا کہ تم کو ایک تہائی قرآن مجید سناؤں گا تو سن لو یہ سورۃ ایک تہائی قرآن مجید کے برابر ہے۔(اس سورۃ کے پڑھنے کا ثواب ایک تہائی قرآن پڑھنے کے برابر ہے۔)

لہٰذا ایسے اجتماعات کو غیر اَہم قرار دینا اور یہ کہنا کہ غیر اَہم کو اَہم بنانا مکروہ وممنوع ہے، صحیح بات نہ ہوگی۔ یہ بھی اَدائے واجب کے لیے اَمر بالمعروف اور نھی عن المنکر کے تبلیغی اِجلاسوں میں سے ایک اجلاس ہے۔

مقرر کرنا

قوتِ عمل سے محروم قومیں جذبۂ دینی کی تسکین کے لیے مذہب کے نام پر ایسے مظاہرے کیا کرتی ہیں اور ان مظاہر کو عمل کا نام دے کر ان کی غلام بن کر رہ جاتی ہیں۔قرآن اس لیے نازل ہوا تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں اس کو مشعل راہ بنایا جائے مگر ہم نے ایسا نہیں کیا۔قوالیوں، میلادوں اور دیگر شرک و بدعات کی رسوم کی طرح مجلس قراءات کو بھی دینی شعار بنا لیا ہے۔

محافل قراءات کو کھوکھلے مظاہرے کہنا غلط ہے

تعجب ہے کہ ایسے لفظ ان لوگوں کے قلم سے نکلتے ہیں جو کچھ نہ کچھ دینی رجحان بھی رکھتے ہیں۔لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ انہیں قطعاً خیال نہیں ہوتا کہ وہ بے اصل، بے بنیاد اور مخالف اِسلام باتوں کو منہ سے نکال رہے ہیں۔ جبکہ ان مجالس میں قراءت کرنے والے قراء الفاظ و حروف و حرکات قراءات اور ان کی صحت و عمدگی کو سناتے ہیں جس کے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے قرآن وحدیث میں حکم موجود ہے، ترغیب وتحریص (رغبت دلانے اور ابھارنے کا حکم ہے) موجود ہے۔

معلوم نہیں ایسا کہتے یا لکھتے وقت ان کے دماغ پر کیا خیال مسلط ہو جاتا ہے۔ کھوکھلے مظاہرات ایک ایسی چیز کو کہاجارہا ہے جس کو حضور ﷺ یوں فرماتے ہیں: «لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ» . [صحيح البخاري:٧٥٢٧]

''وہ ہم میں سے نہیں جو قرآن کو خوش آواز سے نہ پڑھے۔''

یہ عجیب منطق ہے کہ الفاظ، حروف اور حرکات جو قرآن مجید کا جزء ہیں اور پھر ان سب کا صحیح صحیح اپنے مخارج وصفات اور قواعد عربیت وطریقہ نبویہ کے موافق ہونا ہی نازل شدہ ہے جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ہم اس کی وضاحت کر چکے ہیں۔

اور عقلاً بھی نازل شدہ ہونا ہی ضروری ہے۔ کیونکہ حروف وحرکات اپنی صفات (حروف کی اَدائیگی کی کیفیت یعنی اس کا موٹا اور باریک ہونا اس میں آواز کا جاری رہنا یا بند ہونا وغیرہ) سے خالی ہوکر نازل ہو ہی نہیں سکتے لامحالہ مع صفات نازل ہوئے ہیں۔ تو اس نازل شدہ طریقہ کے موافق ادا کرنے کو کھوکھلے مظاہرات قرار دیا جارہا ہے۔ حالانکہ جیسے قرآن کے مضامین کی حفاظت فرض ہے اسی طرح دوسرے اَجزاء مثلاً الفاظ، حروف، حرکات اور کیفیات کی حفاظت بھی ہرمسلمان پر فرض ہے۔

قرآن کے شمع ہدایت ہونے اور سنوار کر پڑھنے میں کوئی تعارض نہیں

رہی یہ بات کہ قرآن مجید بنی نوع اِنسان کے لیے شمع ہدایت ہے جبکہ ہم نے اسے زندگی سے خارج کررکھا ہے۔ تو بے شک اس کا اہتمام ہونا چاہیے اور ہر ممکن حد تک کوشش کی جانی چاہیے کہ ہماری کل زندگی اَحکام الٰہی کے مطابق گزرے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھنا یا اس کے پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ اور جذبہ وشوق پیدا کرنا آخر اس میں رکاوٹ کب پیدا کرتا ہے؟ تجوید سے پڑھنے میں عمل کی بندش کب پیدا ہوتی ہے؟

اور اگر یہ خیال ہو کہ جب عمل نہیں ہورہا تو تجوید سے تلاوت بھی نہ ہو۔ تو یہ ایک بے جا بات ہوگی۔ ایک جرم کے اِرتکاب میں دوسرے جرم کا اِرتکاب قرین عقل نہیں، ضرورت اس امر کی ہے کہ اَحکامات قرآن کو بجالایا جائے اور اس کی ادائیگی کے تمام طور طریقوں کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔

اور اگر پھر بھی ان اعتراضات کو دہرایا جائے تو یہ ایک طرح سے ان احادیث پر بھی (یعنی حضور ﷺ تو تجوید کے ساتھ قرآن پڑھنے کا حکم دیں اور ہم اس سے روکیں) اعتراض بن جائے گا جن میں اس کی اہمیت اور ترغیب بلکہ حکم وارد ہے۔ اس لیے ذرا سوچ سمجھ کر یہ بات کہنی چاہیے۔

اس میں شک نہیں کہ قرآن شمع ہدایت ہے اور اس کا اتباع برابر فرض ہے۔ الفاظ، حروف اور حرکات کی درستی اس کی اَہمیت کو کم نہیں کرے گی بلکہ اس شمع ہدایت پر مزید چار چاند لگائے گی۔

اِعتراض نمبر۸

وزیر خزانہ نے مشورہ دیا ہے کہ آرٹ کونسلیں حُسن قراءت کو اپنانا شروع کریں۔ اگر ایسا ہوا تو یہ قرآن مجید پر ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ظلم ہوگا اور یہ مجالس اس کا ذریعہ بنیں گی۔

مجلس قراءت کولہو ولعب کا سبب قرار دینا درست نہیں

اگر وزیرخزانہ صاحب کا مقصود یہ ہو کہ تصویر کشی کے حرام فعل سے لوگ باز آ جائیں اور صرف قرآن پر توجہ دیں تو اس میں ظلم کیوں کر ہے؟ ہاں قرآن مجید کو بطور لہو ولعب استعمال کرنا گناہ ہے اور اس کی بے حرمتی ہے۔ ہر عبادت کو لہو ولعب بنانا اس کی بے حرمتی ہے اور بجائے ثواب کے گناہ بن جاتا ہے۔ مگر اس وجہ سے، کہ کوئی کوئی ایسا ہی کرسکتا ہے، تمام عبادتوں کو بیک قلم منسوخ کردینا کوئی صحیح بات نہیں بن سکتی۔

خود قرآن مجید نے اپنے بارے میں کہا ہے ﴿ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ﴾ [البقرہ:۲۶]

''بہت کو اس کے ذریعہ گمراہ کیا جاتا ہے اور بہت کو ہدایت دی جاتی ہے۔''

تو کیا اس لیے کہ بعض لوگ قرآن مجید کا انکار اور ہنسی مذاق کرکر کے کافر و گمراہ ہو جاتے ہیں، نفس قرآن مجید کو ہی بند کرکے رکھ دیا جائے۔

یہ فعل تو ان لوگوں کا ہے، اس کے مجرم وہ ہوں گے اور کھیل بنانے کا گناہ ان کو ہوگا۔ کیا قرآن مجید کو بہترین آواز اور لہجے میں پڑھنے والا ان کو مجبور کررہا ہے کہ وہ قرآن مجید کو کھیل بنالیں۔

اِعتراض نمبر ۹

① چراغاں ② گیٹ ③ جھنڈیاں ④ اسٹیج ⑤ صدر
⑥ تالیاں ⑦ اچھل کود، قہقہوں سے داد ⑧ کسی کے آنے جانے پر نعرے۔

یہ سب طور طریقے کافرانہ ہیں۔ اور تلاوت قرآن کو کافرانہ طور طریقوں سے آلودہ کرنا قرآن مجید کی توہین ہے۔ اس کے علاوہ اسراف کا گناہ الگ ہے۔

محافل قراءات میں قدر ضرورت روشنی کی اِجازت

یہ اعتراض آٹھ باتوں پر مشتمل ہے۔ مگر ان میں سے بعض کے درجے صحیح نہیں۔ اس لیے ہر ایک کی الگ الگ وضاحت پیش کرتے ہیں۔

① روشنی اس قدر ہو کہ آنے جانے اور بیٹھنے اُٹھنے والوں کو سہولت ہو اور ایک دوسرے کو پہچان سکیں۔ اس قدر تو ضرورت کے تحت ہے اور اس کو اسراف بھی نہیں کہا جاسکتا۔ یہ مجمع کی کمی بیشی کے مطابق ہوسکتی ہے۔ ہاں جو ضرورت یا سہولت سے زائد ہو وہ ضرور اسراف میں داخل ہے اس سے منتظمین کو روکنا چاہیے۔ لیکن منتظمین کی اس حرکت سے مجلس کے حاضرین پر کوئی گناہ ہو، یا قرآن مجید پڑھنے سننے کا ثواب نہ ہو اور صرف اس کو بنیاد بنا کر محافل قراءات سے محرومی اختیار کی جائے یہ بات قرین عقل نہیں ہے۔

محفل قراءت کے لیے گیٹ بنانا، جھنڈیاں لگانا اسراف ہے

② اس کی ضرورت کوئی نہیں ہوتی یہ محض رسم اور اسراف ہے۔

③ جھنڈیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے ذریعے ہم شان پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ تاویل غلط ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر بات کی شان اس کے درجہ کے مطابق ہوتی ہے، دینی کاموں کی شان دینی طریقوں سے ہوسکتی ہے۔
ان کا فرانہ طور طریق سے ان کی شان نہیں بڑھتی بلکہ اور گھٹتی ہے جیسے مرد کو عورت کا لباس و زِیور پہنانے سے اس کی شان بڑھتی نہیں بلکہ گھٹتی ہے۔ تمام دینی و اِسلامی جلسے اور اجتماعات کا یہی حال ہے۔ (اس لیے اس قسم کی محافل میں ان کاموں سے اِحتراز کرنا چاہئے۔)

قراء کے لیے اسٹیج کی حقیقت

④ اس کی مروّجہ صورت بھی رسم کافرانہ نہیں تو فاسقانہ ضرور ہے۔ ہاں یہ شکل کہ قاری صاحبان یا مقررین ایسی اونچی جگہ پر ہوں کہ جہاں سے لوگ ان کو دیکھ سکیں تسکین کا سبب ہے۔ گزشتہ زمانوں میں تو آواز پہنچانے کے لیے اونچائی کی ضرورت ہوتی تھی مگر اب لاؤڈ اسپیکر کی وجہ سے یہ ضرورت نہیں رہی۔ صرف دیکھنے کی تسکین کے لیے حاجت ہے جو قدرے اونچا ہونے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ اس سے زائد اہتمام کرنا اسراف سے خارج نہیں ہوسکتا۔

صدر مجلس کی حقیقت

⑤ یہ بھی صرف ایک رسم کے طور پر رہ گیا ہے۔ اس کی شرعی اَصل صرف اس قدر ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تم لوگ سفر میں ہو تو ایک شخص کو اَمیر مقرر کرلیا کرو اس سے انتظام قائم ہوگا۔ اَمیر مقرر کرلینے کے بعد جب تک وہ امیر ہے یا جب تک سفر باقی ہے اس کی اطاعت واجب ہوگی۔
شاید لوگوں نے اس پر قیاس کرکے جلسہ کے انتظامات کے لیے ایک شخص کو امیر مقرر کیا ہے۔ مگر اس کی اِطاعت کرنا ضروری تھا۔ اب صرف ضابطہ میں نام ہوجاتا ہے اطاعت کوئی نہیں کرتا۔ ایک رسم باقی رہ گئی ہے۔ اور ایک وجہ اس کی یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے گھر یا حلقہ و اِدارہ میں منتظم ہے وہی امیر ہے کسی دوسرے کو اس کے یہاں حکم چلانے کا حق نہیں ہوتا بلکہ ان کو اس کے تابع رہنا ضروری ہے، جیسا کہ اَحادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جن لوگوں کو دعوت دے کر بلایا ہے ان کو اپنے حکم کے ماتحت قرار دینے کے بجائے ان کے اعزاز کے لیے خود انہی میں سے ایک کو منتخب کرکے عارضی منتظم قرار دیا جاتا ہے۔
خواہ وہ منتظم صاحب البیت، (گھر والا) صاحب اِدارہ منتخب کردے یا سب سے انتخاب کرالے، لفظوں کے ساتھ یا ایک کے لفظ اور دوسرے کے سکوت کے ساتھ جیسے عام عرف ہے۔ مگر اب لوگوں نے اس کو اس کے درجہ سے نکال کر صرف رسم بنالیا ہے، اس لیے یہ اس وقت تک قابل ترک ہے جب تک اَمیر بنانے کی صورت پر عمل نہ ہونے لگے۔

مجلس قراءت میں تالی بجانا منع ہے

⑥ یہ سراسر کافرانہ روش اور قابل ترک ہے، بلکہ مذاق کی سی صورت بن جاتی ہے۔

مجلس قراءت میں اچھل کود کرنے کی ممانعت

⑦ اِظہار مسّرت و شکر کے لیے کسی بات کا عمل، گو صحیح ہو مگر کھیل کود کے کاموں کی طرح ہو، اس کا اِظہار قرآن مجید کی شان کے خلاف اور ہنسی مذاق اور کھیل بنانے کے مترادف ہے۔ ایسی باتوں کی روک تھام اَز حد ضروری ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن قراءت پر داد دینے کا عمدہ طریقہ

یہاں دو باتیں ہیں جن پر اظہار مسرّت کیا جاسکتا ہے۔ایک قرآن مجید کے الفاظ، تو ان کے لیے سبحان الله، جل شأنه، جل جلاله، ایسے الفاظ کا اِستعمال درست ہوگا۔ جو کلام الٰہی کی عظمت اور خود خدا تعالیٰ کی عظمت ظاہر کریں یا ان کی تصدیق میں صدق الله و رسوله وغیرہ الفاظ ہوں۔

اور دوسرا پڑھنے والے کو داد دینے کے لیے جزاك الله، مرحبا الفضل فوقك وغیرہ الفاظ کا استعمال کیا جائے تو چنداں مضائقہ نہیں۔غرض کلام الٰہی کے اَدب اور شانِ ربانی کے لحاظ کے ساتھ جذبات کے اِظہار کا مضائقہ نہیں مگر کافرانہ وفاسقانہ یالہو ولعب کی حرکتوں سے بچانا لازم ہے۔ لیکن چند لوگوں کی ایسی حرکت کی وجہ سے مجلس کو معیوب قرار دینا یا بند کرانا محض زیادتی ہے۔

قاری کی آمد پر نعرۂ تکبیر، الله أکبر ، کہنا جائز نہیں

⑧ یہ بات بھی روکنے کی مستحق ہے، کیونکہ ذکر اللہ و ذکر رسول ﷺ کو کسی اور کے لیے اِستعمال کرنا ذکر کی بے حرمتی ہے۔فقہائے اَحناف نے لکھا ہے کہ اگر چوکیدار اپنے بیدار رہنے کی دلیل میں لا إله إلا الله محمد رسول الله بلند آواز سے پڑھے گا تو یہ منع ہے۔ جو تاجر مال کی عمدگی ظاہر کرنے کے لیے اللهم صلی علی محمد پڑھے گا تو یہ بھی منع ہے۔لہٰذا اسی طرح کسی کے آنے جانے پر اللہ و رسول ﷺ کے نام کے نعرے ان کی بے حرمتی کی وجہ سے ممنوع ہوں گے۔اس کو بھی روکنے کی ضرورت ہے۔

اِعتراض نمبر ۱۰

قرآن مجید کی تلاوت پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام کام ہیں۔اس کی دعوت دینا بھی گناہ ہے اور جو لوگ کچھ رقم دیتے ہیں وہ جائز کام کے لیے دیتے ہیں اس کو اس میں صرف کرنا یا مندرجہ نمبر ۹ میں صرف کرنا، اور اگر وہ اس کام کے لیے دیں تو گناہ ہے۔ یہ مجلس اس سب پر مشتمل ہوتی ہے۔

محفل قراءت میں تلاوت پر اُجرت حرام ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ علمائے احناف کے ہاں ہر عبادت کی اُجرت حرام ہے۔مگر متاخرین میں سے بعض علماء نے دیگر اماموں کے مذہب پر فتویٰ دے کر صرف اِمامت، اَذان، تعلیم قرآن و دینیات اور ملازمت وعظ پر اُجرت کی اِجازت دی ہے، نفس تلاوت اس میں داخل نہیں۔اس لیے ہر کسی تلاوت پر اجرت لینا، دینا دونوں حرام ہیں۔

قاری کے لیے کرایہ آمدورفت لینا جائز ہے

لیکن دینی مصلحت کے تحت جب کسی کو دور سے بلایا جائے تو آمدورفت اور خوردونوش کا خرچہ ان کو دینا اجرت میں داخل نہیں اور وہ ناجائز بھی نہیں ہے۔اور یہ بھی صحیح کہ ناجائز میں دینے والے کی اِجازت سے بھی خرچ کرنا جائز نہیں اور اِجازت کے بغیر تو جائز میں بھی نہیں اس لیے ان سب باتوں کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔لیکن ان کوتاہیوں کے مجرم منتظمین ہیں اور انہی پر گناہ ہے، سامعین پر اس کا اثر نہیں ہوسکتا۔پھر ہر مجلس میں ان خرابیوں کا ہونا بھی ضروری نہیں۔ منتظمین کو فہمائش (سمجھانے) کرنے کی ضرورت ہے مگر اس وجہ سے مجالس کو بند کر دینا درست نہیں ہوگا۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُمید ہے کہ اَب سب باتوں پر خلوص کے ساتھ غور کیا جائے گا تا کہ برائیوں کی اِصلاح ہو اور بھلائیوں کی ترغیب ہو۔ و اللہ اعلم۔

صدق اللہ العظیم بعد از تلاوت مستحب ہے

سوال: تلاوت قرآن کریم کے بعد صدق اللہ العظیم کہنا جائز ہے یا ناجائز؟ (سائل محمد سعادت اللہ کراچی)

الجواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...... حامدا و مصلیا و مسلما

اَسکولوں اور کالجوں میں اِسلامی تعلیمات کا معاملہ صفر (نہ ہونے کے برابر) ہے اور دن رات اِسلام اور اہل اسلام پر غلط سلط اِعتراضات کئے جاتے ہیں اور انگریزوں کا جعلی اسلام ذہنوں میں جمایا جاتا ہے۔ اِسلام اور سچے پکے مسلمانوں سے نفرت پیدا کر کے مسلمانوں کے دماغ دین سے کھوکھلے کیے جا رہے ہیں۔ برس ہا برس سے یہ سازش چل رہی ہے۔ نتیجہ یہ کہ اَب گو نصاریٰ (عیسائی یعنی انگریزوں کی حکومت نہیں رہی) کا تسلط نہیں رہا مگر اکثریت ایسے لوگوں کی ہوگئی ہے جن کا نام مسلمانوں کا سا ہے مگر عیسائیت ان کے دل میں گھر کئے ہوئے ہے۔ کسی غلط فہمی کی وجہ سے اسلام میں اگر ذرا سی بات بھی قابل اعتراض معلوم ہو جائے تو پورے اِسلام پر دشنام طرازی کا بازار گرم کر دیا جاتا ہے۔ انگریز چلے گئے مگر اپنے ایجنٹ ایسے بنا کر چھوڑ گئے کہ جو کام وہ نہ کر سکتے تھے اور ان سے نہ ہو سکے وہ ان ایجنٹوں کے ہاتھوں ہو رہے ہیں۔

جتنے فرقے پارٹیاں آپ دیکھ رہے ہیں سب اسی کے پھل پھول ہیں چونکہ ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو اسلام سے بالکل بے خبر بلکہ متنفر ہیں لہٰذا لوگ ان کو ہاتھوں ہاتھ لے لیتے ہیں بلکہ اب تو یہ ہوگیا ہے کہ اگر کوئی اعتراضات کرنے لگتا ہے تو اسے کوئی نہیں پوچھتا، بلکہ وہ اسلام کے خلاف بکواس کر کے ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے۔ خالفوا تعرفوا 'مخالفت کرو مشہور ہو جاؤ گے' محاورہ پر بھرپور عمل ہے اور مخالفت بھی اس کی جس کے پیروکار بہت ہوں اور سب چلا اٹھیں۔ اسی گُر سے اہل باطل کام لے رہے ہیں اور روز ایک نیا فرقہ وجود میں آتا ہے۔

ابھی حال ہی میں کوئی عبدالرؤف صاحب جو کراچی یونیورسٹی کے لیکچرار ہیں، انہوں نے بھی ذرا سی غلط سلط عربی سیکھ کر اَسکول کالج کے دینی اعتبار سے صفر لوگوں میں یہ شوشہ چھوڑا کہ علماء دین اور قاری صاحبان جو تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم پڑھتے ہیں، یہ بدعت ہے۔ اور بدعت کہتے ہوئے کسی عالم کی پوری تقریر جھاڑ دی اور ان سب کو مجرم بلکہ بدعتی و مشرک و اسلام سے خارج کہہ ڈالا اور ایک کتابچہ داغ دیا۔ کسی صاحب نے وہ کتابچہ دفتر 'الاشرف' میں بھیج دیا، ہم اس کے متعلق کچھ عرض کرتے ہیں۔

کتابچہ کے صفحہ نمبر ۹ پر مذکور ہے کہ انہوں (موصوف عبدالرؤف صاحب) نے تلاوت کے بعد صدق اللہ العظیم نہ کہا تو ان کے ایک شاگرد نے اِعتراض کیا کہ آپ نے ایک آیت چھوڑ دی ہے یعنی صدق اللہ العظیم نہیں کہا۔ اس پر بہت غصہ آیا کہ بہت سے نادان اسے قرآن کریم کی آیت سمجھنے لگے ہیں لہٰذا اس کا رد کر دیا۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ ان صاحب کو بدعت کی حقیقت معلوم نہیں ہے یا اسے سمجھے نہیں۔ حضور ﷺ نے بدعت کی جو تعریف فرمائی ہے وہ صفحہ ۲ پر درج کر دی گئی ہے:

''جس نے ہمارے اس کام یعنی دین میں کوئی ایسی بات نکالی جو اس میں سے نہیں ہے یعنی اس کا ثبوت قرآن مجید و حدیث میں نہیں ہے تو وہ عمل بھی عنداللہ مقبول نہیں ہے اور اس کا کرنے والا اللہ کی رحمت سے دور ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① حدیث کے لفظ أحدث کا ترجمہ نکالنا نہیں بلکہ پیدا کرنا ہے۔ نکالی ہوئی کا مطلب تو اندر سے پوشیدہ چیز نکالنا ہے وہ تو بدعت نہیں ہوسکتی آگے کا لفظ ما لیس منه کا ترجمہ 'جو اس میں سے نہیں ہے'، اس پر صادق نہیں آتا ہے۔ اس لیے یہ ترجمہ غلط ہے، جو اس سے ماخوذ ہے وہ تو اس کے اندر ہے وہ بدعت کیسے ہوسکتا ہے۔

② ذرا ذہن کو صاف کرکے سنئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ قِيلًا ﴾ [سورۃ نساء:۱۲۲] یعنی ''قول میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے۔''

③ اور اِرشاد ہے: ﴿ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللهِ حَدِيثًا ﴾ [سورۃ نساء:۸۷] ''اور بات میں اللہ سے زیادہ کون سچا ہے؟'' دونوں آیتوں میں استفہام اِنکاری ہے۔ یعنی کوئی سچا نہیں آپ ہی سچے ہیں اب اللہ تعالیٰ کے قول کے بعد یہ کہنا صدق الله العظيم یعنی عظمت والا اللہ ہی سچا ہے کیا یہ ان دونوں آیتوں کی تصدیق نہیں ہے؟ اب تلاوت کرنے والا اللہ تعالیٰ کے حکم اور اللہ تعالیٰ کی بات کو سچا بتلا رہا ہے تو یہ شرک و بدعت ہے یا اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے؟ اب یہ فرمائیے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کو شرک و بدعت کہتا ہے وہ خود کیسا ہے؟

④ اَمر کا ترجمہ ہر کام نہیں ہے بلکہ وہ ہے جو فرض و واجب ہو، کیونکہ اَمر تو حکم کو کہتے ہیں اور اَمر فرض یا واجب ہے لہٰذا جو چیز دین نہ ہو اسے دین بنائیں یا جو چیز فرض و واجب نہیں اسے فرض و واجب بنائیں تو اس پر حکم ہے کہ 'فهو رد' یعنی ''وہ مردود ہے'' لہٰذا جو غیر کام فرض واجب سمجھ کر نہ کیا گیا وہ بدعت نہیں ہوگا جیسے تمام مستحبات اور تمام جائز کام اور تمام نوافل و اَذکار وغیرہ جو دین ہیں، جب تک ان کو فرض و واجب نہیں کہے گا اسے بدعت کہنا درست نہیں ہوگا جیسے عمدہ عمدہ کپڑے، مکان، ہوائی جہاز، ریل وغیرہ اور بڑی بڑی مساجد یہ سب کام دین کے لیے تو ہیں مگر فرض و واجب نہیں۔ اس لیے یہ کام بدعت نہیں کہلائے جاسکیں گے۔

⑤ ما ليس منه یعنی جو دین نہ ہو اور جو کام اس سے ماخوذ ہوگا وہ بدعت نہیں ہوسکتا جیسے مذاہبِ اَربعہ کے فقہی مسائل۔

⑥ پھر بدعت کو شرک کہنا بالکل ناواقفی کی دلیل ہے۔ شرک تو عبادت میں یا حق تعالیٰ کی صفاتِ ذاتیہ یا اَزل تا اَبد میں شریک کرنے کو کہا جاتا ہے۔ بدعت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرکت نہیں ہوتی۔ مصنف صاحب چونکہ دینی علوم سے ناواقف ہیں صرف عصری علوم دل و دماغ پر پیوستہ ہیں اس لیے وہ مسئلے کو سمجھ نہیں پائے۔ واللہ اعلم

'صدق الله العظيم' پڑھنے کے دلائل

تلاوتِ قرآن حکیم کے بعد جو قراء عام طور پر 'صدق الله العظيم' پڑھتے ہیں اس کو ایک صاحب نے بدعت قرار دیا تھا۔ جس کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایک مضمون لکھا تھا کہ اس کو بدعت کہنا درست نہیں جو سابقہ صفحات میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے کوئی خط لکھا جس کا ذکر حضرت رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے، اس کا مفصل جواب لکھنے کا اِرادہ کیا تھا لیکن پھر ترک کردیا کہ ماننے کے لیے چند دلائل کا سن لینا ہی کافی ہے اور نہ ماننے والے کے لیے دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔ چنانچہ بعد اَز قراءت 'صدق الله العظيم' کہنے کے چند دلائل حضرت رحمہ اللہ نے ذکر کیے ہیں، جو حسبِ ذیل ہیں:

دلیل ا: امام غزالی رحمہ اللہ جن کو سب مسلمان انتہائی معتبر مانتے ہیں، آدابِ تلاوت میں رقم طراز ہیں:

''ليقل عند فراغه من القرأة صدق الله تعالىٰ وبلغ رسول الله ﷺ''

''قراءت سے فارغ ہونے پر کہے، سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور ان کے رسول ﷺ نے ہم تک پہنچایا ہے۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ۲: اس کی شرح اتحاف السادۃ میں ہے:

"ولیقل عند فراغه من كل سورة صدق الله العظيم و بلّغ رسوله الكريم و نحن على ذلك من الشاهدين ، أو يقول صدق الله تعالىٰ و بلّغ رسوله ﷺ . " [اتحاف السادۃ:۴/۴۹۱]

"اور قاری ہر سورت سے فارغ ہونے پر کہے: صدق الله العظيم وبلغ رسول الكريم...... الخ، اللہ برتر نے سچ فرمایا، ان کے رسول کریم ﷺ نے پہنچایا اور ہم اس پر گواہوں میں سے ہیں یا یہ کہے اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور ان کے رسول ﷺ نے پہنچایا"

حدیثوں میں اور بھی الفاظ آئے ہیں جو ان آیات کے موافق ہیں یہ بہت حدیثوں میں ہے۔

دلیل ۳: کنز العمال میں ہے، از ابوداؤد و ترمذی: "من قرأ منكم ﴿وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ﴾ فانتهى إلى آخرها ﴿أَلَيْسَ اللّٰهُ بِأَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ﴾ فليقل: بلىٰ! وأنا على ذلك من الشاهدين . " [کنز العمال:۱/۶۰۸]

"تم میں سے جو سورۃ والتين والزيتون پڑھے اور آخر میں أليس الله باحكم الحاكمين تک پہنچے تو ضرور کہے: اور میں اس پر گواہوں میں ہوں۔"

اِسی طرح حدیثوں میں بہت سورتوں کے بعد ایسے جملے آئے ہیں۔ اگر کوئی دینی علوم سے نابلد ان جملوں کو قرآن سمجھ بیٹھے تو یہ بدعت کیوں ہوگا۔ قصور اس کا ہے نہ کہ پڑھنے والے کا۔

دلیل ۴: سورۃ آل عمران میں ہے: ﴿قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ [آل عمران:۹۵]

"آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے تم ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو۔" اس آیت میں حضور ﷺ کو اور سب کو صدق اللہ کہنے کا حکم ہے۔

دلیل ۵: سورۃ احزاب میں اِرشاد ہے: ﴿هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ [الأحزاب:۲۲] "یہ وہی ہے جس کا اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ نے وعدہ کیا تھا اور اللہ، رسول ﷺ نے سچ فرمایا" اس آیت میں تو اللہ و رسول ﷺ دونوں کے صادق ہونے کا اِقرار ہے۔

دلیل ۶: سورۃ یٰسین میں ہے: ﴿هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ﴾ [یس:۵۲]

"یہ ہے وہ جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور رسول کریم ﷺ نے تصدیق کی۔"

دلیل ۷: سورہ نساء میں ہے: ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ [النساء:۸۷]

"اور کون زیادہ سچا ہے بات میں اللہ تعالیٰ سے۔"

اس آیت میں تنبیہ ہے کہ کون سچا ہے؟ اگر ہے تو لاؤ، بتاؤ۔ اس کے جواب میں مسلمانوں کو یہ کہنا چاہئے کہ: 'صدق اللہ العظیم' اگر نہ کہا جائے تو شبہ رہے گا کہ یہ باوجود تنبیہ کے نہ کہنا اِنکار تو نہیں۔ یعنی صدق اللہ نہ کہنے سے اللہ تعالیٰ کے صادق ہونے کا انکار تو نہیں کہ باوجود تنبیہ کے نہیں کہتا۔ اس لیے کہنا ہی بہتر ہے۔

دلیل ۸: سورۃ الحشر میں ہے: ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ [الحشر:۷]

"جو تم کو رسول ﷺ دیں، لے لو اور جس سے منع کریں رُک جاؤ۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جس کا حکم ہے اس کا کرنا لازم ہے اور جس کا منع فرمایا ہے اس سے رُکنا لازم ہے اور جس میں دونوں باتیں نہ ہوں، نہ حکم نہ منع، وہ جائز ہے۔ لہٰذا 'صدق اللہ العظیم' کہنا جائز ہے، کیونکہ نہ اس کا حکم ہے کہ یہ فرض، یا واجب ہو، نہ منع ہے کہ حرام یا مکروہ ہو اور نہ ہی بدعت، کہ یہ تو تصدیق رب ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈاکٹر فتحي العبيدي
مترجم: قاری محمد صفدر☆

جمع قراءات کا مفہوم، ارتقاء اور شرعی حیثیت

قرآن مجید کے منزل من اللہ سات حروف چونکہ قرآن مجید ہی کا حصہ ہیں چنانچہ ان کی تلاوت نماز میں ہو یا غیر نماز میں، انفرادی سطح پر ہو یا کسی اجتماعی محفل میں، ایک قراءت کے ساتھ ہو یا مختلف قراءات کو جمع کرکے (بغیر خلط کے)، سلف صالحین سے کوئی باقاعدہ عمل ثابت ہو یا نہیں یہ تمام اُمور اُصولی طور پر جائز اور مباح ہیں۔ مثلاً خیر القرون میں محافل قراءات کا انعقاد اجتماعی سطح پر بالعموم نہیں ہوتا تھا یا کسی ایک مجلس میں مختلف قراءات اکٹھا کرکے پڑھنے کا رواج موجود نہیں تھا، لیکن یہ چیزیں عمومی اعتبار سے حفاظت ِقرآن اور قرآن وعلوم قرآن کی آگے منتقلی میں معاون ثابت ہوتی ہیں اور کتاب وسنت یا خیر القرون سے اس کا کوئی تعارض بھی نہیں، چنانچہ علمائے اُصول اس قسم کے معاملات کو 'مصالح مرسلۃ' کے نام سے محمود شمار کرتے ہیں اس ضمن میں 'جمع قرآن صدیقی وعثمانی' کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ ایک مجلس میں متعدد قراءات کو لوگوں کی تعلیم کیلئے اکٹھا کرکے پڑھنا ایک ایسی مفید مصلحت ہے جس کے ثمرات آج عوامی سطح پر محسوس کیے جاسکتے ہیں۔ عوام الناس کا علم القراءات کو سیکھنے کا شوق پیدا ہونا بنیادی طور پر انہی محافل قراءات کی برکات سے تعلق رکھتا ہے۔

ان تمام اُمور کے باوجود اگر محافلِ قراءات اَور ان میں پیش کی جانیوالی تلاوتوں میں ریاکاری یا کوئی غیر شرعی اَمر مدنظر ہو تو وہ بہرحال معیوب ہے۔ زیر نظر مضمون ڈاکٹر فتحي العبيدي ﷿ کے پی ایچ ڈی کے مقالہ جمع القراء ات المتواترۃ کی ایک فصل کا انتخاب ہے، جس میں انہوں نے کسی محفل میں متعدد قراءات کو اکٹھا پڑھنے کے مسئلے پر تحقیقی بحث کی ہے۔ شائقین کو اس علمی کاوش کا مطالعہ ضرور کرنا چاہیے۔ [ادارہ]

جمع القراءات یا الجمع بالقراءات یا الجمع بین القراءات یہ دو اَجزاء پر مشتمل مرکب ہے۔ اِصطلاحی تعریف سے پہلے ہر دو جز کی لغوی تعریف درج ذیل ہے:

قرآن کا لغوی معنی

لفظِ قراءۃ، مصدرِ سماعی ہے اِس کے کئی معانی ہیں۔

① اِبلاغ (کوئی بات پہنچانا)، کہا جاتا ہے: "قرأ فلان عليك السلام يقرأه"، ''فلاں تمہیں سلام کہہ رہا تھا''

② لکھی ہوئی چیز کو پڑھنا یا تلاوت کرنا اور تلفظ کرنا یا مطالعہ کرنا۔

عرب کہتے ہیں۔ قرأ الكتاب يقرأه قراءة کہ فلاں نے کتاب میں لکھی ہوئی چیز کو پڑھا۔

☆ سابق متعلّم کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ و مدرّس کلیۃ القرآن، جامعہ محمدیہ، لوکو ورکشاپ، لاہور

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قراءۃ کا اِصطلاحی معنی

الف : پیش کرنا، ظاہر کرنا۔

① یہ معنی عام ہے، برابر ہے نماز میں یا غیر نماز میں قرآن کا کوئی حصہ یا مکمل قرآن پڑھنا۔

② کسی کلمہ قرآنی کی خاص قراءت یا معین وجہ۔مثلاً ملك میں اِمام عاصم کی قراءت بالالف۔

③ سارے قرآن کی قراءۃ مثلاً قراءۃ ابن مسعود رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

④ قرآن مجید کا کوئی اَیسا کلمہ جس کو نقل کرنے میں کسی اِمام کے تمام راوی اور طریق متفق ہوں۔

ب : قراءت کی فنی تعریف

اِمام جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”القراء ۃ علم بکیفیۃ أداء کلمات القرآن واختلافها بعز والناقلة .“

””علم قراءت وہ علم ہے جس میں قرآنی کلمات کی کیفیت اَداء کے بارہ میں اِس طرح بحث کی جاتی ہے کہ اِس کی نسبت ناقل (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف کی گئی ہے۔“

جمع کا لغوی معنی

لفظ جمع ، جمع یجمع ’ضرب‘ سے مصدر ہے اِس کے لغوی معانی مندرجہ ذیل ہیں:

① جمع کرنا، ملانا۔’التألیف، الضم‘

کہا جاتا ہے۔ جمع المتفرق ’فلاں نے مختلف اَجزاء کو جمع کیا‘ اور ملانا بھی اَیسے ہی ہے کہ اس میں بعض چیزوں کو ایک دوسرے سے قریب کردیا جاتا ہے۔اِس معنی میں لفظ ’جمع‘ قرآن مجید میں کئی مقامات پر آیا ہے۔فرمان اِلٰہی ہے:﴿فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا﴾[الکھف:۹۹]

نیز فرمایا:﴿يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ﴾[التغابن:۹] اِس آیت میں یوم جمع سے مراد قیامت کا دن ہے کیونکہ قیامت کے دن مخلوقات کو اِکٹھا کیا جائے گا۔

② لوگوں کی ایک جماعت

اِس معنی میں بھی یہ لفظ قرآن میں اِستعمال ہوا ہے ﴿وَمَآ أَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ﴾ [آل عمران:١٦٦]

نیز فرمایا:﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ﴾ [القمر:۴۵]

③ کپڑے پہننا

کہا جاتا ہے جمع علیه ثیابه ’اس نے کپڑے پہنے‘ یہ لفظ اِس معنی میں ایک لمبی حدیث میں ہے۔

عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جمعت علی الثیاب ’میں نے کپڑے پہنے‘

④ اِسم مزدلفہ

مزدلفہ کو جمع اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہاں حجاج کرام جمع ہوتے ہیں۔یہ بھی کہا گیا ہے کہ زمین پر اُتارے جانے کے بعد آدم وحواء علیہما السلام اسی جگہ پر جمع ہوئے تھے اور حدیث میں ہے۔

اِبن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:”بعث بي رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسحر من جمع فی ثقل نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ .

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

’’آپ ﷺ نے مجھے مزدلفہ کے دن سحری کے وقت اپنے سامان کے ساتھ روانہ کیا۔‘‘

⑤ کھجوروں کی ایک قسم

مختلف قسم کی کھجوروں کا اِختلاط۔ جس میں اَیسی ردی قسم کی کھجوریں ہوں جو ناپسندیدہ ہوں۔ حدیث ’ربا‘ میں جمع اس معنی میں آیا ہے۔’آپ ﷺ نے خیبر سے وصولی کے لیے عامل بھیجا وہ عمدہ کھجوریں لائے آپ ﷺ نے فرمایا کیا خیبر کی تمام کھجوریں اَیسی ہیں، اُنہوں نے کہا نہیں ہم دو صاع دے کر ایک صاع عمدہ کھجوریں لیتے ہیں یا تین صاع ردی کھجوریں دے کر دو صاع عمدہ کھجوریں لیتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَفْعَلْ بِعِ التَّمْرَ (يَعْنِي الرَّدِيءَ) بِالدَّرَاهِمِ ثُمَّ ابْتَعْ بِالدَّرَاهِمِ جَنِيبًا».

’’اَیسا نہ کرو (ردّی) کھجوریں درہموں کے عوض بیچو پھر درہموں سے عمدہ کھجوریں خریدو۔‘‘

⑥ لشکر کے معنی میں

حدیث میں لفظ جمع اِستعمال ہوا ہے۔ دو آدمیوں نے تیمّم کیا پھر اُنہیں پانی ملا ایک نے وضو کرکے نماز پڑھی۔ دوسرے نے نہیں لوٹائی پھر آپ ﷺ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے نماز نہ لوٹانے والے سے کہا۔ تو نے سنت کو پالیا اور تیری نماز تجھے کافی ہوئی اور دوسرے سے کہا:

«أَمَّا أَنْتَ فَلَكَ مِثْلُ سَهْمِ جَمْعٍ». [سنن النسائی: ۴۳۳، قال الشیخ الألبانی: صحیح]

’’تیرے لیے تو لشکر کے حصہ کے برابر مالِ غنیمت ہے۔‘‘

⑦ عزم مُصمّم

کہا جاتا ہے۔ جمع أمره ’’وہ کام میں پختہ اِرادے سے لگ گیا‘‘

⑧ رُشد (بلوغت)

مجازاً کہا جاتا ہے۔ جمعت الفتاة الشباب ’لڑکی بالغ ہوئی۔‘‘

⑨ مجہول کھجور

کہا جاتا ہے:’’قد كثر الجمع في أرض بني فلان‘‘

’’فلاں کی زمین میں اَیسی کھجوریں ہیں جن کا نام معلوم نہیں‘‘

⑩ جماع کرنا

کہا جاتا ہے۔ ما جمعت بامرأة قط ’’میں نے کبھی جماع نہیں کیا۔‘‘

⑪ سرخ گوند

یہ بعض درختوں پر پانی کی طرح بہنے والا رقیق مادہ ہوتا ہے جو بعد میں جم جاتا ہے۔

⑫ تھنوں میں روکے ہوئے دودھ والی بکری۔

جمع قراءات کی اِصطلاحی تعریف

متقدمین ومتاخرین اَہل اَداء نے جمع قراءات کی کوئی تعریف نہیں کی کیونکہ وہ جمع کے جملہ قواعد و مسائل کی بحث وتمحیص میں مشغول تھے اِسی وجہ سے متقدمین کی عموماً جمع کے بارہ میں تالیفات نہیں ملتیں کیونکہ وہ جمع کی تطبیق

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(عملی) صورت میں مصروف تھے اور ان کی بھرپور کوشش ہوتی تھی کہ تمام وجوہِ قراءات عملی شکل میں پڑھی جاسکیں اور ان میں پختگی پیدا کی جاسکے۔ عصر حاضر کے بعض محققین نے قراء کے ہاں جمع قراءات کی تعریف کی ہے۔ ان کو دو گروہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

① اُن کے نزدیک جمع یہ کہ ہے قاری قرآن مجید کا کچھ حصہ یا تمام قرآنِ سبعہ یا عشرہ متواترہ کی دو یا اس سے زائد رِوایات سے پڑھے۔

② اُن کے نزدیک جمع یہ ہے کہ کسی بھی آیتِ قرآنیہ کو مختلف اَجزاء میں تقسیم کرکے اس میں موجود اِختلاف کو سامنے رکھتے ہوئے اس طرح بار بار پڑھنا کہ ہر وجہ دوسری وجہ سے مختلف ہو، جمع قراءات کہلاتا ہے۔

اَقوال کا خلاصہ / ماحاصل

قاری ایک مجلس یا ختم میں اِس طرح پڑھے کہ قراءِ سبعہ یا عشرہ میں سے کسی ایک کے لیے دو یا زیادہ رِوایاتِ متواترہ کو علماء کے بیان کردہ جمع کے طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق محدود دائرے میں رہتے ہوئے قرآن کا کچھ حصہ یا سارا قرآن پڑھنا جمع کہلاتا ہے۔

جمع کے طریقے

علماءِ قراءات کے جمع کے متعین کردہ معروف طریقے تین ہیں:

① جمع وقفی ② جمع حرفی ③ جمع الجمع

طرق و رِوایات کو الگ الگ پڑھنا اِفراد یا مفرد کہلاتا ہے جبکہ کئی رِوایات اور قراءات یا ایک قراءات کو اکٹھا پڑھنا جمع کہلاتا ہے۔

طریقہ اَفراد

ہر اِمام کے ہر ہر راوی کے رِوایت کو الگ الگ علی الترتیب پڑھنا خواہ کسی وجہ میں رُواۃ کا اِتحاد ہی کیوں نہ ہو۔

طریقہ جمع

جمع قراءات میں شرعاً اِختیار ہے جس کو چاہیں مقدم و مؤخر کریں۔ مگر قراء میں معمول یوں ہے کہ جس ترتیب سے قراءِ رواۃ، شاطبیہ میں مرتب ہیں اسی ترتیب سے پڑھنا۔ اس کی مخالفت، فن کی ناواقفی، غلطی اور واجب اِستحسانی کا ترک سمجھا جاتا ہے۔

جمع قراءات کے تین طریقے مروّج ہیں:

الف جمع وقفی

اِس کی کیفیت یہ ہے کہ سب سے پہلے قالون کی رِوایت پڑھنا شروع کریں اور کسی آیت یا علامت وقف پر وقف کرکے دیکھیں کہ ان کے ساتھ شروع سے آخر تک کوئی شریک ہے یا نہیں؟ اگر کوئی شریک ہو تو اُسے بھی ساتھ ہی فراغت ہوگئی اَب باقی جتنے رہ گئے ہیں اُن میں سے جو ترتیب میں مقدم ہے اس کے لیے پھر وہیں سے شروع کریں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہاں سے پہلے شروع کیا تھا اور وہیں وقف کریں جہاں پہلے وقف کیا تھا یہاں بھی دیکھیں کہ اَوّل سے آخر تک کوئی شریک ہے یا نہیں؟ جو شریک ہوا سے بھی فارغ سمجھیں۔ پھر باقی میں سے جو ترتیب میں مقدم ہو اُس کے لیے بھی وہیں سے پڑھیں۔ غرض اِس طرح سب کے لیے پھر پڑھیں جو شریک ہوتا جائے۔ اُسے چھوڑتے جائیں یہاں تک کہ تمام قراء کا اِختلاف پورا ہوجائے۔ یہ اَہل شام کا مذہب ہے۔

محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''یہ مذہب اِختلافات کے اِستحضار میں اَضبط واَوثق اور بلحاظ زمانہ اَطول ہے۔''

فائدہ

جمع وقفی اور قراءاتِ منفردہ میں فرق

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جمع وقفی میں جن حضرات کی قراءت بوجہ شرکت وموافقت پڑھی ہوئی قراءت میں مندرج ہوجائے گی اُن کے لیے دوبارہ نہیں پڑھا جائے گا جبکہ قراءاتِ منفردہ میں موافقت کے باوجود مندرج نہیں ہوتی۔

ب جمع حرفی

اِس کی کیفیت یہ ہے کہ قالون کے لیے پڑھنا شروع کریں اور جب لفظ مختلف فیہ پر پہنچیں تو جمیع قراء کے اِختلاف کو ترتیب وار پورا کرکے آگے پڑھیں اس طرح ہر لفظ مختلف فیہ پر پہنچ کر اُسی لفظ کو لوٹاتے رہیں یہاں تک کہ تمام قراء کا اِختلاف پورا ہوجائے اور ہر لفظ میں ترتیب کا لحاظ رکھیں (اور ہر لفظ مختلف فیہ میں سب سے پہلے اس قاری کی وجہ پڑھے جس کی وجہ اِس سے پہلے لفظ میں سب کے اَخیر میں پڑھی تھی تاکہ خلط پیدا نہ ہو) اور اگر کہیں اِختلاف دو کلموں سے متعلق ہو جسے خلف مرتب کہتے ہیں تو دونوں کلموں کو ملا کر اختلاف پورا کرنا واجب ہے مثلاً 'فتلقیٰ آدم' میں رفع ونصب دونوں ہیں لیکن یہ اِختلاف 'کلماتٍ' پر موقوف ہے۔ جو آدم کا رفع پڑھتے ہیں کلمات کا نصب پڑھتے ہیں اور اس کے برعکس۔ یہ اَہل مصر کا مذہب ہے۔

محقق رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اَدائے اِختلاف کلمات کے لیے یہ مذہب مضبوط تر اور بلحاظ اَخذ نہایت آسان وسہل اور مختصر ہے مگر اس میں رونق تلاوت اور حسن اَدا باقی نہیں رہتا۔''

ج جمع الجمع یا جمع مرکب یا جمع عطفی

اِس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے قالون کے لیے صحیح جگہ پر وقف کریں اور غور کریں کہ من أوله إلى آخره کون موافق ہے اور کون کون سی جگہ مختلف فیہ ہے؟ جو بالکل موافق ہو اُس کی روایت سے فراغت ہوئی، پھر جو مختلف فیہ ہوں اُن میں دیکھیں کہ محل وقف کے زیادہ قریب کس کا اِختلاف ہے جس کا ہو اُس کے لیے محل اِختلاف سے محل وقف تک پڑھیں پھر باقیوں کے لیے بھی اِسی طرح۔

اگر ایک ہی جگہ سے کئی قاریوں کا اِختلاف شروع ہو رہا ہو تو اُس وقت جو ترتیب میں مقدم ہوگا اُس کے لیے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھیں اور دیکھیں کہ اِس کا کوئی موافق ہوا یا نہیں جو موافق ہوا اُس سے فراغت ہوئی اور مختلفین میں جس کا اِختلاف محل وقف کے زیادہ قریب ہو اُس کے لیے پڑھیں۔ الغرض محل مختلف فیہ میں ترتیب الأقرب فالأقرب اور محلِ واحد میں ترتیبِ رجال واجب ہے۔ اور اگر ایک شخص کی دو وجوہ ایک ہی کلمہ میں ہو تو حکماً وہ دو شخصوں کے قائم مقام ہوگا اور دو وجہوں کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے گا جو دو مختلف شخصوں کی مختلف رِوایتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے ان دو وجہوں کی ترتیب بھی قراء کے نزدیک واجبِ اِستحسانی ہے اور یہ طریقہ پہلے دو طریقوں سے مرکب ہے جو علماء مصر و شام نے اِختیار کیا ہے۔

اِن مذکورہ طریقوں میں اصل تو پہلا ہی ہے لیکن آج کل اِختصار کی غرض سے اکثر جمع الجمع ہی پڑھتے ہیں۔ جزری رحمہ اللہ کے دور سے یہی طریقہ رائج ہے۔

جمع الجمع کی چار ضروری شرائط

1. خوبی وقف

مطلب یہ کہ وقف نامناسب موقع پر نہ ہو چنانچہ 'وما من إله إلا إله واحد' اور 'وما أرسلنٰك إلا رحمة للعلمين' ہر دو مقامات میں 'إلا' سے پہلے وقف کرکے وجوہ پوری نہ کی جائیں کیونکہ معنی نامناسب ہوگا۔

2. خوبی اِبتداء

یعنی نامناسب مواقع سے اِبتداء بھی نہ ہو۔ چنانچہ إن الله فقير، وإياكم أن تؤمنوا، إن الله ثالث وغیرہ سے اِبتداء کرنا درست نہیں کیونکہ معنی مرادِ الٰہی کے مخالف ہونے کا وہم ہوتا ہے۔

3. حسنِ اَدا اور تجوید

حسن اَداء اور تجوید کی پوری پوری رِعایت اور پابندی کی جائے۔

4. خلطِ قراءات

قراءات میں ترکیب اور خلط نہ ہونے پائے۔

نوٹ: 'جمع کے طریقے اُستادِ محترم قاری محمد اِبراہیم میرمحمدی حفظہ اللہ کی کتاب 'المدخل إلی علم القراءات والقصيدة الشاطبية' سے ماخوذ ہیں۔

جمعِ قراءات کا تاریخی اِرتقاء

موجودہ تاریخی مصادر میں اس بات کی تصریح موجود نہیں کہ جمع قراءات کا آغاز کب ہوا۔ امام جزری رحمہ اللہ نے قراء کے حالات و واقعات کو سامنے رکھتے ہوئے جمع قراءت کے زمانہ کی تعیین کی کوشش کی ہے مگر وہ بھی اس میں حتمی کامیابی حاصل نہیں کرسکے۔ یہ کہنا شاید ممکن ہے کہ اُنہوں نے صدرِ اوّل سے اپنے زمانے (اَواخر آٹھویں صدی ہجری تک اَوائل نویں صدی ہجری) کو سامنے رکھتے ہوئے قراء کے حالات اپنی اَہم کتاب 'طبقات القراء' میں ذکر کیے ہیں۔ لیکن جمع قراءت کی کوئی متعین تاریخ کا علم نہ ہوسکنے کی وجہ سے اُنہوں نے تقریباً چوتھی صدی ہجری کی بات کی ہے۔ یہ بات 'منجد المقرئين' اور 'النشر' میں موجود ہے کہ قراءت کے جمع کی اِبتداء پانچویں صدی ہجری میں ہوئی جو کہ اَبوعمرو عثمان بن سعید دانی رحمہ اللہ (۴۴۴ھ/۱۰۵۲ء)، اَبوالفتح عبدالواحد بن حسین بغدادی المعروف

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن شیطا رحمہ اللہ (۴۰۵ھ/۱۰۱۴ م)، اَبوعلی حسن بن علی اَہوازی (۴۴۶ھ/۱۰۵۴ م) اور اَبوالقاسم یوسف بن علی ہذلی (۴۶۵ھ/ ۱۰۷۲ م) کا زمانہ ہے۔

بعض محققین کا کہنا ہے کہ جمع قراءات کے اَوّلین بانی اُندلسی ہیں لیکن اِس میں بھی بانی کے نام کا تعین نہیں۔ حقیقت میں اس بارے میں مزید علمی تحقیق کی ضرورت ہے۔

جمع قراءات کا سبب

مجلس واحد یا ختم واحد میں جمع کا سبب یہ ہے کہ فنِ قراءت کے طلباء اور شوق رکھنے والے متاخرین کے لیے سلف کا تعلیمی طریقہ بہت گراں تھا۔ سلف تو فرداً فرداً تمام قراءات و رِوایات کو پڑھتے پڑھاتے تھے۔ اس میں مشقت تھی کہ ہر ایک قاری اور راوی کے لمبے چوڑے قواعد وضوابط کو یاد کرنا اور اس کام کے لیے کئی کئی سال صرف کرنا پڑتے تھے۔ اس قدر لمبا عرصہ اَب ہر طالب علم کیلئے پڑھنا ممکن نہ تھا۔ اس وجہ سے فنِ قراءت میں رغبت رکھنے والے اَیسے لوگ بہت کم ہوگئے۔ یہاں تک خطرہ لاحق ہوا کہ اس فرض کفایہ کی اَدائیگی کرنے والے لوگ بھی میسر نہ ہوں۔ اسی وجہ سے علماءِ قراءت نے جدید تعلیمی نہج اَپنایا جو دونوں چیزوں کا جامع تھا۔ اس میں فن قراءات کے طلباء کے لیے بھی آسانی ہے اور علم قراءت کی آسانی بھی ہے تاکہ کم وقت میں قراءت حاصل کی جاسکیں اور قراءت کی حفاظت کا فریضہ بھی سرانجام دیا جاسکے۔ اس کی عملی صورت جمع قراءت کی شکل میں سامنے آئے۔ اس جمع کی خاص کیفیت اور مخصوص شرائط میں جیسا کہ ہم پہلے نقل کرچکے ہیں۔

نوٹ: یہ بات ذِہن میں رہے کہ جمع مذکورہ کی صورت میں اِفراد کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ اِفراد کی پہچان کے بغیر جمع قراءات ناممکن ہے۔ حقیقت میں جمع قراءت سلف وخلف کے مذاہب ِطریقہ تعلیم کا حسین امتزاج ہے۔

قدیم قراء نے اپنی کتابوں میں 'صغراوی' کی جمع قراءات کے بارے میں بحث کا جواب نہیں دیا اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ روایت اور جمع قراءت کی عملی تطبیق میں مشغول تھے۔ ذیل میں ہم اس موضوع پر چند کتب کا تذکرہ کرتے ہیں۔

① ترتیب الأداء وبیان الجمع في الإقراء از ابوالحسن علی بن سلیمان اَنصاری قرطبی رحمہ اللہ (۷۳۰ھ/۱۳۲۹ م) المعروف علی قرطبی۔ آپ قاس کے شیخ القراء تھے۔ یہ کتاب تاحال مخطوطہ کی شکل میں ہے۔ اِمام جزری رحمہ اللہ نے قرطبی کے ذکر میں اِس کتاب کا تذکرہ کیا ہے یہ شاید اِس موضوع پر پہلی کتاب تھی۔

② الجوهر الفرد المصون في جمع الأوجه من الضحی إلی قوله ﴿ وَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلۡمُفۡلِحُونَ ﴾ از ابوالعزائم سلطان بن اَحمد مزاحی رحمہ اللہ (۱۰۷۵ھ/۱۶۶۴ م) یہ کتاب بھی تاحال مخطوط ہے۔

③ نزهة الناظر والسامع في إتقان الأرداف والأداء للجامع از ابوالعلاء اِدریس بن محمد حسنی المعروف منجرۃ رحمہ اللہ (۱۱۳۷ھ/۱۷۲۴ م) یہ کتاب بھی تاحال مخطوط شکل میں ہے۔ اس میں زیادہ تر 'ترتیب الأداء' اس علی قرطبی کے سائل کی تلخیص ہے۔

④ قالون الجمع والأرداف از ابوعبداللہ محمد بن محمد بن محمد بن قاسم زفری سرینی حسینی۔ آپ بارھویں تیرھویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں۔ آپ کا تعلق مغرب اقصیٰ میں قصر کبیر نامی شہر کے قریب بسنے والے قبیلہ آل سرین سے تھا آپ شیخ محمد بن عبدالسلام قاسی رحمہ اللہ (۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹ م) کے شاگرد ہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ منظوم کتاب تقریباً ۲۲۳ اَشعار پر مشتمل ہے۔ تا حال مخطوطہ ہے۔

⑤ التوضيح والإنكشاف في حل قالون الجمع والإرداف اَز ابوالعباس اَحمد بن مکی بن محمد بن عمر سیرمانی سماتی رحمہ اللہ المتوفی اَوائل ۱۴ھ۔ یہ مذکورہ کتاب کی ۳۹ صفحات پر مشتمل شرح ہے۔ تا حال مخطوطہ ہے۔

⑥ عمدة القارئين والمقرئين في الرد على ما أنكر مشروعية الجمع بين السعادة في ختمة واحدة في القرآن المبين اَز ابوالعباس احمد بن احمد شقانصی تونسی رحمہ اللہ (۱۲۲۸۔۱۲۳۵ھ/۱۸۱۳۔۱۸۱۹م)۔ یہ بہت اَہم کتاب ہے۔ اس کتاب میں مؤلف نے شیخ صالح الکواش کے فتویٰ جمع قراءات مجلس واحد یا ختم واحد میں حرام اور بدعت کا رد کیا ہے۔

⑥ تحفة المقرئين والقارئين في بيان حكم جمع القراءات في كلام رب العلمين اَز ابراہیم بن احمد مارغنی رحمہ اللہ (۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰م)

اِس کتاب کا علمائے مصر کی طرف سے قراءات کے جمع سے متعلق اُٹھائے گئے سوال کا جواب ہے۔ علماء نے اس جواب کو پسند کیا اور ۱۳۴۵ھ میں اِسے دوسرے کئی رسائل کے ساتھ طبع کیا گیا۔ یہ کتاب ایک مقدمہ، ایک مقالہ اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ میں جمع قراءات اور ترکیب کا فرق بیان کیا ہے۔ مقالہ میں جمع قراءات کا حکم بیان کیا ہے جبکہ خاتمہ میں ان کے تو سنہ میں موجودگی کے وقت شیخ صالح اور شیخ شقانصی وغیرہ مشاوک زیتونہ کا واقعہ بیان کیا ہے۔

⑦ هدية القراء والمقرئين اَز خلیل محمد غنيم الجنايني (آپ چودہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں)

اِس کتاب کا سبب تالیف یہ ہے کہ شیخ خلف حسینی نے اَپنے زمانہ میں جمع قراءت کے عدم جواز کا فتویٰ دیا تھا۔ اس رائے کو بعض نے پسند اور بعض نے ناپسند کیا۔ ۱۳۴۰ھ میں جامع اَزھر کے شیخ نے ایک علمی مجلس کا اِنعقاد کیا جس میں تمام حاضرین نے شیخ کی رائے سے اِتفاق کیا اور اُنہوں نے جمع قراءات کو ممنوع قرار دیا۔ تب خلیل جنا ینی نے یہ کتاب لکھی اور اس میں جمع قراءات مجلس واحد کے جواز کا فتویٰ دیا۔

⑧ الآيات البينات في حكم جمع القراءات اَز ابوبکر حسینی رحمہ اللہ (آپ چودہویں صدی ہجری کے علماء میں سے ہیں) یہ کتاب خلیل جنا ینی کی کتاب 'هدية القراء' کے رد میں ہے۔ یہ جمع قراءت کی اِجازت نہیں دیتے۔

⑨ البرهان الوقاد في الردّ على ابن الحداد اَز خلیل محمد غنيم جنايني۔ یہ کتاب اَبوبکر حداد کی کتاب 'الآيات البنات' کے ردّ میں ہے۔ اِس میں جمع قراءت کے جواز کی تائید کی گئی ہے۔

⑩ أفحام أهل العناد بتأييد ابن الحداد اَز محمد سعودی ابراہیم (چودہویں صدی ہجری)

اِس کتاب میں ایک ختم میں جمع قراءت کو جائز کہنے والوں کا ردّ ہے۔

⑪ الأدلة العقلية في حكم جمع القراءات النصلية اَز عبدالفتاح ھندی (چوہودیں صدی ہجری)

ان کے نزدیک مجلس واحد میں جمع قراءت جائز ہے۔

ایک مجلس میں جمع قراءات کا حکم شرعی

ایک ہی مجلس یا ختم میں بطریقہ جمع الجمع قرآن مجید کی تلاوت کے حکم شرعی کے بارہ میں علماء کے دوگروہ ہیں:

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① قائلین ② مانعین

اِس اختلاف کا سبب کتاب وسنت میں جمع سے متعلق کوئی واضح نص نہ ہونا ہے۔ جمع الجمع کا طریقہ چوتھی صدی ہجری کے آغاز میں رِواج پذیر ہوا۔جس کا لازمی نتیجہ اس بارہ میں بحث وتمحیص کا جنم لینا تھا۔لہٰذا اس کے حکم شرعی کی وضاحت کے لیے قراء خاص کر میدان عمل میں آئے۔

ذیل میں ہم مذکورہ دونوں گروہوں کے دلائل و اِستدلال کا تذکرہ کرتے ہیں۔

قائلین اور اُن کے دلائل

جمہور علماء و محققین سلف وخلف نے ایک مجلس یا ختم میں جمع الجمع کے طریقہ سے تلاوت کو جائز قرار دیا ہے مثلاً ابن مہران (۳۸۱ھ/۹۹۱م)، مکی بن اَبی طالب (۴۳۷ھ/۱۰۴۵م)، اَبوعمرو دانی (۴۴۴ھ/۱۰۵۲م)، اَبوالقاسم شاطبی (۵۹۰ھ/۱۱۹۳م)، جعبری (۷۳۲ھ/۱۳۳۱م)،قسطلانی (۹۲۳ھ/۱۵۱۷م)، اَبوعبداللہ محمد بن عبدالسلام فاسی (۱۲۱۴ھ/۱۷۹۹م)،'مؤلف القول الوجیز فی جمع الزاری علی حملة الکتاب العزیز'، شیخ شقاصی (۱۲۲۸-۱۲۳۵ھ/۱۸۱۳-۱۸۱۹م)، مؤلف عُمدة القارئین، محمد الجنایني مؤلف هدیة القراء والمقرئین، البرهان والوقاء اور عبدالفتاح ھندی مؤلف الأدلة العقلیه رحمہم اللہ“

حنابلہ کا مؤقف

حنابلہ میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”قراءات کو حفظ اور تعلیم کی غرض سے جمع کرنا قراء کی ایک جماعت کا اِجتہاد ہے۔“

مذکورہ بات سے معلوم ہوا کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ بھی جمع قرآن کے جائز ہونے کے قائل ہیں۔اگر اَیسا نہ ہوتا تو وہ ضرور اس کی صراحت کرتے۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا قول پیش کرنے کی دو وجوہات ہیں:

❶ مغنی از ابن قدامہ مقدسی (۶۲۰ھ/۱۲۲۳م) وغیرہ میں حنبلی فقہی مصدر میں جمع قراءات کے بارہ میں کوئی بحث موجود نہیں۔

❷ ابن تیمیہ رحمہ اللہ حنبلی فقیہ مانے جاتے ہیں اور ان کے متعدد فتاویٰ جات موجود ہیں۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق جمع قراءت، بغرض حفظ و دَرس وتدریس جائز ہے اِس کے علاوہ نہیں۔ممکن ہے اُن کے نزدیک باقی صورتوں میں تلاوت بطریق تعبّد ہوتی ہے جس کی وجہ سے اُنہوں نے ان صورتوں میں جمع قراءات کو بدعت مکروہ کہا۔

ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس حکم شرعی کے متعلق رائے میں مذکورہ تفصیل ہے۔

مالکیہ کا مؤقف

مالکیہ کے معروف مصادر فقہی مثلاً 'البیان والتحصیل' از ابوالولید بن رشد (۵۲۰ھ/۱۱۲۶م)، مختصر خلیل (۷۷۶ھ/۱۳۷۴م) اَور اُن کی شروحات میں جمع الجمع کا مسئلہ کہیں ذکر نہیں۔لیکن اس کے باوجود انکی طرف جواز

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا قول ہی منسوب کیا جائے گا کیونکہ ماضی قریب میں مالکی مفتی اِبراہیم مارغنی (۱۳۴۹ھ/۱۹۳۰م) نے مالکی اُصولوں کی روشنی میں اِباحت کا فتویٰ دیا ہے۔

قائلین کے دلائل

قائلین جمع قراءات نے شرعی دلائل سے اِستدلال کیا ہے۔

① عام شرعی اُصولی قواعد سے مجلس واحد میں جمع قراءات ممنوع نہیں اور قاعدہ ہے:

"إن الوسيلة تعطیٰ حكم مقصدها."

''اَصل چیز تک پہنچنے کے لیے اِستعمال میں آنے والے وسیلہ کا حکم بھی اَصل چیز والا ہوتا ہے۔''

نیز فقہاء کا قول ہے:

"ما لا يتم الواجب إلا به فهو واجب"

''جس کے بغیر واجب کی تکمیل ممکن نہ ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔''

مطلب یہ کہ سلف کا تعلیمی طریقہ تو یہ تھا کہ وہ ہر ہر رِوایت کو بطریق افراد پڑھتے پڑھاتے تھے لیکن یہ متعلمین کیلئے بہت مشکل تھا۔ ممکن تھا کہ لوگ فن قراءات کو ویسے ہی چھوڑ دیتے اور اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تمام مسلمان گنہگار ہوتے کیونکہ قراءات کی تعلیم وتعلم فرض کفایہ ہے۔ چنانچہ جمع الجمع کو طلباء قراءات کی آسانی کو سامنے رکھتے ہوئے جاری کیا گیا تاکہ واجب کی اَدائیگی ہوسکے۔ یوں فنِ قراءات محفوظ ہوگیا۔ زَمانہ سلف سے اَب تک قراءات کے حفظ وتدریس کے لیے ایک ہی طریقہ جمع الجمع رائج ہے۔

یہ اَب فرض کفایہ کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ وسیلہ کو مقصد کا حکم دیا جاتا ہے اور اس فرض کفایہ کی اَدائیگی اور قراءات کے بقاء کا صرف ایک ہی طریقہ جمع الجمع (نمایاں) ہے۔ تو یہ بات ظاہر ہے کہ جمہور کے ہاں جواز کراہت تحریمی کا مقابلہ ہے لہٰذا فرضِ کفایہ ہے۔

② سنت نبویہ ﷺ سے جمع کے بارہ میں دلائل

نبی ﷺ جبریل علیہ السلام سے ہر سال دور کیا کرتے تھے۔ لیکن وَفات والے سال دو مرتبہ دور کیا۔

مطلب یہ کہ ایک سال اِس مدت تک جتنا پڑھا ہوتا وہ سارا ایک ہی مرتبہ تمام قراءات منزلہ کے مطابق سناتے۔ یہ بات واضح ہے کہ آپ ﷺ جبریل علیہ السلام کو ایک آیت متعددّ وجوہات میں جمع کرکے سناتے۔ رہی وہ آیات جن میں صرف ایک ہی وجہ ہے تو اُن کا ایک ہی بار پڑھنا ظاہر ہے۔ عرضۂ اَخیرہ میں آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو سارا قرآن سنایا۔ یہ بالجمع تھا کیونکہ یہ دَور ایک ہی تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو باالجمع پڑھ کر سنایا کیونکہ آپ کے سارے دَور اِبتداء سے اِنتہاء قرآن تک ۲۶، ۲۴ یا ۲۱ ہیں، علماء کا اِس میں اِختلاف ہے اور قرآن میں آیات مختلفہ جن میں کئی اَیسی ہیں جو مذکورہ اَعداد سے کہیں زیادہ ہیں۔ اُن کا بطریق اِفراد پڑھنا ممکن نہیں لہٰذا دَوروں کی تعداد اور آیات مختلفہ کی تعداد میں تعارض کو ختم کرنے کا یہی حل ہے کہ یہ دَور بالجمع تھے۔

اِسی طرح سلف سے منقول نصوص بھی جمع کے دلائل ہیں۔ مطلب یہ کہ جمع الجمع کے ظہور سے قبل کے علماء اَپنے اَساتذہ کو پورا پورا قرآن ایک ایک رِوایت میں سناتے تھے۔ اور اُن میں سے ہر روایت کئی وجوہ پر مشتمل ہوتی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی اور سلف نے یہ وجوہ اَپنے مشائخ سے جمعاً لی ہیں نہ کہ فرداً۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ ایک ہی اُستاد کو پورا قرآن سناتے تھے۔ اَب ایک رِوایت کا لحاظ رکھتے ہوئے تمام وجوہ سمیت تلاوت ایک ہی ختم میں پوری نہیں ہوتی اور نہ ہی ان سے کوئی اَیسی نص ملتی ہے کہ اُنہوں نے ایک رِوایت کی اَوجہ مختلفہ میں سے صرف ایک ہی وجہ پڑھی تھی۔

خلاصہ

شیخ عبدالوہاب شعرانی (۹۷۳ھ/۱۵۶۵ء) کے قول:

''آپﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک ہی مجلس میں بالجمع قرآن پڑھنا ثابت نہیں۔''

اور ہمارے قول کہ آپﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے جمع کرنا منقول ہے، میں کوئی تضاد باقی نہیں رہتا۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ آپﷺ سے جمع پڑھنے پڑھانے کے بارہ میں کوئی نص ہم تک نہیں پہنچی اور نہ ہی جمع کی کیفیات میں سے کوئی معین کیفیت ہم تک پہنچی ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ نبیﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے قرآن بذریعہ وَحی حاصل کیا جس کی تفصیلات سے ہم ناواقف ہیں اس کی کیفیت صرف آپﷺ جانتے تھے۔ رہی بات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تو اُن سے بھی کوئی نص جمع کے بارے میں منقول نہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ایک رِوایت کے ساتھ پورا قرآن مفرد طریقے سے منقول ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ ایک رِوایت کئی وُجوہات پر مشتمل ہوتی ہے وہ لازمی طور پر جمع کرکے ہی پڑھی جاتی تھی۔ جب آپﷺ اور سلف سے جمع کی اَصل منقول ہے تو ہم کہیں گے۔ جمع قراءت جو چوتھی صدی ہجری سے تاحال قراء کے ہاں معروف ورائج ہے۔ یقیناً نص جمع جس کے مطابق آپﷺ نے عرضۂ اَخیرہ میں جبرئیل علیہ السلام کو سنایا یا شیوخ سے سلف نے حاصل کیا یہ جمع کی مشروعیت اور جواز کی زَبردست دلیل ہے اور اگر یہ محض اس کے مماثل یا مشابہ ہے تو یہ اسی پر قیاس کیا گیا ہے۔

یوں قیاس سے مجلسِ واحد یا ایک ہی ختم میں جمع قراءاۃ کا مشروع ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قیاس بھی چار دلائل شرعیہ (کتاب وسنت، اجماع، قیاس) میں سے ایک ہے۔

③ چوتھی صدی ہجری سے اَب تک ایک مجلس یا ختم میں بطریق جمع پڑھتے پڑھاتے تقریباً ایک ہزار سال گزر گئے ہیں لیکن کبھی بھی فقہاء نے اس کا اِنکار نہیں کیا نیز اس عمل پر تاحال دَوام ہے اور اسے تلقی بالقبول حاصل ہے۔ چنانچہ فقہاء کا عدم اِنکار جمع کے جواز پر اِجماع ہے اگر اِجماع صریح نہیں تو کم اَز کم اِجماع سکوتی تو ہے اور یہی اِجماع جمع کے آغاز کے قریبی زمانوں سے جاری ہے اور متاخرین ائمہ نے بھی مجلس واحد میں قراءات کو جمع کرکے پڑھنے پر کوئی قدغن نہیں لگائی اور بعض علماء کے ایک ختم میں جمع کرنے کے اِنکار سے مذکورہ اِجماع مجروح نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مانعین کے پاس اس کی کوئی مستند دلیل شرعی نہیں جو ان کے مؤقف کی تائید کرتی ہو لہٰذا ان کا اِنکار معتبر نہیں ہوگا اور اِجماع قوی شرعی دلیل کی طرح جمع کی مشروعیت پر قائم رہے گا۔

④ قیاس اولویت کو دلیل بناتے ہوئے بھی جمع قراءات کے جواز کا اِستدلال کیا جاسکتا ہے کیونکہ بعض علماء نے قراءات میں خلط/ترکیب کو جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابن جزری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر عربی قواعد کی روشنی میں ترکیب ٹھیک ہو تو جائز ہے لیکن بطورِ تلاوت ہو، نہ کہ بطورِ نقل روایت۔''

جب ترکیب/خلط جائز ہے تو جمع قراءت جو مذکورہ شرائط کو کامل طریقے سے پورا کرتا ہے بالاولی درست ہوگا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اس میں قراءت رِوایت یا طریق کو خلط نہیں کیا جاتا۔

خلاصۂ کلام

مذکورہ تقریر سے یہ بات واضح ہوگئی کہ مجلس واحد میں قراءات کو جمع کرکے پڑھنا جائز ہے اور اِس کی مشروعیت سنت نبوی ﷺ اجماع اور قیاس سے ثابت ہے مزید یہ کہ عام شرعی اُصول بھی اِس کا اِنکار نہیں کرتے۔

مانعین جمع قراءت کے دلائل اور اُن کا جائزہ

بعض فقہاء اور کئی علماء نے کہا ہے کہ ایک ختم یا مجلس میں جمع قراءات ناجائز ہے۔

ان میں حنفیہ ہیں۔ 'الحاوی القدسی' کے مؤلف قاضی اَحمد بن محمد غزنوی (۶۰۰ھ/۱۲۰۳ء) نے کہا ہے:

''تلاوت قرآن کرتے ہوئے قراءات معروفہ یا شاذہ کو ایک ہی دفعہ کلمات کو دوہرا کر پڑھنا مکروہ ہے۔''

اُن کے نزدیک جمع قراءات مکروہ ہے۔

عوامی مجالس میں قراءات مجہولہ (غیر معروفہ) کی تلاوت کرنے سے اَحناف سختی سے منع کرتے ہیں اِس کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ عوام شبہات کا شکار ہوں گے اور بسا اَوقات وہ قراء کے قراءاتِ متواترہ صحیحہ پڑھنے کو غلط کہہ کر گناہ میں واقع ہوجائیں گے۔

شوافع کی بڑی فقہی کتب مثلاً المجموع شرح المهذب از نووی رحمہ اللہ (۶۷۶ھ/۱۲۷۷ء) اور 'نهاية المحتاج شرح المنهاج' از رملی رحمہ اللہ (۱۰۰۴ھ/۱۵۹۵ء) وغیرہ میں جمع قراءت مجلس واحد کے حکم شرعی سے متعلق کوئی نص موجود نہیں۔ لیکن 'التبیان' از نووی رحمہ اللہ میں ہے:

''جب قاری کسی قراءت کی اِبتداء کرتا ہے تو اس کے لیے مستحسن ہے کہ وہ اسی قراءت میں پڑھتا رہے یہاں تک کہ کلام مکمل ہوجائے۔ ہاں جب کلام مکمل ہوجائے تو پھر دوسری قراءت کی تلاوت شروع کرسکتا ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ مجلس واحد میں وہ پہلی قراءت ہی پڑھے۔''

مذکورہ بالا عبارت سے یہ مفہوم اَخذ ہوتا ہے کہ قراءت میں ترکیب اور خلط خلاف اَولیٰ ہے۔ بہتر یہی ہے کہ ایک مجلس میں قاری ایک ہی قراءت پڑھے۔ اس بات کا مؤید 'المجموع' میں موجود خود نووی رحمہ اللہ کا قول بھی ہے، فرماتے ہیں:

''جب قاری سبعہ میں سے کسی قراءت کو شروع کرتا ہے تو مستحب ہے کہ وہ اِسی میں قراءت (تلاوت) پوری کرے اگر بعض آیات سبعہ میں اور بعض غیر سبعہ سے تلاوت کرتا ہے تو جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دوسری آیت پہلی سے مربوط نہ ہو۔''

مذکورہ پہلی دلیل اَور اس کے مفہوم سے یہ بات سمجھ آئی کہ جمع کا شرعی حکم خلافِ اَولیٰ ہے۔ لیکن اَولیٰ یہی ہے کہ مجلس واحد میں ایک ہی قراءت میں پڑھے اور یہ بات اِمام نووی رحمہ اللہ کا قول:

''بہتر یہی ہے کہ مجلس واحد میں ایک ہی قراءت میں پڑھے'' سے مترشح ہوتا ہے۔

شاید کہ شوافع کے نزدیک مجلس واحد وغیرہ میں جمع قراءات خلافِ اَولیٰ یعنی مکروہ ہے۔

اور محققین نے ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (۸۵۲ھ/۱۴۴۸ء) کے قول:

''المنع من خلط القراء ات فی التلاوة (تلاوت میں خلط قراءت ممنوع ہے) سے اولویت کی بنیاد پر جمع قراءات

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممنوع قرار دی ہے نہ کہ حتمی طور پر۔‘‘

معلوم ہوا شوافع کے نزدیک مجلس واحد میں جمعاً تلاوت کرنا خلاف اَولیٰ ہے لیکن یہ نتیجہ اَخذ کرنے کے لیے جو دلیل پیش کرتے ہیں وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ خلط قراءت و روایت پر صریح اِنکار کے علاوہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُنہوں نے اِنکار کیا ہے۔ ابن حجر رحمہ اللہ وغیرہ کے مذکورہ قول میں کوئی ایسی دلیل نہیں جو جمع کے شرعی ہونے پر اِنکار کرے یا جمع پر اِعتراض ظاہر کرے۔ (محققین اور ہماری رائے میں) فرق واضح ہے۔

مانعین میں سے شعرانی (۹۷۳ھ/۱۵۶۵م) بھی ہیں اُنہوں نے اَپنے زمانے میں جمعاً پڑھنے والوں کی مخالفت کی۔ اسی طرح شیخ صالح کورش (۱۲۱۸ھ/۱۸۰۳م) نے جمع کو حرام یا مکروہ کہا ہے نیز ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا مؤقف ہے کہ درس و تدریس کی غرض سے جمع ٹھیک لیکن بغرض تلاوت درست نہیں کیونکہ یہ بدعت ہے۔ اسی طرح 'القول السدید في حکم التجوید' کے مؤلف شیخ اَحمد حجاز بھی کہتے ہیں۔

”والجمع بین القراءة بمجلس واحد یسمیٰ تخلیطاً ولا یصح عند أهل الأداء.“

’’ایک ہی مجلس میں قراءت کرتے ہوئے جمع کرنا خلط کہلاتا ہے جو اَہل اَداء کے ہاں درست نہیں۔‘‘

اَبوشامہ (۶۶۵ھ/۱۲۶۶م) فرماتے ہیں:

’’فی زمانہ ایک آیت کو جمع کرتے ہوئے قراءت مختلفہ میں بار بار پڑھا جانا مجھے پسند نہیں کیونکہ جمعاً قراءت کرنا بعد کی ایجاد ہے۔‘‘

نوٹ: جمع قراءت کو مکروہ کہنے کے باوجود اُنہوں نے اپنی قراءت کو بالجمع ثابت کیا ہے۔ اس تناقض کا کیا جواب ہے؟

اِشکال کا جواب

اَبوشامہ رحمہ اللہ کے دونوں اَقوال (کراہت+ جواز) دونوں ایک ہی وقت کے نہیں ہیں۔ ان میں سے لازماً ایک مقدم اور ایک مؤخر ہے اور اِشکال صرف اسی صورت میں ختم ہوگا جب اَبوشامہ کا دونوں میں سے کسی ایک قول سے رجوع مانا جائے گا۔ غالب گمان یہی ہے کہ اَبوشامہ کا کراہت والا قول بعد کا ہے کیونکہ عموماً پڑھنا، پڑھانا تالیف و تصنیف سے مقدم ہوتا ہے یعنی اَبوشامہ رحمہ اللہ نے 'المُرشد الوجیز' میں کراہت جمع کا قول نقل کیا ہے۔

علامہ محمد بن خلف حسینی حداد رحمہ اللہ چودہویں صدی ہجری کے مصری شیخ القراء، محمد سعودی اِبراہیم مؤلف 'افحام اَهل العناد'، محمد خالد مؤلف مقالہ 'الجمهوریه' اُنہوں نے اپنے مقالہ میں حکومت سے مجلس واحد میں جمع قراءات کے بارہ میں شکوہ کیا ہے اور اس اَمر پر زور دیا ہے کہ اِس کام کو مزید شائع نہ ہونے دیا جائے کیونکہ اس طرح لوگ تدبر قرآن سے دور ہوں گے۔

مذکورین نے مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں مجلس واحد میں قراءت کو ناجائز قرار دیا ہے۔

① نبی مکرم ﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور سلف سے مجلس واحد میں جمع قراءت کرنا ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہ ہے اور بدعت کا سب سے کم مرتبہ کراہت ہے اور کسی بھی مکروہ چیز پر ہمیشگی کرنا فسق ہے۔

② ایک قراءت کا دوسری قراءت پر عطف ڈالنا نظم قرآن میں فساد کا موجب ہے کیونکہ جمع میں اَجزاء قرآنی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو علیحدہ علیحدہ کیا جاتا ہے۔ یوں قرآن میں تحریف اور قیاس کا دروازہ کھل جائے گا، لہٰذا جمع قراءت کے عمل کو روکنا لازم ہے۔ فرض کیجئے ہم بحث ومباحثہ سے بچنے کے لیے تسلیم کرلیں کہ فی نفسہٖ جمع قراءت جائز ہے لیکن اس کا نتیجہ اَیسی چیز پر منتج ہوگا جو کلام اللہ میں جائز نہیں۔

③ مجلسِ واحد میں جمع قراءت سامعین کو تدبر قرآن سے دور کرتا ہے۔ قرآنی تاثیر کو دل میں اُترنے سے مانع ہوتا ہے اور دل اِطمینان سے خالی رہتے ہیں کیونکہ بار بار آیات اور کلمات قرآنیہ کو مختلف طریقہ اَدا سے پڑھا جاتا ہے۔

مانعین کے دلائل کا تجزیہ/تعاقب

قائلین جمع قراءت فی مجلس واحد نے مانعین کے دلائل کا کئی طرح سے جواب دیا ہے۔

① یہ کہنا کہ جمع قراءت آپﷺ سے ثابت نہیں۔ اِس بارہ میں کوئی دلیل نہیں۔ ہاں اس جمع کی اَصل عمل نبویﷺ سے ثابت ہے۔ نبیﷺ نے جبریل علیہ السلام کو سناتے ہوئے جمع کیا، اگرچہ اِس جمع کی کیفیت سے ہم ناآشنا ہیں۔ اِسی طرح یہ کہنا کہ سلف سے منقول نہیں یہ بات بھی باطل ہے جمع کی اَصل اُن سے بھی ثابت ہے۔ اگرچہ آپﷺ نے وجوہِ قراءات کو جمع کیا اور سلف سے ہم تک منقول ہے یہ مروّجہ جمع ہے لہٰذا عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں بنتی کیونکہ اس کی مشروعیت فعل نبویﷺ سے ثابت ہے اگرچہ اس جمع کی جمع نبوی سے محض مشابہت ہی ہے چنانچہ اس صورت میں بھی اس کا مشروع ہونا قیاس سے ثابت ہے اور قیاس سے ثابت شدہ کسی مسئلہ کا ردّ ممکن نہیں کیونکہ قیاس بھی دلیل شرعی ہے۔ بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ جمع قراءت آپﷺ، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمہم اللہ اور بعد کے لوگوں سے ثابت نہیں تب بھی یہ بدعت نہیں کیونکہ مذکورین کے مابعد کا ہر ہر فعل بدعت نہیں۔ اَگر ہم یہ تسلیم کربھی لیں کہ یہ بدعت ہے تو ہر بدعت مذموم نہیں کیونکہ بدعت کی مندرجہ ذیل پانچ اَقسام ہیں۔

① بدعتِ وَاجبہ

یہ وجوبی قواعد کے تحت آتی ہے اور شریعت میں اِس کی دلیل قرآن کو مصحف میں جمع کرنا اور کتاب اللہ کی فہم کے معاون علوم کی نشرو اِشاعت وغیرہ۔

② بدعتِ محرمہ

یہ قواعد تحریم کے زُمرے میں آتی ہے اِس کی شرعی دلیل مثلاً مذاہب، خوارج کے باطل عقائد، اللہ کی ذات کے بارہ میں تجسیم کا قول، اور کسی اَیسے حکم پر اِجماع جو شریعتِ اِسلامی کے مخالف ہو۔

③ بدعتِ مندوب

یہ قواعد ندب کے ماتحت ہے اس کی شرعی دلیل مساجد میں تراویح کی جماعت اور ہر ایسی اچھی بات جو صدرِ اوّل میں نہ تھی اور شریعت کی مخالف بھی نہیں جیسے مدارس کا قیام اور ہسپتال وغیرہ۔

④ بدعتِ مکروہ

یہ قواعد کراہت کے ذَیل میں آتی ہے اِس کی شرعی مثال مساجد کو خوبصورت بنانا اور قرآن کی تزئین وآرائش وغیرہ۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑤ بدعتِ مباح

یہ قواعد اباحت کے ضمن میں آتی ہے اس کی شریعت سے مثال پاکیزہ چیزوں میں اِتنا توسع جو اُنہیں مکروہ یا حرام تک نہ لے جائے مثلاً دلی چاہت کے مطابق کھانا اور عمدہ لباس پہننا۔

مذکورہ تقریر کے مطابق مجلسِ واحد میں جمع قراءت بدعت واجبہ علی الکفایہ ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ بدعت کی مذکورہ تقسیم علماء کے مابین اِختلافی ہے مثلاً اِمام ابواسحاق شاطبی رحمہ اللہ (۷۹۰ھ/۱۳۸۸ء) نے اِس کا اِنکار کیا ہے اور عز بن سلام (۶۶۰ھ/۱۲۹۱ء) نے مذکورہ تقسیم بدعت کو جو مصالح مرسلہ کا نام دیا ہے یہ بھی بدعت ہے کیونکہ شریعتِ اِسلامیہ میں اُن کے بارہ میں کوئی نص موجود نہیں؟

جواب: مذکورہ سوال یا اِعتراض کا جواب یہ ہے کہ یہ تو اَیسی چیز جس کی شریعت میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔ محض اس کے نام رکھنے کا اِختلاف ہے۔ اُصولِ شریعت سے مناسبت رکھتے ہوئے بدعت کا لفظ اِستعمال ہو یا مصالح مرسلہ کا لفظ اِستعمال ہو یہ صرف لفظی اِختلاف ہے حقیقت میں اِس کا کوئی اَثر نہیں کیونکہ اِصطلاحات میں کوئی حد بندی نہیں کی جاسکتی لہٰذا مذکورہ تقسیم بدعت عمدہ ہے اور جمع کو بدعت واجبہ علی الکفایہ کہنے سے اس کی مشروعیت مجروح نہیں ہوتی خاص کر جب یہ مقاصد شریعت کے ساتھ میل کھاتا ہے اور وہ مقصد متعلمین پر آسانی کرنا ہے اُن سے مشقت اور حرج کو رفع کرنا ہے جبکہ بدعت مذمومہ عموماً مقاصد شریعت سے مناسبت نہیں رکھتی۔

اِمام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

بدعت کی دو اَقسام ہیں:

① جو کتاب وسنت اور اجماع کی مخالفت کرے یہ بدعت مذمومہ ہے۔

② اَیسے اچھے کاموں میں (جو خلاف شرع نہ ہوں) اُن کے جواز میں اختلاف نہیں۔

④ یہ کہنا کہ آیات پر آیات کا عطف فساد معنی، خلط قراءت، تحریف اور آیات کو ایک دوسرے جدا جدا کرتا ہے، صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ اُمور یا قباحتیں اس وقت لازم آتی ہیں جب قاری تلفیق/خلط کرکے پڑھے یا جمع کرتے ہوئے غلطی کرے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ خلط جو کلام اللہ میں معنوی فساد کو جنم دیتا ہے اور جمع شرعی میں بہت بڑا فرق ہے۔ جیسا کہ اَہل اَدا جانتے ہیں کہ جمع شرعی کی کئی شروط ہیں جبکہ ترکیب/خلط/تلفیق اس سے خالی ہے۔

یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اس قول سے مراد خلط اور جمع شرعی میں فرق نہ کرنا ہے، چنانچہ جو شخص جمع شرعی کے طریقہ اور باریکیوں سے واقفیت حاصل کیے بغیر جمع کرتا ہے تو اس بارے میں یہی خیال کیا جائے گا کہ اس نے محض سن کر خلط قراءت کیا۔

ترکیب کی وضاحت

ترکیب کا مطلب یہ ہے کہ قاری ایک حکم یا کئی اَحکام ایک رِوایت یا قراءت سے لے اور چند اَحکام کسی اور قراءت یا رِوایت سے لے اور ان تمام کو ایک ہی بار ایک ہی اَیسی کیفیت سے پڑھے جو کسی بھی قاری یا اس کے راوی سے منقول نہیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترکیب کی مثالوں سے وضاحت

ذیل میں ایک مثال کے ذریعے ترکیب کی وضاحت کی جاتی ہے۔

	آیت	وجہ	مندرج
①	مآ أغنى عنه ماله وما كسب	قالون قصر فتح	دوری بصری بوجہ+سوسی
②	عنه	مکی صلہ	-
③	مآ أغنى	قالون، توسط، فتح	دوری بصری
④	مآ أغنىٰ	کسائی	خلف العاشر
⑤	مآ أغنىٰ	ورش فتحہ	-
⑥	مآ أغنىٰ	ورش تقلیل	-
⑦	مآ أغنى	حمزہ	-

مذکورہ آیت میں قاری کے لیے لازم ہے کہ وہ وَجہ پڑھنے کے لیے لفظ 'ما' سے اِعادہ کرے (وگرنہ کلام مثبت ہوجائے گا جو مرادِ الٰہی کے خلاف ہے) کیونکہ جمع میں عمدہ ابتداء اور معنی کی رِعایت رکھنا اِنتہائی لازمی شرط ہے۔ چنانچہ اس کیفیت میں جمع کرنا جائز ہے جب کوئی معنوی فساد، تخلیط، یا تحریف نہیں ہوگی، کیونکہ ہر وجہ بنفسھا مستقل ہے دوسری سے اسے کوئی تعلق نہیں، پھر ہر وَجہ میں آیت کے آخر پر وقف کرنا قراءت، رِوایت اور وجہ کو جدا جدا کرتا ہے۔ ہاں جمع کرتے ہوئے خلط کرنا اور اَوجہ کا ایک دوسری پر عطف ڈالنا وقف کی صورت میں عدم فصل کی حالت میں جائز ہے اور اگر آپ بات کے ذریعے ان میں فصل کردیں تو پھر ہر وجہ ایک مستقل آیت کی صورت میں ہوگی۔ اس میں کوئی ترکیب یا خلط نہیں ہوگا اور نہ ہی سامع کو معنوی فساد نظر آئے گا۔ اگر قاری مذکورہ آیت کو مندرجہ ذیل طریقے سے ترکیب سے پڑھے تو غلط ہے کیونکہ اس صورت میں، قراءت، رِوایت اور وجہ میں اَیسا خلط ہوگا جو قراء یا ان کے رواۃ سے ثابت نہیں۔

مآ أغنى	مدمنفصل میں قصر کے ساتھ۔ اغنی میں امالہ
مآ أغنى	مدمنفصل میں توسط کے ساتھ۔ اغنی میں تقلیل
مآ أغنى عنه	مدمنفصل میں طول کے ساتھ۔ عنہ میں صلہ

مذکورہ حالات کی ترکیب اور قراءت و رِوایات کا خلط ممنوع اور غیر منقول ہے۔ اور اسی طرح اگر جمع کرنے والا لفظ 'ما' کے بغیر 'اغنی' سے اِعادہ کرتا ہے تو یعنی بعض میں ما أغنى اور بعض وجوہ میں اغنی پڑھے تو بھی ٹھیک نہیں کیونکہ معنوی فساد لازم آتا ہے۔ یہی صورت تحریف یا بطلان معنی والی ہے اس کا گناہ پڑھنے والے کے ذمہ ہوگا لہٰذا کسی کے لائق نہیں کہ وہ مہارت حاصل کیے بغیر رِوایات وقراءات کو ائمہ ورواۃ کی طرف منسوب کرکے پڑھے۔

③ یہ کہنا کہ جمع سامع کو تدبر قرآن سے دور کرتی ہے، بھی صحیح نہیں کیونکہ جب بار بار ایک آیت پڑھنے یا سننے کا موقع ملتا ہے تو تدبر کا موقع بھی زیادہ ملتا ہے اور اس کی دلیل سنت نبوی ﷺ میں موجود ہے۔

جیسا کہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے ﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ کو

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بار بار پڑھا۔ اسی طرح بعض صحابہ رضی اللہ عنہم بھی بعض آیات کو بار بار پڑھتے تھے مثلاً ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ بار بار پڑھتے تھے۔ کسی آیت یا اس کے کسی حصے کو جمع کرتے ہوئے بار بار پڑھنے کی دو بڑی وجوہات ہیں۔

① مکرر پڑھنے سے زیادہ ثواب، عبرت اور خوبصورتی حاصل ہوتی ہے جیسا کہ امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”.................. وتزداد یزاد فیه تجملا“

قرآن مجید کو بار بار پڑھنا اسے مزید خوبصورت بناتا ہے۔

② اَحکام قراءات کی پختگی اور کماحقہ اَدا کی مشق کرنا۔

④ اگر اَحناف کے ہاں جمع قراءات کی کراہت کی وجہ عوام کا فتنہ میں مبتلا ہونا اور قراءاتِ صحیحہ متواترہ میں جہالت کی وَجہ سے غلطی کرنا ہے۔ تو یہ بات مطلق طور پر جمع کی کراہت کے لیے صحیح نہیں کیونکہ جمع کرنا تو خاص علمی مجالس میں بھی ممکن ہے جہاں عوام موجود نہ ہوں اور ہم بھی یہی پسند کرتے ہیں کہ جمع خاص علمی مجالس میں کرنا چاہیے تاکہ جمع کے عیوب سے بھی بچا جاسکے اور عوام بھی دین کے بارہ میں غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوں۔ نیز اُن دلائل کے علاوہ مذکورہ قوی شرعی دلائل سے بھی مانعین جمع قراءات کے مؤقف کی کمزوری نمایاں ہوتی ہے۔

فریقین کے دلائل کے تجزیہ کے بعد یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے کہ جمع قراءات میں کوئی بھی شرعی مانع موجود نہیں لہٰذا جمع شرعاً جائز ہے بلکہ اس کے کئی فوائد ہیں جن کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ نیز جمع قراءات سے قاری اور سامع کو بعض آیات کی تفہیم وتفسیر میں بھی آسانی ہوتی ہے مثلاً فرمانِ الٰہی ہے:

﴿وَ إِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَـٰهَا تَدْمِيرًا﴾

”جب ہم کسی بستی کی ہلاکت کا اِرادہ کرتے ہیں تو اس بستی کے مالداروں کو حکم دیتے ہیں کہ وہ اس بستی میں فسق کرتے ہیں چنانچہ ان پر عذاب لازم ہو جاتا ہے اور ہم اُنہیں تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔“ [الاسراء:١٦]

اِس آیت میں لفظ 'أمرنا' میں دو متواتر قراءتیں ہیں۔

① 'أمرنا' یہ نافع، مکی، بصری، شامی، عاصم، حمزہ، کسائی، اَبوجعفر اور خلف العاشر رحمہم اللہ کی ہے۔

② 'ءامرنا' یہ یعقوب کی قراءت ہے۔ اس کا معنی ہے ہم نے اُنہیں بہت مال دیا لیکن اُنہوں نے اس مال کی وجہ سے گناہوں کا اِرتکاب کیا۔

نوٹ: قائلین جمع قراءات نے جمع صوتی (ریکارڈنگ) میں جمع اِفراد کو لازم قرار دیا ہے تاکہ رِوایات مختلفہ میں تخلیط نہ ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علماء نے مکتوب مصحف کو ایک سے زائد قراءت پر لکھنا مکروہ خیال کیا ہے چنانچہ ریکارڈنگ (جمع صوتی) میں بالاولیٰ اس بات کا خیال رکھنا چاہیے۔ میرے نزدیک یہ منع کرنا بہت عمدہ ہے۔ افادہ عام کے لیے ریکارڈنگ محدود پیمانے پر ہو بلکہ اَولیٰ یہی ہے کہ جمع قراءات صرف کلاسوں اور مخصوص دروس میں ہی ہو۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتی محمد طاہر مکی☆

پاکستان میں اختلافِ قراءت والے قرآنی مصاحف کی اِشاعت

كلية القرآن الكريم، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے درس و تدریس کے ۲۰ سالہ دَور کے بعد عوام الناس میں علم القراءات کے مختلف گوشوں سے تعارف وواقفیت کیلئے ماہنامہ 'رُشد' کی مسلسل تین خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا۔ جن میں قراءات سے متعلق جملہ پہلوؤں پر اس قدر تفصیلی مباحث عوامی سطح پر پیش کی گئیں کہ بعض تبصرہ نگاروں کے مطابق قراءات سے متعلق اتنا بڑا علمی کام پہلی دفعہ عالم اسلام کے مجلاّت میں منظر عام پر آیا ہے۔ تقریباً ۳۰۰۰ صفحات پر مشتمل ان اشاعتوں کو فن قراءات کا انسائیکلوپیڈیا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔ مجلّہ کی 'مجلس ادارت' جس میں تمام مکاتب فکر کے نامور قراء کرام شامل ہیں، نے انتہائی سوچ وبچار کے بعد تمام لٹریچر کی چھانٹی کر کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ مضامین کا شاندار مجموعہ تیار کر دیا، جس کی اشاعت کے بعد 'فتنۂ انکارِحدیث' کی طرح 'فتنۂ انکارِقراءات (انکارِقرآن) بھی ان شاء اللہ ختم ہو جائے گا۔

یہ بات بڑی عجیب ہے کہ قراءاتِ سبعہ وعشرہ کو منکرین حدیث وقراءات فتنۂ عجم قرار دیتے ہیں بلکہ سینکڑوں مکتبوں کی طرف سے ان قراءتوں پر مشتمل شائع شدہ قرآنوں کو قرآن مجید ہی تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں۔ حرمین شریفین کے زائرین اکثر اوقات وہاں متعدد قراءات میں شائع شدہ مصاحف دیکھنے کے ساتھ ساتھ پوری دُنیا سے آنیوالے حجاج کرام کو مختلف قراءات کے مطابق قرآن پڑھتے ہوئے سنتے ہیں۔ اگر یہ قراءات قرآن نہیں تو اس کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ عالم اسلام کے کروڑوں مسلمان قرآنِ مجید کی سعادت ہی سے محروم ہیں۔ غور فرمائیے کہ ان متجدّ دین کو اکثر یہ شکوہ رہتا ہے کہ علمائے کرام ایک دوسرے پر فتویٰ بازی کا شغل کرتے ہیں، ایک دوسرے کو گمراہ کہتے اور اُمت میں تفریق پیدا کرتے ہیں جبکہ مسئلہ قراءات میں عالم اسلام کے علماء متفق ہیں مگر مٹھی بھر منکرین حدیث ان کے برعکس دانستہ یا نادانستہ طور پر کروڑوں مسلمانوں کو قرآن سے محروم قرار دے کر انہیں گمراہ اور گم گشتہ راہ قرار دینے پر اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔

ماہنامہ رُشد کی ان علمی وتحقیقی اشاعتوں کے حوالے سے اربابِ علم و دانش کیا رائے رکھتے ہیں؟ اس کیلئے قراءات نمبر۲ اور ۳ میں اہل علم کے تبصرہ جات کا جائزہ لیا جاسکتا ہے، لیکن منکرین حدیث نے ان تحقیقی اشاعتوں کے بعد شدید بوکھلاہٹ کا اظہار یوں کیا کہ ملک کے مختلف حصوں میں پراپیگنڈہ مہم کے طور پر حقائق سے ہٹ کر غیر علمی انداز میں طعن وتشنیع کا آغاز کیا، خصوصاً کراچی میں دار الموطا نامی ادارے نے عوام اور حکومتی اداروں میں منفی لٹریچر تقسیم کر کے اس کارِ مذموم میں 'قیادت کا فریضہ' سرانجام دیا ہے، چونکہ دیگر ناقدین کے اعتراضات بھی اسی لٹریچر کا چربہ ہیں لہٰذا ہم نے مناسب سمجھا کہ دار الموطا کے تقسیم کردہ کتابچہ کو من وعن شائع کرتے ہوئے ادارے کے موقف کے ساتھ ساتھ دیگر علمی وعوامی شخصیات کا اس پر تنقیدی جائزہ پیش کریں اور فیصلہ معزز قارئین پر چھوڑ دیا جائے۔ [ادارہ]

سوال

جناب حضرت مفتی محمد طاہر مکی صاحب، صدر قرآنی مرکز ودار الموطا کراچی ومفتی مدینۃ العلوم اورنگ آباد۔

☆ صدر قرآنی مرکز ودار الموطا، کراچی ...... معروف منکر حدیث عمر عثمانی کے خلف رشید

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

السلام علیکم ورحمة الله و برکاته!

جنابِ گرامی!

لاہور سے اَہلحدیثوں کے ایک اِنتہا پسند گروپ کا ماہنامہ 'رُشد' نکلتا ہے جس نے اپنے جون ۲۰۰۹ء کے شمارے کے صفحہ ۶۷۸ پر لکھا ہے کہ اختلافِ قراءت پر مبنی تین اختلافی قرآنی مصاحف (ورش کا، قالون کا، دوری کا) پاکستان سے باہر شائع ہوچکے ہیں۔ اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶/ قاریوں کے اختلافات والے ۱۶/ قرآنی مصاحف وہ شائع کردے گا۔ اس طرح کل ۲۰/ قرآنی مصاحف ہوجائیں گے (یعنی ان سب میں باہمی اختلافات ہیں۔ کیونکہ اگر ان ۲۰/ مصاحف میں آپس میں اختلافات نہ ہوتے تو پھر ان کو علیحدہ علیحدہ مصاحف کی صورت میں چھاپنے کی ضرورت ہی کیوں ہوتی؟)

پوری تاریخ اِسلام میں یہ اس زمانہ کی نئی بدعت ہوگی۔ ورنہ خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ برصغیر میں کبھی ایسا ہوا۔ حتیٰ کہ کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ برصغیر میں اب اس غالی اَہلحدیث گروپ کی طرف سے یہ پہلی جرأت کی جارہی ہے۔ کیا اس سے عام مسلمانوں کو تشویش نہیں ہوگی؟ اور کیا قرآن کی عظمت میں کمی نہیں آئے گی؟ اور کیا مسیحیوں اور غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ جس طرح چار انجیلوں میں حضرت مسیح علیہ السلام کا پتہ نہیں اسی طرح ان چار یا بیس قرآنوں میں حضرت محمد ﷺ کے اصل قرآن کا کیسے پتہ چلے گا؟ کیا اب ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا؟

پھر یہ چار یا بیس (۴ یا ۲۰) قرآنی مصاحف کس لئے؟

سائل ذاکر حسین، کراچی

الجواب بعون الله الذی أنزل الكتاب

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا . وقال: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾ [البقرة:۲]، ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾ [الطور:۳۴]، ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾[النساء:۸۲] أما بعد:

جیسا کہ سائل نے سوال میں اس حقیقت کا اِظہار کردیا ہے کہ اختلافِ قراءت پر مبنی قرآنی مصاحف شائع کرنے کی جرأت خلافتِ راشدہ سے اُموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت تک، حتیٰ کہ شیعہ مملکت ایران تک میں نہ شاہ کے زمانہ میں، نہ خمینی انقلاب کے بعد بھی، کسی نے نہیں کی۔ غرض اختلافِ قراءت کو متن قرآن میں داخل کرکے مصحف کی شکل میں شائع کرنے کی کسی نے جرأت نہیں کی۔

پہلی مرتبہ یہ حرکت مشہور مستشرق جیفرے نے بیسویں صدی میں کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بھی متن قرآن میں نہیں بلکہ قرآن کریم کے حاشیہ پر اِختلاف قراءت درج کرکے شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا، مگر اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جنگ عظیم میں بمباری کے دوران اس کے سارے کام کو تباہ کردیا۔

حیرت ہے اَب اسلام کے کچھ نادان دوست اس کام کی جرأت کریں جس کی جرأت غیر مسلم تک نہ کرسکے۔ ان نادان دوستوں کی پُشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانی (ترکی) تک کے اجماع اُمت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی اس کا موقع فراہم ہوجائے گا کہ وہ قرآن کریم کو متنازعہ بنانے، اور چار انجیلوں کی طرح قرار دینے کے اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچاسکیں۔

سب کو معلوم ہے کہ غیرعرب مسلمانوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہونے کی وجہ سے (جو عربی نہیں جانتے تھے) ان کی سہولت کے لیے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی نگرانی میں ابوالاسود دُولی نے قرآن کریم پر اعراب (زیر، زبر، پیش) لگائے تھے۔ پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود دُولی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا اور تمام اموی خلافت میں دارالخلافہ دمشق سے افریقہ کے الجزائر و مراکش اور یورپ کے ہسپانیہ تک اور ادھر عراق و ایران سے بخارا و سندھ تک، تیسری طرف حرمین شریفین اور نجد و یمن تک، چوتھی طرف ترکی، آرمینیا اور کوہ قاف کی انتہاؤں تک، تمام خلافتِ بنوامیہ میں اعراب والا یہی ایک قرآن کریم رائج ہوا۔ ان کے بعد سلیمان کی خلافت آئی جس کے مشیر اعظم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے۔ پھر اس کے بعد خود عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی اپنی خلافت میں بھی یہی حجاج کی نگرانی میں لگائے گئے اعراب (زیر، زبر، پیش) والا مصحف (قرآن کریم) رائج رہا۔ کبھی کسی کو اعتراض کرنے کی یا اس کے برخلاف اختلافی قراءت والا مصحف پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اس کے بعد عباسی دور میں بھی پورے عالم اسلام میں یہی اعراب والا مصحف رائج رہا۔ پھر خلافت عثمانیہ (ترکی) میں یہی رائج رہا۔ غرض جب تک مسلمانوں کا خلافت کی صورت میں اجتماعی شیرازہ برقرار رہا۔ تمام اُمت کا اسی مصحف پر اجماع رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی، خلافت سے چل کر ان کے بعد خلافت عبدالملک، خلافت ولید، خلافت سلیمان و خلافت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تابعی خلافت سے ہوتے ہوئے آج تک یکساں اعراب والا یہی قرآن کریم باجماع وتواتر ہر خلافت اسلامی میں جاری رہا اور تراویح میں پڑھا اور سنایا جاتا رہا۔ ہاں خلافت کے خاتمہ کے بعد اسلام کے دشمنوں کو قرآن کریم کی عظمت کے خلاف طرح طرح کے پلان بنا کر کامیاب ہونے کی توقع ہوئی جس کی تاریخی طور پر پہلی معلوم کوشش مستشرق آرتھر جیفرے کی تھی جو قرآن کریم کے حاشیہ پر اختلاف قراءت پیش کرکے حفاظت قرآن کے متعلق مسلمانوں کے گہرے ایمان کو متزلزل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آئندہ مسلمان مسیحیوں سے یہ سوال نہ کرسکیں کہ اگر انجیلیں چار ہیں تو پھر ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کون سی ہے؟ جیفری اور اس کے اندھے مقلدین کی کوششیں اگر کامیاب ہوجائیں تو پھر اس سوال پر مسیحی پلٹ کر خود مسلمانوں سے سوال کرسکیں گے کہ جناب آپ کے چار+ سولہ= بیس قرآنوں میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی قرآن کون سا ہے؟ جب مسلمان اس کا جواب دے دیں گے تو پھر ہم مسیحی چار انجیلوں میں سے مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کا جواب بھی دے دیں گے۔

اَفسوس ان تکلیف دہ سازشوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور بصیرت سے محروم نادان دوست خود ہی ان کے جال میں پھنس گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو غافل نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے کام میں تعاون کرکے سعادت عظمیٰ میں شریک ہوں ﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ [محمد:۷] لیکن اگر کوئی بدقسمت محروم رہنا چاہتا ہے تو ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ﴾ [محمد:۳۸] کا مظاہرہ ہوتا ہے اور بغیر کسی کی مدد کے اللہ اپنا کام کرکے دکھاتا ہے۔

آرتھر جیفرے یہ سازش کر رہا تھا مگر اللہ کی بے آواز لاٹھی نے دوسری جنگ عظیم میں دوطرفہ بمباری کی زد میں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاکر جیفر ے کے کیے گئے تمام کام کو، اوراس عمارت کو، جس میں یہ کام ہو رہا تھا، مکمل تباہ کردیا۔
ہاتھی والوں سے بیت اللہ (کعبہ) کو بچانے کے خدائی معجزہ کی طرح کلام اللہ (قرآن کریم) کو اس کے دشمنوں سے بچانے کے لیے یہ تازہ ترین معجزہ تھا: ﴿ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ [یوسف:۲۱]
﴿فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ○ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ [الزمر:۲۵،۲۶]

ان مختصر تمہیدی جملوں کے بعد سائل کے لیے ہمارا جواب وہی ہے جو حکیم الامت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے امداد الفتاویٰ (دارالعلوم کراچی ایڈیشن) کی پہلی جلد میں ہے کہ مصاحف کی شکل میں اختلاف قراءت کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلاف قراءت پر مبنی تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔

اس جواب کے ساتھ یہ خوش خبری بھی معلوم ہوئی ہے کہ حکومت پنجاب نے اختلاف قراءت کے حوالہ سے قرآن کریم کے اختلافی مصاحف چھاپنے کا پروگرام رکھنے والوں کے خلاف نوٹس لیا ہے جس کے لیے وہ تحسین کی مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دانستہ یا نادانستہ بہرصورت دشمن کا آلۂ کار بننے سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

مزید بصیرت کے لیے مولانا تھانوی کا (جو خود بھی سبعہ کے قاری تھے) فتویٰ (سوال و جواب مکمل) یہاں بھی درج کیا جاتا ہے۔ ان کا یہ جواب مسلم آبادی کے ستر فیصد اکثریتی حصہ پر مشتمل حنفی مسلک کی مکمل ترجمانی ہے جیسا کہ فتاویٰ ہندیہ عالمگیر، فتاویٰ تاتارخانیہ، فتاویٰ شامی ردّالمختار وغیرہ سے ظاہر ہے۔

محمد طاہر (دارالافتاء، مدینۃ العلم، کراچی)

کتب مدرك نمی شود تعلق بسماع ازماهر دارد۔ من از قراء پانی پت که دراین فن از دیگراں امتیاز خاص دارند ایں حرف شنیده ام در ادائے شاں صریح امتیاز محسوس میشودهم از ظاء وهم از دال هذا وجواب خامس تتمه هم دار دوآں اینکم حکم بفساد صلوٰۃ برفتویٰ متأخرین عام نیست بلکه مخصوص است به قادر بر ادائے صحیح اما غیر قادر پس نمازش و همچنیں امامتش صحیح خواں را و غلط خواں را درهر دو صورت صحیح است خواه بصوت ِ دال خواند خواه بصوت ِ ظاء که آں لغت او گشته باز در صورت غلط ادا نمودن آیا ترجیح دال مفخم راست که اگرچه غلط است لاکن ممتاز است بخلاف ظاء که ممتاز هم نیست یا ظاء معجمه راست که اگرچه ممتاز نیست لیکن حرف قرآن ست بخلاف دال ایں کلام دیگر ست و درهر دو جانب جماعتے است از اهل علم و لکل وجهة هو مولیها۔

۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ (النور صفحہ ۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۵۳ھ) [امداد الفتاویٰ: ۱/۱۹۴]

منع از غلو در قراءۃ سبعه بوقت احتمال فتنۂ عوام۔

سوال (۲۴۲) بعض مقامات میں سبعہ قراءۃ کا چرچا حد سے تجاوز کر چلا ہے۔ بعض حفاظ لڑکوں اور جاہلوں کو مختلف روایتیں یاد کرا کے پڑھاتے اور پڑھواتے ہیں اور اُس کو صریحاً بغرض ریا پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تراویح میں بھی ایسا ہوتا ہے جس سے سوا نمود کے کوئی نفع نہیں۔ کیا اس طرح پڑھنے پڑھانے میں اس زمانۂ پرآشوب میں یہ خوف نہیں ہے کہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہال و مخالفین اسلام ان اختلافات کو سن کر مشوش ہوں گے اور خوف فتنہ نہیں ہے؟۔ چنانچہ بعض حفاظ نے تو ایک رکعت میں روایت حفص پڑھی، دوسری رکعت میں روایت قالون، کسی نے ٹوکا تو کہہ دیا کہ تم نہیں جانتے۔ ایسی صورتیں اچھی معلوم نہیں ہوتیں۔ کیا یہ فعل قابل روکنے کے نہیں ہے۔ براہِ نوازش اگر قابل ممانعت ہے تو اس کا جواب ذرا تفصیل سے الامداد میں طبع ہوجائے تو بہتر ہے میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ اس کی تعلیم بند ہو بلکہ زور دیا جائے کہ تجوید کا نام قراءت ہے اور عوام کو اسی کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی، حرف بھی اس کا اچھا ہو تو اس کو سبع پڑھائی جائے۔ سفہاء اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جائے اور قراءت جاننے والوں کو چاہیئے کہ ہر کس و ناکس کو سوائے روایت حفص اور تجوید کے کچھ نہ پڑھایا کریں۔

الجواب

قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [الأنعام:۱۰۸] في تفسير بيان القرآن۔ اس سے قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح (بلکہ مستحب بھی ۱۲منہ) جب حرام کا سبب بن جائے وہ حرام ہوجاتا ہے۔......الخ (وهذا المبحث) [امداد الفتاویٰ، جلد اوّل فصل فی التجوید: ۱۹۵]

كله صالح لأن يلاحظ فيه ۱۲) وروى البخاري عن عليّ قال: حدثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يُكذب الله ورسوله. (في حقيقة الطريقة). [صحيح البخاري: كتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما دون قوم......]

بعضے بیباک عوام کے سامنے بے تکلف دقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعضے عوام اُن کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہوجاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ و رسول کی تکذیب کا تحقق ہوا۔ والثاني أشد من الأوّل. اس حدیث میں اس عادت کی ممانعت ہے۔

وروى مسلم عن ابن مسعود رضى الله عنه أنه قال: ما أنت بمحدث قوما لا يبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة. فى حقيقة الطريقة۔ [مقدمة صحيح مسلم]

اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے ص۸۲ وفي رد المحتار تحت مسئلة كراهة تعيين السورة في الصلوٰة من الدر المختار ما نصه حاصل كلام هذين الشيخين بيان وجه الكراهة في المداومة وهو أنه إن رأى ذلك وحتما يكره من حيث تغيير المشروع وإلا يكره من حيث إيهام الجاهل. [ج۱ص۵۶۸]

آیت اور حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام و جُہلا میں مفسدہ و فتنہ اعتقادیہ یا عملیہ قالیہ یا حالیہ پیدا ہو اُس کا ترک خواص پر واجب ہے باقی فتنہ کا حدوث یا عدم حدوث یہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے سوال میں بعض حالات میں جو فتنہ سبعہ پر مرتب ہوتا ہوا مذکور ہے وہ مشاہدہ ہے پس فتویٰ شرعی ہوگا۔ کہ خاص اُن احوال میں سبعہ کا استعمال ممنوع ہوگا اور اگر اس کے ساتھ قاری کی نیت بھی اظہار علم و دعوائے کمال و ریاء و تصنع و تفاخر ہو تو یہ فتنہ اس کے لیے مزید برآں ہے لہٰذا اس باب میں جو مشورہ سوال میں مذکور ہے۔ واجب الاتباع ہے۔ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ [تتمہ خامسہ ص۴۱]

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد عطاء اللہ صدیقی ☆

اِختلاف قراءت پر مبنی مصحف کی اِشاعت کے خلاف منفی پراپیگنڈہ......حقائق کیا ہیں؟

اِسے فکر وتدبر کی موت کہا جائے، فہم و اِدراک کا قصور یا پھر شیطانی فطرت کے فتور کا نام دیا جائے کہ یکے از سفیہان عروس البلاد (کراچی) کو الہام ہوا ہے (ملہم قادیان کے ہفوات ذہن میں رہیں) کہ خطۂ پنجاب (لاہور) سے 'غالی اہل حدیثوں' کا ایک گروہ قاریوں کے اختلاف والے ۱۶ قرآنی مصاحف شائع کرنے کا پورا منصوبہ بنا چکا ہے جس سے مسلمانوں میں 'سخت تشویش' کے پیدا ہونے کے 'خطرات' پائے جاتے ہیں۔ ماہنامہ 'رُشد' کے جون ۲۰۰۹ء کے شمارے میں جب سے اس ذات شریف نے اس 'خبر' کا مطالعہ کیا ہے 'غیرتِ ایمانی' کا ایک جوار بھاٹا ان کے قلب کو گرمائے جارہا ہے۔ موصوف نے پاکستان کے مسلمانوں کو اس فتنۂ ملہمہ کے متعلق 'باخبر' کرنے کے لیے ہاہا کار کا ایک بازار گرم کر رکھا ہے۔ اس ضمن میں موصوف نے کراچی کے ایک مفتی حضرت محمد طاہر مکی صاحب کی فتویٰ ساز فیکٹری سے فرمائشی مال کے طور پر ایک طویل فتویٰ بھی حاصل کیا ہے جس پر ان کے علم وفضل کا چوکھا رنگ چڑھا ہوا ہے۔ قبلہ مفتی صاحب، خدا ان کے 'علم وفضل' کا سایہ اس 'جاہل اُمت' کے سر پر ہمیشہ قائم رکھے۔ (آمین) نے تمام مالہ وما علیہ کا عرق ریزی سے مطالعہ کرنے کے بعد مسلمانوں کو بروقت 'خبردار' کیا ہے کہ مصاحف کی شکل میں اِختلاف قراءت کو شائع کرنے سے منع کرنا ان پر 'واجب' ہے، مفتی صاحب قبلہ نے اپنے فتویٰ میں عوام کو یہ 'خوشخبری' بھی سنائی ہے کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے حکومت پنجاب نے اختلاف قراءت کے حوالے سے قرآن کے اختلافی مصاحف چھاپنے والوں کے خلاف نوٹس لے لیا ہے۔ وہ ذاتِ شریف جن کی ذاتی کاوشوں کے نتیجے میں دانائے روزگار (اس کی وضاحت آگے آرہی ہے) مفتی محمد طاہر مکی صاحب کے اِلہامی قلم سے مذکورۃ الصدر فتوی کا ظہور عمل میں آیا ہے اور جن کی درخواست پر حکومت پنجاب نے اس معاملے کا 'نوٹس' لینے کی زحمت گوارا کی ہے، ذاکر حسین کے نام نامی سے متہم ہے۔ انہوں نے 'استفادہ عوام' کے لیے (ہمیں حسنِ ظن ہے کہ اپنی جیب سے) ماہنامہ 'رُشد' کا متعلقہ صفحہ ۶۷۸، مفتی صاحب کا طویل فتویٰ، اپنی درخواست (بزبانِ انگریزی) اور حکومت پنجاب کی طرف سے جاری کردہ نوٹس کو شائع کرا کے پھیلا دیا ہے۔ ہم اپنے بخت کی سرفرازی پر نازاں ہیں کہ اس عظیم 'تبلیغی لٹریچر' کا مطالعہ کرنے والوں میں ہمارا مرتبہ 'سابقون الاوّلون' میں شمار کیا جائے گا۔

مذکورہ بالا تمہید کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ذاکر حسین کی 'شکایت' کی حقیقت سے قارئین کو آگاہ کیا جائے۔ مذکورۃ الصدر فتویٰ، حکومتی نوٹس اور دیگر متعلقہ دستاویزات کے متعلق ناقدانہ تبصرہ بھی ان سطور کا بنیادی موضوع ہے۔ اگر

☆ 'ماہنامہ محدث' کے نامور سکالر، معروف کالم نویس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوسکا تو پردہ نشینوں کے سازشی اَذہان اور اس تحریک خبیثہ کے حقیقی محرکات پر اظہارِ خیال کیا جائے گا۔

ذاکر حسین، جن کا ابھی ذکر ہوا ہے اور جو ہماری گذارشات کے 'ممدوح خاص' ہیں، کراچی میں ناظم آباد میں کہیں گوشۂ نشین ہیں۔ نہیں معلوم کہ ماہنامہ 'رُشد' کا جون ۲۰۰۹ء کا شمارہ ان کے ہاتھ کیسے لگا۔ ممکن ہے کسی پردۂ نشین 'شکاری' نے انہیں غلیل کے طور پر استعمال کیا ہو اور موصوف 'گولہ باری' پر اتر آئے ہوں۔ ان کے تحصیل علم یا علمی مشاغل کا حدود اَربعہ بھی ہمیں معلوم نہیں۔ البتہ مفتی محمد طاہر مکی صاحب کو سائل کے طور پر انہوں نے جو مکتوب تحریر کیا ہے اور پھر زبانِ افرنگ میں انہوں نے جو دو عدد خطوط وفاقی وزیر مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو تحریر کئے ہیں، ان سے ان کے مبلغ علم، انگریزی زبان پر قابل رشک 'عبور'، ابلاغی استعداد اور ذوق نشر واشاعت سے ایک عام قاری 'متاثر' ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ہمارے ممدوح کی انگریزی دانی نے ہمیں خاص طور پر 'متاثر' کیا ہے۔ ہماری مدیر 'رُشد' سے گذارش ہے کہ وہ ان کے خطوط کو قارئین کی اطلاع کے لیے شائع کردیں تاکہ انہیں بخوبی اندازہ ہوجائے کہ اختلافاتِ قرآت پر مبنی مصاحف کی مزعومہ اشاعت پر جن صاحب نے گرفت کی ہے ان کا علمی مقام کس قدر 'بلند' ہے۔

یہاں ہم ذاکر حسین کا 'سوال' لفظ بہ لفظ نقل کرتے ہیں جو انہوں نے مفتی محمد طاہر مکی صاحب کی خدمت میں فتویٰ کے حصول کے لیے اِرسال کیا:

سوال:

”جناب حضرت مفتی محمد طاہر مکی صاحب، صدر قرآنی مرکز ودار الموطا کراچی ومفتی مدینۃ العلوم اورنگ آباد۔

السلام علیکم ورحمة الله و برکاته، وبعد:

جناب گرامی!

لاہور سے اہلحدیثوں کے ایک اِنتہا پسند گروپ کا ماہنامہ 'رُشد' نکلتا ہے جس نے اپنے جون ۲۰۰۹ء کے شمارے کے صفحہ ۶۷۸ پر لکھا ہے کہ اختلافِ قراءت پر مبنی تین اختلافی قرآنی مصاحف (ورش، قالون اور دوری) پاکستان سے باہر شائع ہوچکے ہیں۔ اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلافات والے ۱۶ قرآنی مصاحف وہ شائع کردے گا۔ اس طرح کل ۲۰ قرآنی مصاحف ہوجائیں گے (یعنی ان سب میں باہمی اختلافات ہیں۔ کیونکہ اگر ان ۲۰ مصاحف میں آپس میں اختلافات نہ ہوتے تو پھر ان کو علیحدہ علیحدہ مصاحف کی صورت میں چھاپنے کی ضرورت ہی کیوں ہوتی؟)

پوری تاریخ اسلام میں یہ اس زمانہ کی نئی بدعت ہوگی۔ ورنہ خلافتِ راشدہ سے اموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت میں کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ برصغیر میں کبھی ایسا ہوا۔ حتیٰ کہ کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ برصغیر میں اب اس غالی اہلحدیث گروپ کی طرف سے یہ پہلی جرأت کی جارہی ہے۔ کیا اس سے عام مسلمانوں کو تشویش نہیں ہوگی؟ اور کیا قرآن کی عظمت میں کمی نہیں آئے گی؟ اور کیا مسیحیوں اور غیر مسلموں کو یہ کہنے کا موقع نہیں ملے گا کہ جس طرح چار انجیلوں میں حضرت مسیح کا پتہ نہیں اسی طرح ان چار یا بیس قرآنوں میں حضرت محمد ﷺ کے اصل قرآن کا کیسے پتہ چلے گا؟ کیا اب ایک خدا، ایک رسول ﷺ، ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا؟

پھر یہ چار یا بیس (۴ یا ۲۰) قرآنی مصاحف کس لئے؟

سائل (ذاکر حسین، کراچی)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معلوم ہوتا ہے کہ ذاکر حسین قبلہ مفتی صاحب کی رگِ نازک اور حساسیت سے بخوبی واقف ہیں۔اسی لیے انہوں نے سوال کی پہلی سطر میں ہی ان کے غیظ وغضب کو بھڑکانے کے لیے 'اہل حدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ' کے الفاظ کا استعمال ضروری خیال کیا۔ ایک 'اہل حدیث' اور وہ بھی 'انتہا پسند گروپ'۔ جب ذاکر حسین نے مفتی صاحب کو پہلے ہی ہلے میں یقین دلا دیا کہ سائل اہل حدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ کی تازہ جرأت کے متعلق فتویٰ طلب کرتا ہے تو گویا مفتی صاحب کا کام انہوں نے آسان کر دیا۔ ایک 'انتہا پسند گروپ' کے متعلق مفتی صاحب اگر فتویٰ صادر نہ فرماتے تو ان کی 'اعتدال پسندی' اور 'ایمانی غیرت' معرضِ خطر میں پڑ جاتی۔مفتی صاحب کے فتویٰ میں ان کا 'جوش ایمانی' شاید اسی 'انتہا پسندی' کے استیصال کے خلاف ٹھاٹھیں مارتا دکھائی دیتا ہے۔ ذاکر حسین کی مؤثر اشتعال انگیزی کے اثرات ان کے فتویٰ پر واضح دکھائی دیتے ہیں۔ہمیں مفتی صاحب کی 'وسعت علمی' پر ترس آتا ہے کہ موصوف کو 'اہل حدیثوں کے ایک انتہا پسند گروپ' کے متعلق جاننے کے لیے ذاکر حسین جیسے سائل کی جذباتی اپیل کا زیر بار اِحسان ہونا پڑا۔ 'محدث' اور جامعہ لاہور الاسلامیہ کو ایک دنیا جانتی ہے۔اسے ایک 'انتہا پسند گروپ' کا نام دینا ایک انتہائی لغو جسارت، دریدہ دہنی اور خبثِ باطن کے اظہار کی مذموم کاوش ہے۔

سائل نے اپنے سوال میں علمی اُسلوب اختیار کرنے کی بجائے فرقہ وارانہ اور مسلکی اختلاف کی جذباتی فضا پیدا کرکے اپنا مطلوبہ جواب حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

ذاکر حسین نے اپنے سوال میں حقائق کو مسخ کرکے پیش کیا ہے۔ ماہنامہ 'رشد' کے جون کے شمارے میں صفحہ نمبر ۶۷۸ پر کہیں بھی مذکور نہیں ہے کہ یہ ادارہ ''اب موجودہ قرآن کریم کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلافات والے ۱۶ قرآنی مصاحف شائع کرے گا۔'' ذاکر حسین کا یہ جملہ تلبیس کوشی، ژاژ خائی اور دروغ بافی کی قابل نفرت مثال پیش کرتا ہے، یہ بات صریحاً جھوٹ پر مبنی اور بے بنیاد ہے۔ 'رُشد' کے صفحہ ۶۷۸ پر جو کچھ شائع ہوا ہے اور اس کو جس انداز میں ان صاحب نے پیش کیا ہے، ان دونوں میں بُعد المشرقین ہے۔ یہ فرض نہیں کیا جاسکتا کہ ذاکر حسین شائع شدہ مواد کو سمجھنے سے قاصر رہا ہے، کیونکہ اس میں کسی طرح کا بھی ابہام، اغلاق یا پیچیدگی نہیں ہے۔ جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا مفہوم روزِ روشن کی طرح واضح ہے۔ایک اوسط فہم کا مالک انسان بھی اسے بہت آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ اگر ذاکر حسین اس کو بالفرض نہ سمجھ سکا تو ایسے گیدی خر کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ کسی مفتی صاحب کے درِ علمی پر دستک دیتا اور فتویٰ کی خیرات طلب کرتا پھرے۔ ایسے مجہول کا اصل مقام تو کسی آہن گر کی خراد ہوسکتی ہے، کسی دارالافتاء کا طواف اس سے بعید ہے۔

ذاکر حسین نے اپنے سوال میں وضاحتاً بتایا ہے ''اگر ان ۲۰ مصاحف میں آپس میں اختلافات نہ ہوتے تو پھر ان کو علیحدہ علیحدہ مصاحف کی صورت میں چھاپنے کی ضرورت ہی کیوں آتی؟'' نجانے موصوف نے یہ سوال داغنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ آخر کس کافر نے انکار کیا ہے کہ یہ 'اختلافات' نہیں ہیں؟ جو اصل بات مفتی صاحب سے پوچھنے کی تھی وہ یہ تھی کہ یہ 'اختلافات' کس نوعیت کے ہیں اور ان 'اختلافات' کے قرآن مجید کے متن اور معانی پر کیونکر اثرات مرتب ہوئے ہیں؟

ان سوالات کے سیر حاصل جوابات 'رشد' کے مضامین میں جابجا پڑھنے کو ملتے ہیں۔اس رسالے کے صفحہ نمبر ۶۷۸

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو معترض نے بھی ضرور ان کو دیکھا ہوگا۔ اُسے چاہیے تھا کہ اپنے سوال میں ان نکات کو بھی پیش کرتا۔ مگر وہ ایسا کیوں کرتا؟ جب ایک شخص شروع سے ہی بدنیت ہو، اُس سے ایسے انصاف کی توقع کیونکر کی جاسکتی ہے؟ اس نے مفتی صاحب سے سوال اس نیت سے تھوڑا پوچھا تھا کہ اسے انشراحِ صدر مطلوب تھا، وہ تو اس فتویٰ کو اپنی پراپیگنڈہ فیکٹری میں آتش گیر مادے کے طور پر استعمال کرنا چاہتا تھا۔

اس 'سوئے ظن' کے متعدد قرائن پیش کئے جاسکتے ہیں۔ اس سائل کے خبث باطن کو بھانپنا کوئی مشکل امر نہیں ہے یہ تو سر بازار اس کی رسوائی کا تماشا پیش کررہا ہے۔

سائل ذاکر حسین (غلیل) سوال کے دوسرے حصے میں مورخ بن کر سامنے آئے ہیں۔ وہ مذکورہ اشاعت مصحف کو 'اس زمانہ کی نئی بدعت' قرار دیتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کی تاریخ تو ایک طرف حتیٰ کہ ''کسی غیر مسلم تک کو اس کی جرأت نہیں ہوئی۔ برصغیر میں اس غالی اہل حدیث گروپ نے یہ پہلی جرأت کی ہے۔'' گویا موصوف کے خیال میں یہ 'غالی اہل حدیث' 'اسلام دشمنی' میں غیر مسلموں سے بھی آگے نکل گئے ہیں۔ اسلامی تاریخ کا جائزہ اور اس گروہ کی عدیم النظیر جرأت کی نشاندہی کے بعد سائل نے مسلمانوں کے درمیان تشویش پھیلنے کے خطرات سے مفتی صاحب کو متنبہ کیا ہے۔ پھر انہوں نے مفتی صاحب کے خوابیدہ ضمیر پر تابڑ توڑ سوالات کے میزائل داغے ہیں۔

اُٹھو وگرنہ حشر نہیں ہو گا نہ پھر کبھی

والا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ پھر سوال کی صورت میں اپنے اس خدشے کا اظہار کرکے بات ختم کی ہے کہ اب ایک خدا، ایک رسول، ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا۔ پھر یہ ۱۴ یا ۲۰ قرآنی مصاحف کس لیے؟

کیا سائل ذاکر حسین، جن کو ابھی تک ہم نے اپنے مفروضے اور ان کے دستخطوں کی وجہ سے 'سائل' بیان کیا ہے، نے 'اس زمانہ کی نئی بدعت' اور 'غالی اہل حدیث گروپ کی پہلی جرأت' کے متعلق جس طرح خدشات کا اظہار کیا ہے ان کی کوئی حقیقت بھی ہے؟ کیا یہ معاملہ مسلمانوں کے لیے واقعی قابل تشویش ہے؟ کیا یہ کوئی ایسی 'اسلام دشمن' حرکت ہے جس کی جرأت اب تک کسی غیر مسلم کو بھی نہ ہوئی تھی؟ کیا اس طرح کے مصاحف کی اشاعت واقعی کوئی 'پہلی جرأت' یا پہلا اقدام ہے؟ کیا اس معاملے کا چار انجیلوں سے عقلی طور پر موازنہ کیا جاسکتا ہے؟ کیا اس سے قرآن کریم کی عظمت میں واقعی کوئی کمی واقع ہوجائے گی؟ کیا ان مصاحف کی اشاعت کے بعد اصل قرآن کا پتہ لگانا مشکل ہوجائے گا؟ کیا ہم سائل کے اس خدشہ میں شریک ہوسکتے ہیں کہ اب ایک قرآن کا دعویٰ ختم ہوگیا؟ سب سے بڑا سوال یہ ہے کہ یہ سارے سوالات کسی سنجیدہ ذہن کی علمی تحقیق کے نتائج ہیں یا پھر ایک شیطانی سوچ اور فسادی ذہن کی خرافات ہیں جسے وہ تلبیس کوشی کے پردے میں مسلمانوں کی 'تشویش' کا نام دے رہا ہے؟ ہم اس معاملے کا باریک بینی سے جائزہ لینے کے بعد اپنے نتائج فکر بیان کریں گے۔ (اِن شاء اللہ)

فتویٰ

مفتی طاہر مکی صاحب نے ذاکر حسین کے سوال کے جواب میں جو فتویٰ تحریر کیا ہے اور بعد میں افادۂ عوام کے لئے اِس کی تشہیر پر مال خرچ کیا ہے اس کا مکمل متن دو صفحات کے بعد اسی مضمون میں ملاحظہ کریں۔ (یا اس سے پچھلا مضمون دیکھیں جس میں سوال وجواب دونوں مکمل طور پر موجود ہیں۔)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتویٰ کے متن کا پوسٹ مارٹم

ہم نے 'نقد' یا 'تنقید' کی بجائے شعوری طور پر 'پوسٹ مارٹم' (جراحی پس از مرگ) کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ ایک مردہ لاش کی توہین کے لیے یا تو اس پر کوڑے برسائے جاتے ہیں اور یا پھر 'پوسٹ مارٹم' کے ذریعے اس کا تیا پانچہ کرکے رکھ دیا جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک زیرنظر 'فتویٰ' ایک 'مردہ لاش' سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ مفتی محمد طاہر صاحب اپنے قلم معجزہ رقم سے اس میں زندگی ڈالنے کی کوشش تو کرتے رہے ہیں مگر اس تحریر میں جان نہیں ڈال سکے۔ جب ان کی 'مسیحائی' کارگر نہ ہوئی تو انہوں نے اس 'مردہ لاش' کو بے گوروکفن چھوڑ کر فرار ہونے میں عافیت سمجھی۔ سائل ذاکرحسین بے چارے کو محض یہ کہہ کر ٹرخا گئے کہ ''ہمارا جواب وہی ہے جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے امداد الفتاویٰ کی پہلی جلد میں ہے۔''

اگر ذاکرحسین کوئی افسانوی کردار نہیں ہے تو مفتی صاحب سے اتنا تو دریافت کرسکتا تھا۔ ''قبلہ! اگر اس سوال کا آپ نے یہی جواب دینا تھا تو خواہ مخواہ طولانی تمہید باندھنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟'' مفتی صاحب نے اپنے نام نہاد فتویٰ کے آغاز میں جس انداز میں مسئلہ مذکورہ کے تاریخی ارتقاء پر مضمون نگاری شروع کی تھی اس سے ہمیں بجا طور پر توقع تھی کہ وہ 'غالی گروپ' کی 'گمراہی' ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت اور آثار سے حوالہ جات کے انبار لگا دیں گے اور پھر آخر میں نہایت حکیمانہ اور مفتیانہ اُسلوب میں سائل کے لیے بالخصوص اور دیگر عوام کالانعام کی ہدایت کے لیے بالعموم انتہائی مؤثر اور نتیجہ خیز جواب تحریر فرمائیں گے۔ مگر

اے بسا آرزوئے کہ خاک شد

سچی بات یہ ہے کہ قبلہ مفتی صاحب کا 'الجواب' آخر تک پڑھ چکنے کے بعد بھی ہم اصل 'فتویٰ' کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ ہم نے بہت سے مفتیانِ کرام کے فتویٰ جات کا بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے مگر ایسا 'نادرۂ روزگار' فتویٰ ہمارے علم میں نہیں ہے۔ 'علم ودانش' کے کسی ایسے ہی 'جواہر پارے' کی تفہیم سے عاجز آکر شاید غالب جیسے نکتہ دان کو کہنا پڑا ؎

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھیے
ناطقہ سربہ گریباں ہے اسے کیا کہیے

ہماری مندرجہ بالا شگفتہ خاطری سے اگر کوئی صاحب یہ نتیجہ نکال رہے ہیں کہ مفتی صاحب نے حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی رائے کو نقل کرنے پر ہی اکتفا کرکے اپنی پیدائشی نالائقی کا ثبوت دیا ہے تو ہم ان صاحب کی خدمت میں یہی عرض کریں گے کہ وہ مفتی صاحب کے متعلق قائم کئے جانے والے اس سوئے ظن سے توبہ کرلیں۔ مفتی صاحب نے حضرت تھانوی کے فتویٰ کے پیچھے پناہ لے کر اپنے تئیں بڑی 'حکیمانہ' (شاطرانہ) چال چلی ہے۔ انہیں خدشہ تھا کہ ان کی ذاتی رائے کو شاید قبولیت عام نہ ملے اور بہت سارے علماء کسی پیشہ وارانہ رقابت یا معاصرانہ چشمک کی وجہ سے ان کی رائے کو درخور اعتنا نہ سمجھیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی رائے کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے سے گریز کی حکمت عملی اپنائی۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ کم از کم اہل دیوبند میں سے تو کوئی حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کی جسارت کرکے اپنی جگ ہنسائی اور تحقیر کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ ان کی عزت ومنزلت بلا شبہ اس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حلقے میں ایسی ہی ہے۔اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ دیو بند کے مدرسے نے ان سے بڑا عالم دین پیدا نہیں کیا مگر مفتی طاہر صاحب کے شاطرانہ ذہن نے انہیں خود فریبی میں مبتلا کیا۔ یہ ضرور ہے کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی رائے اور فتاویٰ کا لوگ احترام کرتے ہیں مگر کیا لوگوں نے اپنے ذہنوں کو تالا لگا رکھا ہے؟ کیا وہ یہ بھی نہیں دیکھیں گے کہ مفتی محمد طاہر نے تھانوی صاحب کے فتویٰ کو جس تناظر میں بیان کیا ہے کیا واقعی اس مخصوص صورتِ حال میں اس کا اطلاق اور انطباق درست ہے؟

نام نہاد سائل ذاکر حسین کے 'سوال' کا علامہ مفتی محمد طاہر مکی مدظلہ تعالیٰ نے کیا جواب عنایت فرمایا بلکہ اس معاملے میں اپنا 'فتویٰ' کیا صادر فرمایا، اس کو انہی کے الفاظ میں ہم ضرور بیان کریں گے۔مفتی صاحب قبلہ نے اس سوال اور فتویٰ کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی ہے تاکہ اہل پاکستان کو اس 'نئی بدعت' اور اہل حدیثوں کے ایک غالی گروپ کو اس 'پہلی جرأت' سے باز رکھنے کی 'نیک جدوجہد' کو عملی شکل دی جاسکے۔ اس فتویٰ سے پہلے ماہنامہ 'رُشد' کے اس حصے کو دیکھنا ضروری ہے جس میں مذکورہ مصاحف کی 'مبینہ اشاعت' کا فخریہ اعلان کیا گیا ہے۔ اگرچہ سائل ذاکر حسین کا فرض تھا کہ وہ ان 'قابلِ اعتراض' سطور کو بھی اپنے 'علمی سوال' کا حصہ بناتا مگر معلوم ہوتا ہے وہ فتویٰ کے حصول کے لیے سوال نویسی کی 'مطلوبہ استعداد' بہم نہیں پہنچا سکا۔ اس ضمن میں قبلہ مفتی صاحب 'شکریہ' کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کمال محنت سے سوال و جواب کے ساتھ ماہنامہ 'رشد' کا صفحہ نمبر ۶۷۸ بھی 'استفادۂ عوام' کے لیے چھاپ دیا ہے جو اس فتویٰ کے اجراء کا 'باعث حقیقی' ہے۔

ماہنامہ 'رشد' کا مذکورہ صفحہ ۶۷۸ حسب ذیل ہے:

''جمع کتابی کے سلسلہ میں کلیۃ القرآن، جامعہ لاہور الاسلامیہ اور دیگر اداروں کی خدمات

کلیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور الاسلامیہ:

'کلیۃ القرآن'، جامعہ لاہور الاسلامیہ نے جہاں خدمتِ قرآن کے بہت سے سلسلے شروع کر رکھے ہیں، وہاں جمع کتابی کے سلسلہ میں بھی کسی سے پیچھے نہیں رہا اور اس میں وہ کام کیا ہے کہ جو تاریخ اسلام میں اپنی نوعیت اور جامعیت کے اعتبار سے یگانہ حیثیت کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ قراءات قرآنیہ عشرہ متواترہ، جو کہ کلیات اور مدارس میں صدیوں سے پڑھائی جارہی ہیں اور جیسا کہ ہم نے پہلے کہا کہ قواعد وضوابط اور پڑھنے کے انداز تو کتبِ قراءات میں موجود ہیں، لیکن باقاعدہ مصاحف کی شکل میں موجود نہیں ہیں، کلیۃ القرآن الکریم، جامعہ لاہور کے فضلاء میں سے تقریباً بارہ محقق اساتذہ نے محنتِ شاقہ فرما کر تین سال کے عرصہ میں وہ تمام غیر متداولہ قراءات میں سولہ مصاحف تیار کر لیے ہیں اور جیسا کہ راقم نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہ کام اپنی نوعیت اور جامعیت کے حوالے سے تاریخ اسلامی کا پہلا کام ہے۔ یہ کام کویت کے عالمی ادارہ حامل المسك الإسلامية کی سربراہ تنظیم لجنة الزكاة للشامية والشويخ کے ایما کیا گیا ہے، جس کی مراجعت کے لیے مذکورہ تنظیم کے ذمہ داران کا لجنة مراجعة المصاحف، مصر سے تعاقد ہے اور آج کل یہ مشروع اسی ادارہ کے زیرِ اہتمام تنفیذی مراحل میں ہے۔

ان مصاحف کی تیاری میں مجمع الملك فهد کی طرف سے شائع کردہ روایتِ حفص کے مصحف کو اساس بنایا گیا ہے اور قراءاتِ عشرہ کے متعدد اختلافات کے مطابق علم رسم، علم ضبط اور علم الفواصل کی فنی تفصیلات کا لحاظ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے رسمِ مصحف میں تبدیلیاں کردی گئی ہیں۔ ذیل میں ہم متعدد علوم سے متعلق ان کتب کی ایک فہرست ذکر کرتے ہیں، جن کی روشنی میں اس سارے علمی کو سرانجام دیا گیا'' ۔

ہم کاوش بسیار کے باوجود سائل ذاکر حسین کی اس خبر کہ ''اب موجودہ قرآن کے علاوہ مزید ۱۶ قاریوں کے اختلاف والے ۱۶ قرآنی مصاحف وہ (یعنی انتہا پسند گروپ) شائع کردے گا'' کو تلاش نہیں کر پائے ہیں۔ اس کے برعکس مذکور بالا تحریر میں تو واضح طور پر لکھا گیا ہے کہ یہ کام کویت کے ایک ادارے کے 'ایما پر کیا گیا ہے' اور پھر یہ سطر بھی دیکھئے (ممکن ہے کوئی شپرہ چشم اس کو نہ دیکھ سکے) ''آج کل یہ مشروع (یعنی مصحف) اس ادارہ (کویتی) کے زیر اہتمام تنفیذی مراحل میں ہے۔'' کیا ان سطور کی موجودگی میں یہ گمراہ کن نتیجہ نکالنے کی کوئی گنجائش یا عقلی دلیل باقی رہ جاتی ہے کہ ان مصاحف کی اشاعت کا کام اہل حدیثوں کا کوئی پاکستانی گروہ خود کرنا چاہتا ہے؟ پھر سائل نے 'مجمع الملك فهد' کا حوالہ بھی یکسر نظر انداز کردیا۔ ایسا کیوں کیا گیا؟ اسکے اصلی محرکات پر بھی ہم بات کریں گے۔ اِن شاءاللہ

اب ہم آتے ہیں مفتی محمد طاہر مکی صاحب کے 'فتویٰ' کی طرف۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ ہم قبلہ مفتی صاحب کے 'فتویٰ' سے کچھ مطلب کی سطور نکال کر یہاں نقل کردیں، ان کے سیاق وسباق کو بیان نہ کریں اور مفصل 'فتویٰ' کو بطور ضمیمہ اس مضمون کے آخر میں درج کردیں۔ اصولاً ایسا ہی کرنا چاہئے بصورتِ دیگر مضمون کا توازن قائم نہیں رہ سکتا اور خوامخواہ بے جا طوالت کی صورت بھی پیدا ہوجاتی ہے۔ مگر یہاں ہم اس معاملے کی نزاکت کے پیش نظر مفتی صاحب کے فتویٰ کو ہو بہو نقل کرکے اس پر اپنی ناقدانہ رائے پیش کریں گے تاکہ ہم پر یہ الزام عائد نہ کیا جاسکے کہ ہم نے ان کے مؤقف کو مسخ شدہ حالت میں منتخب کرکے پیش کیا ہے۔ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

الجواب بعون الله الذي أنزل الكتاب

الحمد لله الذي أنزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا . وقال: ﴿ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴾[البقرة:٢]، ﴿ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴾[الطور:٣٤]، ﴿ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴾ [النساء:٨٢] أما بعد .

جیسا کہ سائل نے سوال میں اس حقیقت کا اظہار کردیا ہے کہ اختلافِ قراءت پر مبنی قرآنی مصاحف شائع کرنے کی جرأت خلافتِ راشدہ سے اموی خلافت، عباسی خلافت، عثمانی (ترکی) خلافت تک، حتیٰ کہ شیعہ مملکت ایران تک میں نہ شاہ کے زمانہ میں، نہ خمینی انقلاب کے بعد بھی، کسی نے نہیں کی۔ غرض اختلافِ قراءت کو متن قرآن میں داخل کرکے مصحف کی شکل میں شائع کرنے کی کسی نے جرأت نہیں کی۔

پہلی مرتبہ یہ حرکت مشہور مستشرق جیفری نے بیسویں صدی میں کرنے کی کوشش کی تھی۔ وہ بھی متن قرآن میں نہیں بلکہ قرآن کریم کے حاشیہ پر اختلاف قراءت درج کرکے شائع کرنے کا پروگرام بنایا تھا، مگر اس میں بھی وہ کامیاب نہ ہوسکا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جنگ عظیم میں بمباری کے دوران اس کے سارے کام کو تباہ کردیا۔

حیرت ہے اب اسلام کے کچھ نادان دوست اس کام کی جرأت کریں جس کی جرأت غیر مسلم تک نہ کرسکے۔ ان نادان دوستوں کی پُشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(ترکی) تک کے اجماع امت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی اس کا موقع فراہم ہوجائے گا کہ وہ قرآن کریم کو متنازعہ بنانے، اور چار انجیلوں کی طرح قرار دینے کے اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔

سب کو معلوم ہے کہ غیر عرب مسلمانوں کی تعداد میں بکثرت اضافہ ہونے کی وجہ سے (جو عربی نہیں جانتے تھے) ان کی سہولت کے لیے خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بصرہ کے گورنر زیاد کی نگرانی میں ابوالاسود الدؤلی نے قرآن کریم پر اعراب (زیر، زبر، پیش) لگائے تھے۔ پھر خلافت عبدالملک اور خلافت ولید میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف کی نگرانی میں اسی ابوالاسود الدؤلی کے دو شاگردوں یحییٰ بن یعمر اور نصر بن عاصم نے اعراب لگانے کی محنتوں کو انتہا تک پہنچا دیا اور تمام اموی خلافت میں دارالخلافہ دمشق سے افریقہ کے الجزائر ومراکش اور یورپ کے ہسپانیہ تک اور ادھر عراق و ایران سے بخارا و سندھ تک، تیسری طرف حرمین شریفین اور نجد ویمن تک، چوتھی طرف ترکی، آرمینیا اور کوہ قاف کی انتہاؤں تک، تمام خلافتِ بنوامیہ میں اعراب والا یہی ایک قرآن کریم رائج ہوا۔ ان کے بعد سلیمان کی خلافت آئی جس کے مشیر اعظم حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ تھے۔ پھر اس کے بعد خود عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی اپنی خلافت میں بھی یہی حجاج کی نگرانی میں لگائے گئے اعراب (زیر، زبر، پیش) والا مصحف (قرآن کریم) رائج رہا۔ کبھی کسی کو اعتراض کرنے کی یا اس کے برخلاف اختلافی قراءت والا مصحف پیش کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اس کے بعد عباسی دور میں بھی پورے عالم اسلام میں یہی اعراب والا مصحف رائج رہا۔ پھر خلافت عثمانیہ (ترکی) میں یہی رائج رہا۔ غرض جب تک مسلمانوں کا خلافت کی صورت میں اجتماعی شیرازہ برقرار رہا۔ تمام اُمت کا اسی مصحف پر اجماع رہا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی، صحابہ کرام کی، خلافت سے چل کر ان کے بعد خلافت عبدالملک، خلافت ولید، خلافت سلیمان و خلافت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کی تابعی خلافت سے ہوتے ہوئے آج تک یکساں اعراب والا یہی قرآن کریم باجماع وتواتر ہر خلافت اسلامی میں جاری رہا اور تراویح میں پڑھا اور سنایا جاتا رہا۔ ہاں خلافت کے خاتمہ کے بعد اسلام کے دشمنوں کو قرآن کریم کی عظمت کے خلاف طرح طرح کے پلان بنا کر کامیاب ہونے کی توقع ہوئی جس کی تاریخی طور پر پہلی معلوم کوشش مستشرق آرتھر جیفرے کی تھی جو قرآن کریم کے حاشیہ پر اختلاف قراءت پیش کرکے حفاظت قرآن کے متعلق مسلمانوں کے گہرے ایمان کو متزلزل کرنا چاہتا تھا۔ اس کے مقاصد میں سے ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آئندہ مسلمان مسیحیوں سے یہ سوال نہ کرسکیں کہ اگر انجیلیں چار ہیں تو پھر ان میں حضرت مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کون سی ہے؟ جیفری اور اس کے اندھے مقلدین کی کوششیں اگر کامیاب ہوجائیں تو پھر اس سوال پر مسیحی پلٹ کر خود مسلمانوں سے سوال کرسکیں گے کہ جناب آپ کے چار + سولہ = بیس قرآنوں میں سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصلی قرآن کون سا ہے؟ جب مسلمان اس کا جواب دے دیں گے تو پھر ہم مسیحی چار انجیلوں میں سے مسیح علیہ السلام کی اصلی انجیل کا جواب بھی دے دیں گے۔

افسوس ان تکلیف دہ سازشوں کو سمجھنے کی صلاحیت اور بصیرت سے محروم نادان دوست خود ہی ان کے جال میں پھنس گئے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو غافل نہیں ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے کام میں تعاون کرکے سعادت عظمیٰ میں شریک ہوں

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ﴾ [محمد:۷] لیکن اگر کوئی بدقسمت محروم رہنا چاہتا ہے تو ﴿وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ﴾ [محمد:۳۸] کا مظاہرہ ہوتا ہے اور بغیر کسی کی مدد کے اللہ اپنا کام کر کے دکھاتا ہے۔

آرتھر جیفرے یہ سازش کر رہا تھا مگر اللہ کی بے آواز لاٹھی نے دوسری جنگ عظیم میں دوطرفہ بمباری کی زد میں لا کر جیفرے کے کیے گئے تمام کام کو، اور اس عمارت کو، جس میں یہ کام ہو رہا تھا، مکمل تباہ کر دیا۔

ہاتھی والوں سے بیت اللہ (کعبہ) کو بچانے کے خدائی معجزہ کی طرح کلام اللہ (قرآن کریم) کو اس کے دشمنوں سے بچانے کے لیے یہ تازہ ترین معجزہ تھا: ﴿وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلَى أَمْرِهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ﴾ [یوسف:۲۱] ﴿فَأَتٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ○ فَأَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْيَ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ﴾ [الزمر:۲۵،۲۶]

ان مختصر تمہیدی جملوں کے بعد سائل کے لیے ہمارا جواب وہی ہے جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کے امداد الفتاویٰ (دارالعلوم کراچی ایڈیشن) کی پہلی جلد میں ہے کہ مصاحف کی شکل میں اختلافِ قراءت کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلافِ قراءت پر مبنی تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔''

ہمیں یہ اعتراف کرتے ہوئے کوئی باک نہیں ہے کہ قبلہ مفتی محمد طاہر مکی صاحب سے ہمارا پہلا تعارف اس 'فتویٰ' (اگر اسے فتویٰ کہا جاسکتا ہے) کی صورت میں ہوا ہے۔ ان کے علم وفضل کی کیفیت کیا ہے اور ان کے علمی مشاغل کیا ہیں اور انہیں کس قدر 'رسوخ فی الدین' حاصل ہے، اس کا ہمیں کوئی اندازہ نہیں ہے۔ البتہ انہوں نے معاملہ زیر بحث کے متعلق جو 'فتویٰ' صادر فرمایا ہے اس کو پڑھ کر نہ صرف ان کی شخصیت کا کوئی اچھا تاثر نہیں ملا بلکہ ہمیں ان کے اس اقدام پر شدید افسوس ہوا ہے۔ انہوں نے 'پاکستان میں اختلاف قراءت والے قرآنی مصاحف کی اشاعت' کے عنوان سے جو کتابچہ بشمول فتویٰ شائع کیا ہے، اس پر ان کا تعارف کچھ اس طرح درج ہے:

''علامہ مفتی محمد طاہر مکی۔ صدر قرآنی مرکز دارالمؤطا، کراچی''

ہمیں ان کے نام کے ساتھ 'علامہ' اور 'مفتی' کے الفاظ محض تشہیری سابقوں سے زیادہ معلوم نہیں ہوتے اور پھر 'مکی' کا لاحقہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں بھی شاید حصولِ تعلیم کے لیے گئے ہوں گے۔ یہ فتویٰ تحریر کر کے ہم سمجھتے ہیں انہوں نے ان سارے سابقوں اور لاحقوں کی مٹی پلید کی ہے۔ ہمیں معلوم ہے قبلہ محمد طاہر صاحب ہماری اس 'جسارت' کو شخصی توہین قرار دیں گے اور یہ بات ان کے 'قلب اَقدس' پر ناگوار گزرے گی۔ مگر جس درجہ میں وہ 'علامہ اور مفتی' کے اعلیٰ مناصب کی اِہانت کے مرتکب ہوئے ہیں، ہمارے الفاظ اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ ان پر تنقید ایک ناخوشگوار فریضے کی تکمیل سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔

پردہ نشین غَلیل

ہم نے ذاکر حسین مذکور کے 'سوال' اور مفتی صاحب کے 'الجواب' (فتویٰ) کے مندرجات کو سمجھنے میں کافی دماغ سوزی کی ہے۔ ان دونوں دستاویزات کے اُسلوب نگارش، انتخاب الفاظ، جملوں کی دروبست، سوالات اور جوابات کی یکسانیت اور پھر اس فتویٰ کے آخر میں پیش کی گئی 'خوش خبری' پر جس قدر زیادہ غور وفکر کیا، اتنا ہی ہمارا یہ شک کہ سوال اور جواب ایک ہی شخص کے تحریر کردہ ہیں، پک میں بدلتا گیا۔ ہمارے وجدان کی پہلی صدا جو شروع میں صدا کے جرس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے زیادہ نہ تھی بالآخر پیہم شعور میں بدلتی چلی گئی۔

اگر قارئین نے ہمارے اس مضمون کے شروع کے پیراجات میں ذاکر حسین کے ساتھ 'غلیل' اور 'نام نہاد' کے الفاظ پر ذرا بھی غور کیا ہو، تو وہ ہماری اس الجھن، اضطراب اور تشکیک کا اندازہ ضرور کر چکے ہوں گے۔ اس مضمون کو لکھنے کے دوران تدریجی طور پر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ سوال بھی قبلہ مفتی صاحب کے 'ذہن رسا' کی تخلیق ہے اور پھر 'الجواب' کے مصنف تو وہ بہرحال ہیں ہی۔ مفتی صاحب کو 'ذاکر حسین' کی بیساکھیاں کیوں استعمال کرنی پڑیں، مناسب ہوگا کہ ہم اس پر اپنا تجزیہ آخر میں پیش کریں۔ پردہ نشینوں کے چہرے سے نقاب اٹھنا بھی ضروری ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتوی کو پیش کرنے کی اغراض

ہم بڑی دیانتداری سے محسوس کرتے ہیں کہ مفتی محمد طاہر صاحب نے حضرت تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ کو اپنے فساد انگیز خیالات کی تائید کے طور پر استعمال کرکے عقلی بددیانتی اور ایک بڑے عالم دین کے فتویٰ کا اپنے مخصوص مقاصد کی تکمیل کے لیے استحصال کیا ہے۔ مفتی طاہر صاحب نے اپنے نام نہاد فتویٰ کے ساتھ 'امداد الفتاویٰ' سے حضرت اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے فتویٰ کا عکس بھی نتھی کردیا جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔ یہ فتویٰ جیسا کہ ہم دیکھیں گے، خاص احوال اور عوام میں ممکنہ فتنہ وفساد کے خدشہ سے مشروط ہے۔ ہم بڑے اعتماد کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ مفتی طاہر صاحب نے اہل حدیث کے ایک گروہ کی طرف سے ۱۶ مصاحف کی اشاعت کے مبینہ پروگرام پر جو واویلا مچایا ہے، اس میں یہ دونوں شرائط معدوم ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے، مذکورہ مصاحف کی اشاعت (اگر ہوگی تو) کویت یا سعودی عرب میں ہوگی۔ پاکستان کے عوام میں اس کی وجہ سے کسی فتنہ کا پھیلنا دریں حالات موجودہ بعید از قیاس ہے۔ سعودی عرب، لیبیا، مراکش اور کویت وغیرہ میں روایت ورش، قالون اور دوری میں پہلے ہی مصاحف شائع ہوچکے ہیں اور ان کی وجہ سے وہاں کے مسلمانوں میں کسی فتنہ کے پھیلنے کی اطلاع نہیں ہے اور نہ ہی ہمارے ممدوح قبلہ مفتی صاحب کو اس کی اطلاع ہے ورنہ وہ اس کی نشاندہی ضرور کرتے۔ خیر ان کو تو شاید مذکورہ مصاحف کی اشاعت کی بھی خبر نہیں ہے، کیونکہ موصوف کی تحقیق کا خصوصی مرکز بلکہ تختۂ مشق پاکستان کے اہل حدیثوں کا ایک غالی گروہ ہے۔ حضرت کسی دوسری طرف نگاہ التفات کرنا اپنی مفتیانہ شان سے فروتر خیال فرماتے ہیں۔ ان کی نگاہ حکمت تو ماہنامہ 'رُشد' کے صفحہ ۶۷۸ پر ہی ٹکی رہی اور کسی تجاہل عارفانہ کے زیر اثر وہ اس رسالہ کے وہ صفحات دیکھنے سے عاجز وقاصر رہے جن پر لیبیا، سعودی عرب، مراکش وغیرہ میں روایت حفص کے علاوہ دیگر روایات قراءت میں شائع شدہ مصاحف کے عکس دیئے گئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ 'رُشد' کے ذمہ داروں کو کسی مفتی محمد طاہر کی طرف سے ایسے بے بنیاد اعتراضات اور منفی پراپیگنڈہ کا پہلے ہی خدشہ تھا، اسی لیے انہوں نے اتمام حجت کے لیے ان مصاحف کے پہلے صفحات کے عکس بھی شائع کردیئے۔ [دیکھئے مضمون،قراءات متداولہ کا مختصر تعارف از حافظ محمد مصطفیٰ راسخ، ماہنامہ رشد، قراءات نمبر حصہ اول] مگر فتنہ پسند نگاہیں مقام فتنہ پر ہی مرتکز رہنے کی عادی ہوتی ہیں۔ اس نفسیاتی بیماری کا علاج کسی کے پاس نہیں ہے۔

بے حد ضروری ہے کہ ہم قارئین کے سامنے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فتویٰ مع سوال نقل کردیں۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سوال:

''بعض مقامات میں سبعہ قراءۃ کا چرچا حد سے تجاوز کر چلا ہے۔بعض حفاظ لڑکوں اور جاہلوں کومختلف روایتیں یاد کرا کے پڑھاتے اور پڑھواتے ہیں اور اُس کوصریحاً بغرض ریا پڑھتے پڑھاتے ہیں۔تراویح میں بھی ایسا ہوتا ہے جس سے سوا نمود کے کوئی نفع نہیں۔کیا اس طرح پڑھنے پڑھانے میں اس زمانہ پرآشوب میں یہ خوف نہیں ہے کہ جہال مخالفین اسلام ان اختلافات کوسن کر مشوش ہوں گے اور خوف فتنہ نہیں ہے؟ چنانچہ بعض حفاظ نے تو ایک رکعت میں روایت حفص پڑھی، دوسری رکعت میں روایت قالون، کسی نے ٹوکا تو کہہ دیا کہ تم نہیں جانتے۔ایسی صورتیں اچھی معلوم نہیں ہوتیں۔کیا یہ فعل قابل روکنے کے نہیں ہے۔براہ نوازش اگر قابل ممانعت ہے تو اس کا جواب ذرا تفصیل سے الامداد میں طبع ہوجائے تو بہتر ہے میرا یہ خیال ہرگز نہیں کہ اس کی تعلیم بند ہو بلکہ زور دیا جائے کہ تجوید کا نام قراءت ہے اورعوام کو اسی کی ضرورت ہے۔اگر کوئی پڑھا لکھا آدمی، حرف بھی اس کا اچھا ہو تو اس کو سبع پڑھائی جائے۔سفہاء اور تنگ خیال لوگوں کو فقط تجوید پڑھائی جائے اور قراءت جاننے والوں کو چاہئے کہ ہر کس و ناکس کوسوائے روایت حفص اور تجوید کے کچھ نہ پڑھایا کریں۔''

الجواب

''قال اللہ تعالیٰ: ﴿ وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ [الانعام:١٠٨] في تفسير بيان القرآن۔ اس سے قاعدہ شرعیہ ثابت ہوا کہ مباح (بلکہ مستحب بھی ١٢منہ) جب حرام کا سبب بن جائے وہ حرام ہوجاتا ہے۔......الخ (وهذالمبحث كله صالح لأن يلاحظ فيه ١٢) وروى البخاري عن عليّ قال: حدثوا الناس بما يعرفون أتحبون أن يُكذب الله ورسوله . في حقيقة الطريقة .

[صحیح البخاری: ١٢٧]

بعضے بیباک عوام کے سامنے بے تکلف وقائق بیان کر بیٹھتے ہیں بعضے عوام اُن کی تکذیب کرتے ہیں اور بعضے قواعد مشہورہ شرعیہ کے منکر ہوجاتے ہیں سو ہر حال میں اللہ ورسول کی تکذیب کا تحقق ہوا۔ والثاني أشد من الأوّل۔اس حدیث میں اس عادت کی ممانعت ہے۔

وروى مسلم عن ابن مسعود أنه قال: "ما أنت بمحدث قوما لا تبلغه عقولهم إلا كان لبعضهم فتنة . فی حقيقة الطريقة . " [صحیح مسلم: ١٤]

اس حدیث سے بھی وہی مضمون ثابت ہوتا ہے جو اس کے قبل کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے ص٨٢

وفي رد المحتار تحت مسألة كراهة تعيين السورة في الصلوٰة من الدر المختار ما نصه: "حاصل كلام هٰذين الشيخين بيان وجه الكراهة في المداومة وهو أنه إن رأى ذلك وحتما يكره من حيث تغيير المشروع وإلا يكره من حيث إيهام الجاهل . "[ج١ص٥٦٨]

آیت' حدیث اور فقہ سب سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جس عمل سے عوام وجُہلا میں مفسدہ وفتنہ اعتقادیہ یا عملیہ قالیہ یا حالیہ پیدا ہو اُس کا ترک خواص پر واجب ہے۔باقی فتنہ کا حدوث یا عدم حدوث یہ مشاہدہ سے معلوم ہوسکتا ہے سوال میں بعض حالات میں جو فتنہ سبعہ پر مرتب ہوتا ہوا مذکور ہے وہ مشاہدہ ہے پس فتویٰ شرعی ہوگا۔کہ خاص اُن احوال میں سبعہ کا استعمال ممنوع ہوگا اور اگر اس کے ساتھ قاری کی نیت بھی اظہار علم و دعوائے کمال وریاء وتصنع وتفاخر ہو تو یہ فتنہ اس کے لیے مزید برآں ہے لہٰذا اس باب میں جو مشورہ سوال میں مذکور ہے۔واجب الاتباع ہے۔١٤ ذی الحجہ ١٣٣٥ھ (تتمہ خامسہ: ٤١)۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مفتی محمد طاہر صاحب نے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا جوفتویٰ اپنے الجواب میں نقل کیا ہے وہ یہ ہے:

''مصاحف کی شکل میں اختلاف قراءت کو شائع کرنا تو درکنار عوام کے سامنے اختلاف قراءت تلاوت کرنے سے منع کرنا بھی واجب ہے۔''

علمی بد دیانتی

نہیں معلوم وہ یہ الفاظ 'مصاحف کی شکل میں اختلاف قراءت کو شائع کرنا تو درکنار' کہاں سے ڈھونڈ لائے ہیں۔ یہ الفاظ ان کے اپنے ہیں۔ ان کا مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے فتویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مگر آپ ملاحظہ کرچکے ہیں کہ مفتی صاحب نے ان الفاظ کو اپنی تحریر میں اس طرح بیان کیا ہے کہ گویا یہ تھانوی صاحب نے ارشاد فرمائے ہیں۔ یہی بات ہے جسے بدترین تلبیس کوشی اور عقلی بددیانتی کا نام دیا جاتا ہے، کسی عالم دین کو یہ روا نہیں ہے کہ وہ اپنی بات کو کسی اور عالم دین کی بات بنا کر پیش کرے۔ اسے آپ روایت بالمعنی کے پردے میں بھی چھپا نہیں سکتے۔ مفتی صاحب کے سامنے 'امداد الفتاویٰ' کی پہلی جلد تھی۔ انہیں چاہیئے تھا کہ وہ روایت باللفظ کی رعایت رکھتے ہوئے حضرت تھانوی صاحب کے الفاظ کو ہی درج کردیتے۔

مولانا تھانوی صاحب رحمہ اللہ کے فتویٰ میں ایک اہم شرط یہ بھی موجود ہے کہ قاری کی نیت بھی اظہارِ علم و دعویٰ کمال وریا و تصنع و تفاخر ہو، تو اس صورت میں قرآت سبعہ کا استعمال منع ہے۔ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کو جو سوال پیش کیا گیا اور اس میں جو مشاہداتی اَحوال بیان کئے گئے تھے وہ اس سائل اور بیان کردہ صورتِ حال سے خاص تھے۔ ہمارے مشاہدات اور احوال اگر سائل مذکورہ کے مشاہدات و احوال سے قطعی طور پر مختلف ہیں، تو پھر اس فتویٰ کی اطلاقی صورت بھی وہ قائم نہیں رہے گی۔ یہ ایک اُصولی بات ہے جس کی ہر سلیم الفطرت اور صاحب عقل شخص تائید کرے گا۔ مثلاً راقم الحروف بڑے وثوق سے بیان کرسکتا ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں نمازِ تراویح کے دوران اُسے ماہر قراء کی طرف سے مختلف قراءتوں (ورش، حفص وغیرہ) میں قرآن مجید سننے کا موقع میسر آیا ہے۔ یہ سب کچھ نہایت سنجیدہ مذہبی ماحول اور خشوع اور خضوع کے ماحول میں کیا گیا۔ کسی بھی لمحے راقم کو یہ خیال نہ آیا کہ اس سے مقتدیوں میں کوئی فتنہ برپا ہوسکتا ہے۔ اس کے علاوہ حاضرین میں سے بھی کسی نے اس بات کی نشاندہی نہیں کی۔ قراء حضرات کی طرف سے دعوائے کمال اور اظہارِ تصنع کا معاملہ بھی قابل مشاہدہ نہ تھا۔ فتنہ کے عدم حدوث کے احوال مترتب تھے۔ عوام میں کوئی مفسدہ اور فتنہ اعتقاد یہ رونما ہوا نہ کسی نے اس کا خدشہ محسوس کیا۔ مفتی صاحب اپنی مخصوص بنی بنائی ذہنی فضا سے باہر جھانک کر ذرا ارشاد تو فرمایئے کہ ایسی صورت حال میں مولانا تھانوی صاحب کا فتویٰ قراءت سبعہ کا کیونکر مانع ہوا؟ ہمیں یقین ہے کہ ان حالات میں اگر حضرت تھانوی صاحب سے استفسار کیا جاتا تو وہ اس کی قطعاً ممانعت نہ فرماتے۔

'مصاحف کی شکل میں اختلافِ قراءت کو شائع کرنا' تو سبعہ کی تلاوت سے بھی زیادہ سہل ہوا۔ اگر یہ مصاحف کویت یا سعودی عرب میں شائع ہوجاتے ہیں تو پاکستان میں اس کے پڑھنے والے نہ ہونے کے برابر ہوں گے۔ قراءتِ سبعہ کی تلاوت سننے والے پھر بھی لاکھوں نہیں تو ہزاروں تو ضرور ہوں گے، مگر شائع کردہ اختلاف قراءت کو صرف وہی صاحبان دیکھنا چاہیں گے جو قراءت کے فن کی باریکیوں اور سبعہ احرف کے دلائل اور تفصیلات سے واقف ہوں گے۔ اب بھی پاکستان میں کچھ لوگ ایسے موجود ہیں جن کے پاس سعودی عرب کی طرف سے شائع کردہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءت پر مبنی قرآن مجید موجود ہیں۔ مگر وہ فتنہ موہوم جو ہمارے ممدوح کے دماغ کو قلبلا رہا ہے اور قلب کو برما رہا ہے، اس کا وجود ابھی تک تو معدوم ہے۔ شاید مفتی صاحب کی کاوش اس کے ظہور کا باعث بن جائیں، اس کے متعلق حتمی پیش گوئی نہیں کی جاسکتی۔ کیا مفتی صاحب اتنے بے توفیق ہوگئے ہیں کہ اس طرح کی معمولی باتیں بھی سمجھنے کے لیے انہیں دوسروں کی معاونت درکار ہے؟ اگر معاملہ یہی ہے تو ہمارا انہیں مخلصانہ مشورہ ذرا مبتذل آب ہی یہی ہے۔ بقول شاعر:

تم کو آشفتہ مزاجوں کی خبر سے کیا کام
تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنے

نادان دوستوں کی جرأت......ایں چہ بوالعجبی است

مفتی محمد طاہر مکی صاحب کے 'الجواب' کا وہ حصہ جس نے ہمیں شدید ذہنی اذیت اور روحانی کرب میں مبتلا کیا ہے اُسے ہم دوبارہ نقل کرتے ہیں، یہ الفاظ نہیں، کسی ننگی تلوار کی کاٹ ہے جو اعضاء و جوارح میں پیوست ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ ان کے قلم سے نکلے ہوئے محض چند جملے نہیں بلکہ انگارے ہیں جو کسی کے پیکر ایمان کو خاکستر بنا کے رکھ سکتے ہیں۔ ذرا دیکھئے تو سہی، ان مفتی صاحب نے کیا لکھا ہے:

> ''حیرت ہے اب اسلام کے کچھ نادان دوست اس کام کی جرأت کریں جس کی جرأت غیر مسلم تک نہ کرسکے۔ ان نادان دوستوں کی پُشت پر معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ خلافتِ راشدہ سے خلافت عثمانی (ترکی) تک کے اجماعِ امت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جرأت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوتی ہے کہ اس طرح دوسروں کو بھی اس کا موقع فراہم ہوجائے گا کہ وہ قرآن کریم کو متنازعہ بنانے، اور چار انجیلوں کی طرح قرار دینے کے اپنے مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں۔''

ہمیں حیرت ہے کہ کوئی مفتی شرع متین یہ تکفیری جملے بقائم ہوش و حواس کیونکر لکھ سکتا ہے؟ ان جملوں کا سیدھے سبھاؤ مطلب یہی نکلتا ہے کہ اس 'نئی بدعت' کے مرتکب 'نادان دوست' اب دائرۂ اسلام سے خارج ہوچکے ہیں۔ اب انہیں اپنے اسلام کی تجدید کی ضرورت ہے۔

کسی بھی 'بدعت' کا مرتکب جو 'درحقیقت قرآن دشمنی' پر منتج ہوتی ہو، دائرۂ اسلام میں شامل کیسے رہ سکتا ہے؟ ایسے شخص کا 'ارتداد' ثابت ہوگیا۔ (أستغفر الله!)

اس 'ثبوت' کی تصدیق کا منطقی نتیجہ؟...... 'شخص مذکور واجب القتل ہے؟'

لا حول ولا قوة إلا بالله . إنا لله وإنا إليه راجعون .

ہمیں حیرت ہے کہ اس نام نہاد مفتی 'اسلام کا کلیجہ کیوں نہ پھٹ گیا اور اس کے دست و بازو شل کیوں نہ ہوگئے جب اس کے شیطانی قلم کی نوک سے ان جگر پاش جملوں کا ظہور ہوا۔ ہمارے لیے یہ ناقابل تصور تھا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں محدث عبداللہ روپڑیؒ کی اولاد پر 'قرآن دشمنی' کا بے ہودہ اور اہانت آمیز الزام بھی لگ سکتا ہے؟ کیا ان مفتی صاحب کو احساس بھی ہے کہ ان کی اس حرکت سے اہل اسلام کے دل کتنے مجروح ہوئے ہیں؟ یہ کوئی فتویٰ نویسی نہیں ہے۔ یہ تو ایک خطرناک مہم جوئی اور سوچی سمجھی سازش ہے۔ یہ ایک رکیک تکفیری مہم اور قلمی دہشت گردی ہے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جس کو کسی بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ ہے کہ حافظ عبدالرحمن مدنی صاحب پاکستان کے علماء کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کریں اور اس بارے میں ان کی توجہ مبذول کرائیں۔ 'قرآن دشمنی' کا گھٹیا الزام لگانے والے ان مفتی صاحب کے خلاف اِزالۂ حیثیت عرفی کا مقدمہ بھی ضرور درج کرایا جائے تاکہ اس قبیل کے مفتی صاحبان کی قلمی دہشت گردی کا بروقت اِزالہ کیا جاسکے۔

کچھ تو خوفِ خدا سے کام لیا ہوتا

ذاکر حسین کے نام پر کئے گئے سوال میں ماہنامہ 'رشد' نکالنے والوں کو 'اہل حدیثوں کا انتہا پسند اور غالی گروپ' کہا گیا تھا، مفتی صاحب نے انہیں 'اسلام کے کچھ نادان دوست' قرار دیا ہے۔ پھر حیرت ہے وہ 'ان نادان دوستوں' کو 'قرآن دشمنی' کا مرتکب بھی قرار دیتے ہیں۔ انہیں یہ الزام تراشی کرتے ہوئے نہ تو قرآن وسنت کی تعلیمات کا خیال رہا، نہ انہوں نے اپنے منصب کا لحاظ کیا اور نہ ہی ان کے دل میں روزِ محشر کی جوابدہی کا احساس پیدا ہوا۔ ان کے جی میں جو کچھ نزول ہوا، اسے بے ساختہ قرطاس ابیض پر انڈیلتے چلے گئے۔ جسے پڑھ کر ہر نفیس الطبع شخص کی طبیعت منقبض ہوتی ہے۔ مفتی صاحب کو اندازہ نہیں ہے کہ یہ اسلام کے 'کچھ' 'نادان دوست' نہیں ہیں جن پر انہوں نے ناوک افگنی کا شوق پورا کیا ہے اور جنہیں وہ اپنی فتویٰ بازی (فتویٰ نویسی اور فتویٰ بازی چیزے دیگر اند) کا تختہ مشق بناتے چلے گئے ہیں۔ یہ 'رُشد' نکالنے والے بھی کوئی معمولی درجہ کے لوگ نہیں ہیں۔ ان کا مختصر تعارف بھی کرائیں گے۔ مگر ان 'نادان دوستوں' کی فہرست میں سعودی عرب اور کویت کے سینکڑوں کبار علماء وفضلاء بھی شامل ہیں جن کے علم وفضل کا ایک زمانہ معترف ہے اور جو عالم اسلام میں انتہائی قدر ومنزلت کے مستحق سمجھے جاتے ہیں۔ مفتی صاحب جب مزعومہ بدعت اور مبینہ 'قرآن دشمنی' کو ان سے منسوب کررہے تھے، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتہائی مغلوب الغضب تھے اور ان کا عالی دماغ یکسر ماؤف ہوچکا تھا۔ انہیں شاید اندازہ ہی نہیں ہے کہ ان کے شرانگیز فتویٰ کی زد میں عالم اسلام کی کتنی عظیم ہستیاں آجائیں گی۔ ہمیں حیرت ہے کہ ایسے مغلوب الغضب، خداخوفی کے احساس سے یکسر عاری، پراپیگنڈہ باز، نہایت غیر ذمہ دار شخص کو دارالافتاء کی صدارت کا اہل کیسے سمجھا جاسکتا ہے۔ وائے افسوس! کیسے کیسے مفتی صاحبان سے ہمارا پالا پڑا ہے۔ مفتی صاحب کے خیال میں ''ان نادان دوستوں کی پشت پر کوئی ایسا دماغ کام کررہا ہے جو چاہتا ہے کہ اجماع اُمت کے خلاف ان سے اس بدعت کی جراءت کرائے جو درحقیقت قرآن دشمنی پر منتج ہوئی ہے۔'' معلوم ہوتا ہے کہ ان مفتی صاحب کی ساری مہارت مخالفین کے خلاف الزامات گھڑنے تک محدود ہے۔ انہیں چاہئے تھا کہ وہ 'اس دماغ' کی نشاندہی کرتے جو اس 'قرآن دشمنی پر مبنی بدعت' کا حقیقی محرک ہے مگر پس پردہ کام کررہا ہے۔ آخر کون سی مصلحت عامہ تھی جس نے انہیں 'اس دماغ' کی نشاندہی سے باز رکھا؟ تھوڑی سی ریاضت ہی درکار تھی وہ اس اہم راز کو طشت اَز بام کرسکتے تھے۔ مجاہدۂ نفس کے زور پر وہ اس عالم ناسوت میں اپنے کشف کے گھوڑے دوڑاتے تو عین ممکن تھا کہ ویٹی کن سٹی کے کسی کونے کھدرے یا تل ابیب کے کسی سرکاری اصطبل میں وہ اس دماغ کو 'معروف سازش' دیکھ سکتے تھے۔ ہمیں ان کے 'کشفی نتائج' کی برآمدگی کے بارے میں تجسس رہے گا۔ اُمید ہے وہ اس عظیم 'دینی خدمت' سے سبکدوش ضرور ہوں گے۔

نجانے یہ مفتی صاحب کے ذہن کا کوئی فتور ہے یا پھر ان کے خاطر اقدس میں جاگزیں کوئی انہونا خدشہ۔ انہوں نے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختلاف قراءت پر مبنی مصاحف کی اشاعت کو مستشرق آرتھر جیفری کی کوششوں سے تشبیہ دی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جیفری کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی تھا کہ آئندہ مسلمان مسیحیوں سے یہ سوال نہ کرسکیں کہ اگر انجیلیں چار ہیں تو پھر ان میں حضرت مسیح کی اصل انجیل کون سی ہے؟ جیفری اور اس کے اندھے مقلدین کی کوششیں اگر کامیاب ہوجائیں تو پھر اس سوال پر مسیحی پلٹ کر خود مسلمانوں سے سوال کرسکیں گے کہ جناب آپ کے ۲۰ قرآنوں میں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا اصل قرآن کون سا ہے؟ مفتی صاحب کے خدشات درست نہیں ہیں۔ فرض کیجئے اگر یہ درست بھی ہوں تب بھی مذکورہ مصاحف کی اشاعت کو 'جیفری کے اندھے مقلدین کی کوشش' قرار دینا قیاس مع الفارق کی افسوسناک مثال ہے۔ انہوں نے اپنے موہومہ خدشات کی بنا پر سوالات و جوابات کا جو تانا بانا تیار کیا ہے وہ تارِعنکبوت کی طرح کمزور ہے۔ یہ فقط ایک منتشر اور شکست خوردہ ذہن کے الجھاؤ ہیں۔ مفتی صاحب نے مستشرق جیفری کا واقعہ تو بیان کردیا ہے مگر انہوں نے جیفرے کے دور اور آج کے دور کے استشراق کا صحیح تناظر پیش نہیں کیا۔ دورِ حاضر کے مستشرقین کے یہ کلامی مسائل نہیں ہیں۔ آج کے دور کے مستشرق کو قرآن مجید کی قراءت کی اشاعت سے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔ یہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے کلامی مسائل تھے۔ آج کے دور کا مستشرق بالخصوص ۹/۱۱ کے بعد قرآن مجید کا وہ نسخہ تیار کرنے میں مصروف ہے جس میں جہاد کے بارے میں آیات نہ ہوں۔ وہ ان آیات کو 'دہشت گردی' سے جوڑنے کے منصوبوں کو روبہ عمل دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اسلام کو انسانی حقوق، آزادیٔ نسواں، جمہوریت اور دہشت گردی کے معاملات کے تناظر میں دیکھ رہا ہے۔ امریکہ میں لاکھوں کی تعداد میں قرآن مجید کے ایسے نسخہ جات چھاپ کر تقسیم کئے گئے ہیں جن میں جہاد سے متعلق ۱۸ آیات شامل نہیں ہیں۔ پاکستان میں بھی ایسے لوگ موجود ہیں جن کے پاس یہ نسخے موجود ہیں۔ مفتی صاحب کو دورِ حاضر کے مستشرقین کی حکمت عملیوں کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ وہ جس بات پر پریشان نظر آتے ہیں اگر اس میں کچھ بھی صداقت ہوتی تو اب تک عیسائیوں نے اختلاف قراءت پر مبنی قرآن مجید دیکھ کر یہ واویلا ضرور مچایا ہوتا، کیونکہ یہ کام کئی برسوں سے بعض مسلم ممالک میں ہو رہا ہے۔

خواہ مخواہ کا واویلا

یہ انیسویں صدی کا زمانہ نہیں ہے۔ وہ مغربی استعمار کا دور تھا۔ یورپی مستشرقین کو فوجی استعمار کی پشت پناہی حاصل تھی۔ عالم اسلام کا معتدبہ حصہ مغرب کی غلامی میں تھا۔ مسلمانوں کو انگریزی علوم و زبان پر قدرت نہیں تھی۔ اسی لیے وہ مستشرقین کی شرانگیزی کا مؤثر جواب نہیں دے پاتے تھے۔ آج کا زمانہ مختلف ہے۔ آج یورپ میں بسنے والے مسلمانون کی تعداد پچاس لاکھ سے زیادہ ہے۔ وہ ان ممالک میں بے حد متحرک ہیں۔ ان کی تنظیمیں کام کررہی ہیں جو مستشرقین کے کاموں پر نہ صرف نگاہ رکھتی ہیں بلکہ اس کا مقدور بھر جواب بھی دیتی ہیں۔ اب کوئی ولیم میور یا جیفرے مسلمانوں کے ملک میں بیٹھ کر اسلام کے خلاف کتابیں شائع کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ ڈنمارک میں شائع ہونے والے توہین آمیز خاکوں کے بعد مسلمانوں نے عالمی سطح پر جس ردعمل کا مظاہرہ کیا اس کو پیش نظر رہنا چاہئے۔ پھر یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اکیسویں صدی کے مغرب کو مذہب یا مذہبی معاملات میں وہ دلچسپی نہیں ہے۔ اہل مغرب کی اکثریت سیکولرازم کو اپنا 'مذہب' بنا چکی ہے۔

ہمیں معلوم نہیں کہ مفتی طاہر مکی صاحب چار انجیلوں کے درمیان فرق سے کس حد تک باخبر ہیں، لیکن ہم اتنا

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہیں کہ جو شخص ان چار انجیلوں یعنی یوحنا، لوقا، متی اور برناباس سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہے وہ مفتی صاحب کے وضع کردہ سوالات کو طفلانہ اور مضحکہ خیز قرار دے گا۔ حسن اتفاق سے راقم الحروف نے اس موضوع پر اتنا کچھ دیکھ رکھا ہے کہ وہ اس موضوع پر اعتماد کے ساتھ بات کرسکتا ہے۔ راقم کی لائبریری میں انجیل برناباس کا نسخہ موجود ہے جسے اُس نے تھوڑا عرصہ پہلے صفحہ بہ صفحہ دیکھا ہے۔ اس نسخے کے شروع میں اس کا مفصل موازنہ دیگر انجیلوں سے کیا گیا ہے۔ ان تمام انجیلوں کا کم از کم ایک چوتھائی حصہ ایسا ہے جو دوسری انجیل سے مماثلت نہیں رکھتا۔ بہت سے واقعات ایسے ہیں جو مختلف انجیلوں میں مختلف انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان چاروں انجیلوں کا شاید ہی کوئی ایک صفحہ ایسا ہو جو دوسری انجیلوں کے الفاظ سے سو فیصد مماثلت رکھتا ہو۔ دراصل یہ تمام انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے مرتب کیں۔ یوحنا، لوقا، متی اور برناباس ان حواریوں کے اسمائے گرامی ہیں۔ یہ بالکل اس طرح ہیں جس طرح ہمارے ہاں امام مسلم رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، اور دیگر ائمہ محدثین کے نام پر صحاح ستہ موجود ہیں۔

چار انجیلوں کا قرآن مجید سے درحقیقت کوئی موازنہ ہی نہیں ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اختلاف قراءات پر مبنی صحائف کیا ایک دوسرے سے اس قدر مختلف ہوں گے؟ ایسا یقیناً نہیں ہے۔ یہ اختلاف محض چند الفاظ کے مختلف رسم الخط کے حوالہ سے ہے۔ کسی بھی روایت قراءت کی رو سے قرآن مجید کی کوئی ایک آیت بدلتی ہے نہ اس کا مطلب۔ یہاں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں ہے۔ ماہنامہ 'رشد' کی خصوصی اشاعت میں اس پر قابل قدر مواد موجود ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ اس مضمون کے آخر میں چند ایک مثالوں سے اس بات کو مزید واضح کردیں۔ مفتی صاحب خاطر جمع رکھیں۔ مسلمان مسیحیوں کے کسی بھی سوال کا شافی جواب دے سکتے ہیں۔ اختلاف قراءت کی حفاظت سے قرآن مجید کے متن کی حفاظت قطعاً متاثر نہیں ہوتی۔ ان کا پراپیگنڈہ بے بنیاد اور کھوکھلا ہے۔

قرآن مجید کے متن میں مبینہ تبدیلی؟ پراپیگنڈہ مہم

مفتی طاہر مکی نے ذاکر حسین کو شکایت کنندہ بنا کر اس کے دستخطوں سے جو خطوط وفاقی وزیر برائے مذہبی امور جناب حامد سعید کاظمی صاحب اور گورنر پنجاب کے نام ارسال کیے، ان کا متن سو فیصد ایک تھا۔ ان خطوط میں (ضمیمہ میں اصل خطوط دیئے گئے ہیں) یہ تاثر دیا گیا ہے کہ خدانخواستہ قرآن مجید کے متن میں کوئی تبدیلی کی جارہی ہے۔ یہ تاثر انتہائی گمراہ کن ہے، کلام لغو اور جھوٹ ہے۔ اختلاف قراءات کو قرآن مجید کے متن میں تبدیلی قرار دینا بدترین پراپیگنڈہ ہے۔ دور حاضر میں اس طرح کا پراپیگنڈہ صیہونی تنظیمیں مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لیے کرتی ہیں۔

ذاکر حسین نے تو اپنے انگریزی خط کا عنوان محض "Holy Quran" دیا تھا، مگر وزارت مذہبی امور کی جانب سے حافظ عبدالرحمٰن مدنی صاحب کو جو خط لکھا گیا، اس کا عنوان درج ذیل رکھا گیا:

"Mistakes in the text of the Holy Quran Produced in the
Monthly Magazine in the Monthly Mahnama Rushd,2009.

یہ خط ۲۰ ستمبر ۲۰۰۹ء کو وزارت مذہبی امور کے ڈپٹی ڈائریکٹر سید مشاہد حسین خالد نے تحریر کیا۔ (دیکھئے ضمیمہ نمبر۲) خط کے عنوان سے مکتوب نگار کی قابلیت اور 'ذہانت' کا بھی خوب پتہ چلتا ہے۔ ذرا انگریزی زبان میں تحریر کردہ "Monthly Mahnama" کی ترکیب پر غور فرمائیے، پھر "Monthly Magazine" کے غیر ضروری الفاظ بھی کم مضحکہ

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خیز نہیں ہیں۔ اس عنوان میں سب سے زیادہ قابل اعتراض الفاظ "Mistakes in the Text" اور "Produced" ہیں۔ خط کا عنوان یہ بتا رہا ہے: ''قرآن مجید کے متن میں وہ غلطیاں جو ماہنامہ 'رشد' میں شائع کی گئیں'' اس عنوان میں "Alleged" یعنی 'مبینہ' کا لفظ تک نہیں لکھا گیا۔ نجانے فاضل وزیر مذہبی نے اپنی وزارت کے اس ذہین افسر کے خط کے عنوان کو بغور دیکھا ہے یا نہیں۔ اتنے حساس موضوع پر لکھے جانیوالے خط کا یہ عنوان بے حد افسوس ناک ہے۔

شوکاز نوٹس

گورنر پنجاب کے سیکرٹریٹ سے جو خط پنجاب کے محکمہ اوقاف کی طرف ارسال کیا گیا، اس کا عنوان بھی دیکھئے:

"Alleged Variation in the Quranic Text"

یعنی 'قرآن مجید کے متن میں مبینہ تحریف' (دیکھئے ضمیمہ نمبر:۴)

خط کا یہ عنوان بھی غلط تاثر دے رہا ہے۔ یہاں بھی اختلاف قراءت کو متن میں تبدیلی سمجھا گیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ غالب نے شاید ایسے ہی عنوانات کے بارے میں کہا تھا:

غلطی ہائے مضامین مت پوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہیں

گورنر پنجاب کے دفتر سے خط موصول ہونے کے بعد حکومت پنجاب کے محکمہ اوقاف کی طرف سے حافظ حمزہ مدنی، مدیر ماہنامہ 'رشد' کو شوکاز نوٹس ارسال کیا گیا۔ (دیکھئے ضمیمہ نمبر:۵) جس کا تفصیلی جواب دے دیا گیا۔ (دیکھئے ضمیمہ نمبر:۶) محکمہ اوقاف کے ذمہ داران نے شوکاز نوٹس صریحاً غلط فہمی کی بنیاد پر جاری کیا۔ ان کے خیال میں ماہنامہ 'رشد' کے اصحاب نے مصحف شائع کرنے سے پہلے حکومت سے اجازت نہیں لی تھی۔ ظاہر ہے یہ بات درست نہیں۔ ذاکر حسین کے بے ہودہ خط میں جو غلط تاثر دیا گیا تھا، اس کی شافی وضاحت بھی کر دی گئی، یہ تمام خطوط اس مضمون کے آخر میں ضمیمہ جات کے طور پر دیئے گئے ہیں۔

مفتی محمد طاہر مکی اپنے نام نہاد فتویٰ میں بغلیں بجاتے ہوئے اپنے قارئین کو خوشخبری دیتے ہیں: ''یہ خوش خبری بھی معلوم ہوئی ہے کہ حکومت پنجاب نے اختلاف قراءت کے حوالہ سے قرآن کریم کے اختلافی مصاحف چھاپنے کا پروگرام رکھنے والوں کے خلاف نوٹس لیا ہے۔'' اس کی حقیقت ہم نے بیان کر دی ہے، مزید تبصرے کی گنجائش نہیں ہے۔

اَحناف کی ترجمانی کا دعویٰ

مفتی محمد طاہر نے مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کا فتویٰ درج کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ 'حنفی مسلک کی مکمل ترجمانی' یہی ہے۔ یہ دعویٰ گمراہ کن ہے۔ مفتی صاحب نے حضرت تھانوی صاحب کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے محض ڈھال بنا کر پیش کیا۔ ہم پہلے ہی واضح کر چکے ہیں کہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے فتویٰ مذکورہ میں جن احوال و کوائف و شرائط کا ذکر کیا ہے، وہ مذکورہ صورت حال پر قابل اطلاق ہی نہیں ہیں۔ کیا قاری محمد طاہر مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر کو قاری اَحمد میاں تھانوی صاحب سے زیادہ سمجھتے ہیں؟ قاری اَحمد میاں تھانوی صاحب حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نواسے ہیں اور دور حاضر میں فن قراءت میں ان کا شمار اَساتذہ میں ہوتا ہے۔ قاری محمد طاہر صاحب نے کیا ماہنامہ 'رُشد' کا پہلا صفحہ نہیں دیکھا جس میں مجلس مشاورت میں قاری احمد میاں تھانوی صاحب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کا نام بھی شامل ہے۔

مفتی محمد طاہر مکی صاحب کو چاہئے تھا کہ وہ اپنے فتویٰ میں یہ بھی بتاتے کہ وہ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور اَحناف کے دیگر بزرگوں کے عقائد، خیالات اور فتاویٰ پر کس قدر عمل کرتے ہیں؟ کیا وہ خود حنفی مسلک کے ترجمان ہیں؟ ظاہر ہے اگر وہ یہ سب کچھ لکھ دیتے تو پراپیگنڈہ کی فیکٹری کیسے قائم کرسکتے تھے۔ جن لوگوں کو معلوم نہیں ہے وہ یہ جان لیں کہ قبلہ علامہ محمد طاہر مکی صاحب، عامر عثمانی صاحب کے شاگرد رشید ہیں جو منکر حدیث ہونے کی وجہ سے مشہور (یا بدنام) ہیں۔ دیوبند مسلک کے بزرگوں نے ان سے بریت کا اعلان کردیا تھا۔ وہ انہیں راندۂ درگاہ اور مردود سمجھتے ہیں۔ مفتی صاحب کے لیے ایک شعر، وہ شاید اِسے عامیانہ قرار دیں مگر یہ ان کے حسب حال ہے:

نہ تم طعنے دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

مفتی طاہر مکی کا اصل مسئلہ

مفتی طاہر مکی صاحب کا سارا مسئلہ ہی یہ ہے کہ وہ فتنہ انکار حدیث میں مبتلا ہیں۔ ماہنامہ 'رشد' میں اختلاف قراءت کی اشاعت کے لیے صحیح احادیث کو جواز بنایا گیا ہے۔ ایک منکر حدیث کو مشتعل کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ کسی مسئلے کے جواز وعدم جواز کے لیے احادیث کو بطور دلیل کے پیش کردیا جائے۔

اختلاف قراءت کے حق میں معروف احادیث درج ذیل ہیں:

① صحیح بخاری، کتاب فضائل قرآن کی ایک حدیث میں سرور عالم ﷺ کا ارشاد ہے۔

«إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ أُنْزِلَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ» . [صحیح بخاری:۴۹۹۲]

''تحقیق یہ قرآن سات حروف پر نازل کیا گیا ہے پس پڑھو اس میں سے اس طریقے پر جو تمہارے لیے آسان ہو۔''

اس حدیث میں سات حروف پر قرآن کے نازل ہونے سے کیا مراد ہے؟

② حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرور عالم ﷺ بنوغفار کے تالاب کے پاس تھے۔ آپ کے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی اُمت قرآن کو ایک حرف پر پڑھے آپ نے فرمایا میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگتا ہوں میری اُمت یہ طاقت نہیں رکھتی پھر جبریل علیہ السلام دوبارہ حاضر ہوئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دے رہا ہے کہ آپ ﷺ کی اُمت قرآن کو دو حرفوں پر پڑھے۔ آپ نے فرمایا: ''میں اللہ تعالیٰ سے معافی اور بخشش مانگتا ہوں میری اُمت میں اس قدر طاقت نہیں ہے'' پھر وہ تیسری مرتبہ آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو تین حروف پر قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ آپ نے معافی اور مغفرت طلب کی کہ میری اُمت اس کی طاقت نہیں رکھتی حتی کہ فرمایا:

ثم جاءه الرابعة فقال: «إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكَ أَنْ تُقْرِىءَ أُمَّتَكَ الْقُرْآنَ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ فَأَيُّمَا حَرْفٍ قَرَءُوا عَلَيْهِ فَقَدْ أَصَابُوا» . [صحيح مسلم: ۱۹۰۶]

پھر وہ چوتھی بار آئے اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ کی امت قرآن حکیم کو سات حرفوں پر پڑھے۔ پس وہ جس حرف پر بھی پڑھیں گے ان کی قراءت درست ہوگی۔''

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”كنت بالمسجد، فدخل رجل يصلي فقرأ قراءة أنكرتها عليه، ودخل آخر فقرأ قراءة سواء قراءة صاحبه، فلما قضينا الصلوة، دخلنا جميعا على رسول الله ﷺ. فقلت: إن هذا قرأ قراءة أنكرتها عليه، ودخل آخر، فقرأ قراءة سوىٰ قراءة صاحبه، فأمرهما رسول الله ﷺ فقرأ فحسن النبي ﷺ شأنهما فسقط في نفسي من التكذيب ولا إذ كنت في الجاهلية، فلما رأى رسول الله ﷺ ما قد غشيني، ضرب في صدري ففضت عرقا، وكأنما أنظر إلى الله فرقا. فقال لي: «يَا أُبَيُّ! إِنَّ رَبِّي عَزَّوَجَلَّ أَرْسَلَ إِلَيَّ أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ عَلٰى حَرْفٍ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّانِيَةَ، اِقْرَأْهُ عَلٰى حَرْفَيْنِ، فَرَدَدْتُ إِلَيْهِ أَنْ هَوِّنْ عَلٰى أُمَّتِي، فَرَدَّ إِلَيَّ الثَّالِثَةَ، اِقْرَأْهُ عَلٰى سَبْعَةِ أَحْرُفٍ.» [صحيح مسلم: ٨٢٠]

”میں مسجد میں تھا کہ ایک شخص داخل ہوکر نماز پڑھنے لگا، اس نے ایک ایسی قراءت پڑھی جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی، پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک اور قراءت پڑھی، پس جب ہم نے نماز ختم کرلی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچے، میں نے عرض کیا ”اس شخص نے ایک ایسی قراءت پڑھی ہے جو مجھے اجنبی معلوم ہوئی“ پھر ایک دوسرا شخص آیا اس نے پہلے شخص کی قراءت کے سوا ایک دوسری قراءت پڑھی، اس پر آپ نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا، ان دونوں نے قراءت کی تو حضور ﷺ نے دونوں کی تحسین فرمائی، اس پر میرے دل میں تکذیب کے ایسے وسوسے آنے لگے کہ جاہلیت میں بھی ایسے خیالات نہیں آئے تھے۔ پس جب رسول اللہ ﷺ نے میری حالت دیکھی تو میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ میں شرابور ہوگیا اور خوف کی حالت میں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اللہ کو دیکھ رہا ہوں، پھر آپ نے فرمایا کہ اے اُبی میرے پروردگار نے میرے پاس پیغام بھیجا تھا، کہ میں قرآن کو ایک حرف پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمائیے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے دوبارہ پیغام بھیجا کہ میں قرآن دوحرفوں پر پڑھوں، میں نے جواب میں درخواست کی کہ میری اُمت پر آسانی فرمائیے، تو اللہ تعالیٰ نے تیسری بار پیغام بھیجا کہ میں اسے سات حرفوں پر پڑھوں۔“

اس روایت میں حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ دونوں اشخاص کے اختلاف تلاوت کو بار بار اختلاف قراءت سے تعبیر فرما رہے ہیں اور اسی کو آنحضرت ﷺ نے سات حروف کے اختلاف سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ قراءت کے اختلاف اور حروف کے اختلاف کو عہد رسالت میں ایک ہی چیز سمجھا جاتا تھا اور اس کے خلاف کوئی دلیل ایسی نہیں جو دونوں کی جداگانہ حیثیت پر دلالت کرتی ہو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی چیز ہیں اور جب قراءات کا محفوظ ہونا تواتر اور اجماع سے ثابت ہے تو اس کا مطلب یہی ہے کہ احرف سبعہ آج بھی محفوظ ہیں۔

اگر حدیث وسنت سے محبت کرنے والے کچھ مسلمانوں نے اختلاف قراءت کو 'محفوظ' کرنے کی نیت سے اس کی اشاعت کا پروگرام بنایا ہے، تو اس میں اعتراض کی گنجائش کہاں ہے اور اس کی مخالفت میں خواہ مخواہ فتویٰ بازی اور درخواست نویسی کا مشغلہ کیوں اختیار کیا جائے؟ مجھے ذاتی طور پر یہ تسلیم کرنے میں بھی تامل ہے کہ سبعہ اَحرف کی تلاوت تو جائز ہے مگر اس کی اِشاعت جائز نہیں ہے۔ اس دلیل میں داخلی تضاد موجود ہے۔

کیا ماہنامہ 'رشد' نے نئی 'بدعت' ایجاد کی ہے؟

مفتی طاہر مکی نے علمی بددیانتی کا ارتکاب کرتے ہوئے سارے حقائق اور تفصیلات پیش نہیں کیں۔ اُس نے 'رشد'

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے اختلاف قراءات پر مبنی مصاحف کی اشاعت کو' تاریخ اسلام میں نئی بدعت' قرار دیتے ہوئے پراپیگنڈہ کا طومار باندھنے کی کوشش کی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں اختلاف قراءات پر مبنی مصاحف کی اشاعت بہت عرصہ سے ہورہی ہے۔ ماہنامہ 'رشد' کی جون ۲۰۰۹ء کی خصوصی اشاعت میں ایسے ۲۱ مصاحف کے پہلے صفحہ کے عکس بھی شائع کردیئے گئے ہیں۔ کیا مفتی صاحب کی نگاہ سے یہ صفحات نہیں گذرے؟ کیا اسے تجاہل عارفانہ کہیں یا صریح دروغ گوئی اور بیہودہ پراپیگنڈے کا سفلی مذاق؟ عالم اسلام میں الجزائر، لیبیا، تیونس، لبنان، مراکش، سوڈان، سعودی عرب، شام، پاکستان میں اختلاف قراءات پر مبنی مصاحف اشاعت پذیر ہوچکے ہیں۔ خدا کا شکر ہے اس سے کسی طرح کی گمراہی یا فساد پیدا ہوا، نہ ہی اب تک یہود ونصاریٰ نے اس بناء پر مسلمانوں کو مطعون کیا ہے تو پھر یہ کراچی کے مفتی طاہر مکی کیوں نچلے نہیں بیٹھ سکتے؟ وہ غلط بیانی کرکے کیوں اپنی عاقبت خراب کررہے ہیں؟

اِختلاف قراءت کی مثالیں

وہ صاحبان جو 'اختلاف قراءات' کا حقیقی مفہوم سمجھنے میں دلچسپی رکھتے ہیں، ان کے لیے قرآن مجید کے درج ذیل مقامات اور الفاظ کے متعلق اختلاف قراءات کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ وہ خود دیکھ سکتے ہیں کہ اس سے قرآن مجید کے متن یا مفہوم میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

① ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ [الفاتحہ:۳]

اس آیت مبارکہ کے لفظ 'ملك' میں دو قراءتیں ہیں: امام عاصم، کسائی، یعقوب اور خلف العاشر 'مٰلِكِ' جبکہ دیگر قراءِ کرام 'مَلِكِ' پڑھتے ہیں۔

② ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّا اَنْفُسَهُمْ﴾ [البقرۃ:۹]

اس آیتِ مبارکہ کے لفظ 'وما یخدعون' میں دو قراءتیں ہیں: امام نافع، ابن کثیر مکی اور ابوعمرو بصری 'وَمَا يُخٰدِعُوْنَ' جبکہ دیگر قراءکرام 'وَمَا يَخْدَعُوْنَ' پڑھتے ہیں۔

③ ﴿وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾ [البقرۃ:۱۰]

اِس آیت مبارکہ کے لفظ 'یکذبون' میں دو قراءتیں ہیں: امام نافع، ابن کثیر مکی، ابوعمرو بصری، ابن عامر شامی، ابوجعفر اور یعقوب 'يُكَذِّبُوْنَ' جبکہ دیگر قراءِ کرام 'يَكْذِبُوْنَ' پڑھتے ہیں۔

④ ﴿وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ [البقرۃ:۴۸]

اس آیت مبارکہ کے لفظ 'ولا یقبل منھا' میں دو قراءتیں ہیں: امام ابن کثیر، ابوعمرو بصری اور یعقوب 'وَلَا تُقْبَلُ مِنْهَا' جبکہ دیگر قراءِ کرام 'لَايُقْبَلُ مِنْهَا' پڑھتے ہیں۔

⑤ ﴿فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ﴾ [البقرۃ:۳۶]

اس آیت مبارکہ کے لفظ 'فأزلھما' میں دو قراءتیں ہیں: امام حمزہ 'فَاَزَالَهُمَا' باقی 'فَاَزَلَّهُمَا' پڑھتے ہیں۔

وزارت مذہبی امور کے ذمہ داران سے بھی گزارش ہے کہ وہ اس موضوع کو علمی انداز میں دیکھیں اور پھر اپنی رائے قائم کریں۔ اگر وہ اب تک اختلاف قراءات کو قرآن کے متن میں تحریف یا تبدیلی سمجھتے آئے ہیں تو اب ان کی غلط فہمی دور ہونی چاہیئے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اُردو اَدب سے اختلاف قراءت کی مثالیں

جن لوگوں نے برصغیر پاک و ہند میں اُردو زبان و ادب کے ارتقاء اور تاریخ کو دیکھ رکھا ہے، انہیں بخوبی معلوم ہے کہ گذشتہ سات سو برسوں میں اُردو زبان میں مروّج بہت سے الفاظ یا تو متروک ہوگئے یا پھر ان کی املا میں تبدیلی آ گئی۔ بعض الفاظ کی صوتی ہیئت میں بھی تبدیلی واقع ہوگئی۔ عربی زبان بھی اس اصول سے کلیتاً مستثنیٰ نہیں ہے۔ عربوں کی قبائلی زندگی سے واقف مؤرخین نے ان کے لسانی میلانات و اظہاری پیرایوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ اگرچہ قرآن مجید قریش کی زبان میں نازل ہوا لیکن حدیث سے یہ ثابت ہے کہ بعض الفاظ مختلف قراءت میں بھی نازل ہوئے۔ اس میں حکمتِ بالغہ شاید یہی تھی کہ قریش کے علاوہ دیگر قبائل بھی قرآن مجید کے الفاظ کے ساتھ لسانی انس محسوس کریں اور انہیں اس کے مطالب سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کی 'تاریخ ادب اردو' ایک مستند تاریخی حوالے کی کتاب ہے۔ جالبی صاحب نے دکن میں اُردو کے ارتقاء پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ دکنی شعراء کے کلام کے نمونے دیئے ہیں۔ ان میں بہت سے الفاظ ایسے ہیں جن کی آج بدلی ہوئی صورتیں مروّج ہیں۔ مثلاً 'مجھ' کو ہی دیکھئے۔ دکن کے شعراء کے کلام میں یہ 'مُج' اور 'منجھ' بیان ہوا ہے۔ مثلاً:

شاہ برہان الدین جانم کی مثنوی (صفحہ نمبر ۳۰۱) کا ایک شعر ہے۔

مرشد کوں او پوچھیا بات
دکھلا دیو مُج حق ذات

دکن کے قدیم شاعر شاہ داول کا شعر دیکھئے۔

پوچھیا مرشید کوں یک سوال
گزریا اَج رات منجھ پر حال

اس شعر میں 'پوچھیا' کی جگہ اب 'پوچھا'، 'مرشید' کی جگہ 'مرشد'، 'کوں' کی بجائے 'کو'، 'گذریا' کی بجائے 'گذرا' لکھا جاتا ہے۔

شاہ داول کی مثنوی کا یہ شعر بھی غور طلب ہے۔

اندلا اگر مجذوب ہے، صورت طبع ناخوب ہے
جیسیا اچھو محبوب ہے پیو باج کوئی پیارا نہیں

اس شعر میں 'اچھا' کے لیے 'اچھو' استعمال ہوا ہے۔ یہاں 'پیو' کا مطلب 'باپ' نہیں بلکہ شوہر ہے۔ آج یہ لفظ ہندی اور پنجابی میں بولا جاتا ہے، اس کی املا نہیں بدلی مگر اس کا مطلب بدل گیا ہے۔

اسی دور کے ایک شاعر کا یہ مصرعہ بھی توجہ کا طالب ہے۔

کہتے ہیں مجہ منجم اب تجہ خطر ہے جئو کا

یہ 'مجھ' کے لیے تیسری املا 'مجہ' اور 'تجھ' کو 'تجہ' لکھا گیا ہے۔

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دکنی شاعر غلام قادر شاہ کی غزل کا ایک شعر۔

نہ جاگے روزِ محشر کے اُوسے پھر کیا جگانا ہے
پیا جن جام وحدت کا نہ راکھے خوف سلولی کا

اس زمانے میں 'اُسے' کو 'اُوسے' اور 'رکھے' کو 'راکھے' لکھتے تھے۔ یہ اختلاف املاء ہی اختلاف قراءت کی صورت ہیں۔ ہمارا موضوع اُردو زبان و ادب نہیں ہے ورنہ اس پر مفصل حوالہ جات پیش کیے جاسکتے تھے۔ جس طریقے سے دکن، دہلی اور لاہور کی اُردو میں شروع شروع میں اختلاف املا تھا، اسی طرح عرب کے قدیم معاشرے کے مختلف قبائل کی زبان میں بعض الفاظ کی املا اور صوت میں معمولی فرق ہوا کرتا تھا، اسی طرح 'اختلاف قراءت' کی رعایت کی گئی۔ اگر آج کچھ لوگ اس سے قرآن مجید کے متن میں تحریف کا مطلب نکالتے ہیں، تو ایسے لوگوں کو اپنی عقل کا علاج کرانا چاہئے نہ کہ ان لوگوں کو تنقید کا نشانہ بنانا چاہئے جو صحیح احادیث کی روشنی میں 'سبعہ احرف' پر تحقیقی کام کررہے ہیں۔

آخری گذارش

مفتی محمد طاہر مکی صاحب اگر واقعی عالم دین ہیں اور اِس مسئلے کے متعلق اُن کی پریشانی کا محرک 'انکار حدیث' کا جذبہ نہیں ہے، تو انہیں چاہئے تھا کہ فتویٰ بازی، خطوط نویسی اور منفی پراپیگنڈہ کی مہم برپا کرنے سے پہلے وہ ماہنامہ 'رشد' کے اکابرین سے رابطہ کرتے اور اپنے ذہنی ابہام کے متعلق وضاحت طلب کرتے۔ اگر وہ مطمئن نہ ہوتے تو پھر اس کا طریقہ یہی تھا کہ علمی دیانت کو برقرار رکھتے ہوئے اپنی معروضات کو بیان کردیتے۔

بات طویل ہوگئی ہے۔ اس مضمون کو تحریر کرنے کا مقصود یہی ہے کہ ماہنامہ 'رشد' میں اختلاف قراءت پر مبنی مصاحف کی اشاعت کے اعلان کو بنیاد بنا کر مفتی محمد طاہر مکی اور بعض دیگر افراد کی طرف سے جو منفی پراپیگنڈہ کیا گیا ہے، اس کے پس پردہ مقاصد کا پردہ چاک کیا جائے اور اس علمی مسئلے کی حقیقت کو اس کی اصل صورت میں بیان کردیا جائے تاکہ کسی کے ذہن میں خوامخواہ کوئی غلط فہمی پیدا نہ ہو۔ ہمیں یہ خوش اعتقادی تو نہیں ہے کہ مفتی محمد طاہر صاحب اپنے منفی پراپیگنڈہ کی مہم سے باز آکر کسی شرمندگی کا اظہار کریں گے لیکن ہمارا خیال ہے کہ انہیں یہ احساس ضرور ہو جائے گا کہ آج کی دنیا میں حقائق کو توڑ موڑ کر پیش کرنے سے رائے عامہ کو گمراہ نہیں کیا جاسکتا۔

وما علينا إلا البلاغ

نوٹ:

ذاکر حسین، وفاقی وزارت مذہبی اُمور، گورنر سیکرٹریٹ، صوبائی وزارتِ اوقاف و مذہبی اُمور اور ادارۂ رُشد کے مابین خط و کتابت اگلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں...

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۱

SEPTEMBER 16, 2009

To,

Allama Hamid Saeed Kazmi
Federal Minister
Ministry of Religious Affairs,
Government of Pakistan
Islamabad.

Subject: Holy Quran.

Excellency

With a heavy heart I would like to bring to your kind notice that, as reported, some kind of change has been brought in the basics of the Holy Quran.

In this context "Mahnama Rushd" can be cited as proof vide their publication for the month of June 2009. This monthly Magazine is published from Lahore under the supervision of Hafiz Abdur Rehman. The office of the Magazine is situated at the following address: -

J-99, Model Town, Lahore.
Phone #: 35866476, 35866396

We have no instance in the sub-continent or elsewhere for the Holy Book being manuscripted or recited by any Qari differently, except indeed which revered for centuries now. Be it a home or a Madrassah, i.e. in short every nook and corner of the world, Muslim read and respect the text revealed upon the Holy Prophet (P.B.U.H).

ذاکر حسین کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو بھیجا گیا خط

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۱

want to publish 4 (four) controversial Quranic texts. They have intention to go for 16 (sixteen) such controversial Quranic versions. This will lead to chaos among the common muslims. Morever non muslims specially Christians and gews will admean that Quran has also beeen changed and published in several versions like their own four testaments.

You will kindly agree with me that if publications of the above cited changed version of the Holy Book is allowed in our country, it will definitely create confusion and chaos, and also will tantamount to desecrations of our Holy Quran which at any cost this crazynation will never tolerate.

I hope you will please give this letter the attention it deserves, most solemnly indeed. I would also humbly desire you to take a legal course much before any individual or publishing house go beyond the prescribed tenets of Islam, as also inscribed in our constitution.

Thanking You,

Zakir Hussain
A-132, Block-"S"
North Nazimabad,
Karachi 74700.
Phone#: 021-36631341
Mobile#: 0321-2491913

ذاکر حسین کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور اور گورنر پنجاب کو بھیجا گیا خط

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۲

Government of Pakistan
Ministry of Religious Affairs
Islamabad

No.F.10(1)/2009/ADQ)

Islamabad the 8th Sept, 2009

To:

Hafiz Abdur Rehman,
Editor Incharge, the Monthly Mahnama Rushd,
J-90, Model Town, Lahore

SUBJECT:- MISTAKES IN THE TEXT OF THE HOLY QURAN PRODUCED IN THE MONTLY MAGAZINE IN THE MONTHLY MAHNAMA RUSHD 2009.

Dear Sir,

I am directed to say that a complaint has been received from Mr. Zakir Hussain r/o of A-132, Block "S" North Nazimabad, Karachi (copy enclosed) in which some changes in the text and the basics of the Holy Quran has appeared in your magazine " Mahnama Rushd" of the month of June, 2009.

2. You are, therefore, requested that a copy of the same may be provided to this Ministry for examination and necessary action.

(Syed Mushahid Hussain Khalid)
Assistant Director (Quran)
Ph:051-9205025

Copy for information to:-

Mr. Zakir Hussain r/o of A-132, Block "S" North Nazimabad, Karachi

(Syed Mushahid Hussain Khalid)
Assistant Director (Quran)

وفاقی وزارتِ مذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو موصول ہونے والا خط

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر: ۳

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Telephone : 852597/63210

INSTITUTE OF HIGHER STUDIES
IN SHARIAH & JUDICIARY

المعهد العالي للشريعة والقضاء

الرقم 08-10-09

التاریخ ________

جناب سید مشاہد حسین خالد اسسٹنٹ ڈائریکٹر (قرآن)

وفاقی وزارت مذہبی امور، اسلام آباد

بحوالہ لیٹر No. F. 10(1) 2009/ADQ Dated: 30-09-2009

جناب عالی!

مورخہ 15 اکتوبر 2009ء آپ کے دفتر میں ملاقات ہوئی جس میں آپ کو ماہنامہ رشد لاہور کے 'قراءات نمبر' کے دو حصے برائے ملاحظہ دیے گئے۔ اب تحریری گذارشات حسب ذیل ہیں:

یہ کہ ہمارے ادارے کا کام صرف تحقیق ہے جس طرح سرکاری یونیورسٹیاں ریسرچ کا کام M.Phil اور Phd سکالرز سے کروا رہی ہیں۔ قرآن مجید کے مذکورہ بالا لہجوں اور علوم کے بارے میں تحریر کردہ مقالات کی ایک فہرست، ماہنامہ رشد لاہور کے 'قراءات نمبر' (حصہ دوم) ص '۸۳۳ تا ۸۴۳' میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

واضح رہے کہ ریسرچ کا یہ کام ہمارا ادارہ کنگ فہد کمپلیکس، مدینہ منورہ اور انٹرنیشنل ریکارڈنگ کمپنی (حامل المصحف، کویت) کے لیے کر رہا ہے۔ ہمارا اپنا کوئی پروگرام پرنٹنگ / ریکارڈنگ کا نہیں ہے۔

درخواست دہندہ جن لہجوں کو متنازعہ قرار دے رہے ہیں وہ اُمت مسلمہ کے درمیان اجماعی ہیں۔ چاروں مسالک کے یکصد کے قریب مفتیان کرام کے فتاوی جات ص ۲۳ تا ۱۸۹ ماہنامہ رشد (حصہ دوم) میں دیکھے جا سکتے ہیں۔

انجمن حمایت اسلام لاہور کا شائع کردہ 1935ء والا قرآن کریم جو مرکزی حکومت کی طرف سے معیار مقرر ہے، بھی ایسے متفقہ متنوع لہجوں کی جگہ جگہ نشاندہی کرتا ہے جس سے شکایت کنندہ تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں۔

مندرجہ بالا وضاحتوں کے بعد اُمید ہے کہ آپ ہمارے کام کے قانونی اور علمی ثقاہت سے آگاہ ہو گئے ہوں گے۔

والسلام

حافظ عبد الرحمن مدنی
(ڈائریکٹر جنرل)

89 (J) MODEL TOWN, LAHORE (14)

ادارۂ رُشد کی طرف سے وفاقی وزارتِ مذہبی امور کو بھیجا گیا وضاحتی جواب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:۴

SO(C-II)GS/1-1/2008(PSG)

GOVERNOR'S SECRETARIAT
PUNJAB

Dated Lahore, the 02nd October, 2009

ALLEGED VARIATION IN THE QURANIC TEXT

I am directed to enclose herewith a petition addressed to the Governor Punjab by Mr. Zakir Hussain R/O A-132, Block "S", North Nazimabad, Karachi on the subject cited above.

2. I am further directed to request that the matter may kindly be looked into for taking further necessary action in this behalf in accordance with the relevant policy, under intimation to this Secretariat.

(TARIQ SHEHZAD)
DEPUTY SECRETARY (Coordination)

Secretary,
Government of the Punjab,
Auqaf & Religious Affairs Department.

Dy. No:	523
Date	3/10/09
Secy/ C.A.A.	
D.A.	
D.E.	
D.F.	
D.P.	
D.R.A.	
A.S.	
D.S.	
Z.A.	
O.S.D.	
S.O.	

CC:

Mr. Zakir Hussain,
R/O A-132, Block "S",
North Nazimabad, Karachi 74700.

Addl: Secretary (Auqaf)
Dy. No. 81
Dated 5-10-2009

D.S. (A)
Dy. No. 961
Dated 6-10-09

گورنر سیکرٹریٹ کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف ومذہبی اُمور کو لکھا گیا خط

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر: ۵

No. SO(B&M)10-1/A&RAD/2009

GOVERNMENT OF THE PUNJAB
AUQAF AND RELIGIOUS AFFAIRS
DEPARTMENT

Tel: 99210878 (0333-4277678)
Fax: 99214465

Dated: Lahore the 16th October 2009.

To

Hafiz Hamza Madni,
Mahoona Rushd,
J-99, Model Town,
Lahore.

Subject: **SHOW CAUSE NOTICE.**

I am directed to state that the Governor's Secretariat Punjab has forwarded a copy of an application of Mr. Zakir Hussain wherein he has pointed out that a team of intellectuals of your institution i.e Jamia Lahore Islamia has prepared 16 controversial prints of Holy Quran and planning to launch the same in the market.

It is, therefore, brought into your notice that :-

i) It is mandatory for any publisher/firm/recording company to get himself/itself registered with this department U/S 3 of the "Publication of Holy Quran (Elimination of Printing & Recording Errors)Act No. LIV of 1973".

ii) Before publication of the print of Holy Quran, every publisher shall get his specimen copy compared with the text of the standard copy of the Holy Quran under sub-section 3 of Section 5 of the Act ibid.

iii) The print of Quran Majeed published in 1935 by the Anjuman Hamayat-e-Islam has been declared a standard copy of Holy Quran by the Federal Government under the Rule.

صوبائی وزارتِ اوقاف ومذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو جاری کیا گیا شوکاز نوٹس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر: ۵

It is also evident from your monthly magazine" Mahnama Rushd" for the Month June 2009 that your institution has prepared 16 prints of Holy Quran. The applicant is of the view that the text of these prints of Holy Quran is controversial.

As per record of this department your firm is not registered with this department, therefore, the aforesaid prints of Holy Quran have been printed unauthorizedly violating the aforesaid provisions of the Act ibid.

You are directed to provide each copy of the aforesaid prints of Holy Quran for examination/proof reading by the registered proof readers of the Government of the Punjab. You are further directed to appear in person before the Additional Secretary of this department during the office hours within seven days positively on receipt of this notice alongwith your written reply of the show-cause notice as to why legal action may not be taken against you under Section 6 of the Act ibid.

(MUHAMMAD AYUB BUTT)
Section Officer (IBM)
16. 10. 2009

NO & DATE EVEN

A copy is forwarded for information to :-

1. Mr. Tariq Shehzad, Deputy Secretary (Coordination), Governor's Secretariat Punjab w.r.t his letter No. SO(C-II)GS/1-1/2008 (PSG) dated 02.10.2009.
2. Mr. Shakir Hussain , A-132, Block-S, North Nazimabad, Karachi.

(MUHAMMAD AYUB BUTT)
Section Officer (IBM)

صوبائی وزارتِ اوقاف ومذہبی اُمور کی طرف سے ادارۂ رشد کو جاری کیا گیا شوکاز نوٹس

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضمیمہ نمبر:٦

تلفون: ٨٥٢٨٩٧/٦٣٢١٠

مجلس التحقیق الاسلامی

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

نمبر رقم ----

تاریخ ----

مرفقات ----

To

Mr. Muhammad Ayub Butt,
Section Officer (IBM),
Govt. of the Punjab,
Auqaf and Religious Affairs
Department

Subject: **SHOW CAUSE NOTICE**

Kindly refer to your Show Cause Notice No. SO (IBM) 10-1 A & RAD - 2009 dated 16th October, 2009 regarding the application of Mr. Zakir Hussain

2. It is pertinent to point out that the application against the undersigned and the team of the intellectual of Jamia Lahore Islamia that they have prepared 16 controversial prints of Holy Quran and plan to launch in the market is absolutely baseless. There are reasons to believe that the applicant namely Zakir Hussain has deliberately indulged in mischief-mongering, vilification campaign and false propaganda against our Institution which is recognized and respected at the national and international level for its contribution for spreading the message of Quran and Sunnah. We have neither prepared nor plan to launch any print of the Holy Quran. Therefore, the charge that we have violated any section of the "Publication of Holy Quran" (Elimination of Printing & Recording Errors) Act No.LIV of 1973, is not based on facts. We don't have any Publishing House.

3. It may be mentioned for the information of all concerned that the religious scholars attached with the Jamia Lahore Islamia are law abiding citizens of this country. They are fully aware that the publication of Holy Quran can not be done in Pakistan without getting registration under the aforesaid Act. This institution is headed by Hafiz Abdul Rehman Madni who is one of the Vettern and respectable religious Scholar and Theologian. The Ulema and Religious scholars of all sects have been full of praise and

99 - J MODEL TOWN, LAHORE - 14

ادارۂ رُشد کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف ومذہبی اُمور کو بھیجا گیا شوکاز نوٹس کا جواب

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلفون: ٦٢٢١٠/٨٥٢٨٩٧

ISLAMIC RESEARCH COUNCIL

مجلس التحقيق الإسلامي

الرقم ——————

التاريخ ——————

المرفقات ——————

appreciation for him for his contribution for the maintenance of secreturian harmony and religious solidarity among various sects of Muslims including Shia Muslims.

4. It is pointed out that this fellow Zakir Hussain has totally misunderstood what has been published in the monthly Magazine "RUSHD" of June, 2009. We are sending the relevant article published in this issue for your information and scrutiny. You can better understand how far misleading are the observations of the applicant Zakir Hussain.

5. The undersigned and Hafiz Abdul Rehman Madni, the head of the Institution, visited the Auqaf and Religious affairs department on 26-10-2009 to see the Additional Secretary of this department. He was not available in the office. You are requested to kindly intimate the convenient date when we can call on him again.

6. It is further requested that the copy of the application of Mr. Zakir Hussain may kindly be provided so that we can examine the text of his application. We are serious about pursuing this man and sue him for defamation under the law.

(Dr. HAFIZ HAMZA MADNI)
Mahnama "RUSHD" Lahore

<u>No. & date Even:</u>

A copy is forwarded for information to: -

1. Mr. Tariq Shehzad, Deputy Secretary (Coordination), Governor's Secretariat Punjab w.r.t his letter No.SO(C-II)GS/1-1/2008(PSG) dated 02-10-2009, with the request to arrange meeting of the team of scholars of Jamia Lahore Islamia to explain this issue in person.
2. Mr. Zakir Hussain, A-132, Block-S, North Nazimabad, Karachi, in advance. We reserve the right to sue him in the court of Law.

(Dr. HAFIZ HAMZA MADNI)
Mahnama "RUSHD" Lahore

99 - J MODEL TOWN, LAHORE - 14

ضمیمہ نمبر:٦

ادارۂ رُشد کی طرف سے صوبائی وزارتِ اوقاف ومذہبی اُمور کو بھیجا گیا شوکاز نوٹس کا جواب (ختم شد)

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ